شہبازِ ثانی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہ کے بصیرت افروز

حالاتِ زندگی

ذکرِ سیرانی

رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

فیض ملت
شیخ القرآن حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری

باہتمام :- عطاء الرسول اویسی

ناشر

مرکزی بزمِ اویسیہ پاکستان - بہاول پور

تقسیم کار: مکتبہ اویسیہ رضویہ

خواجہ محکم الدین سیرانی روڈ بہاول پور

ایڈیشن دوم اپریل ۱۹۹۷ء

کتاب: ذکرِ سیرانی

تصنیف: حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ

نظرثانی: حضرت مفتی محمد صالح اویسی مدظلہ

ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور

فہرست

انتساب

حضرت پیر و مرشد خواجہ الحاج پیر

محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ

کے نام جنہیں حضرت سیرانی بادشاہ

قدس سرہٗ

سے جلی عشق اور فقیر بے نوا کے ساتھ خصوصی توجہ تھی جن کے طفیل فقیر اس لائق ہوا کہ اپنے شیخ المشائخ کے حالاتِ زندگی کو طرزِ جدید میں پیش کیا۔

اُویسی غفرلہٗ

بہاول پور

۱۶ محرم ۱۴۰۶ھ بروز بدھ

ابتدائیہ

از فاضلِ جلیل مولانا مفتی حافظ محمد صالح اُویسی زید مجدہٗ

حضرت قدوۃ السالکین، سلطان العارفین خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ العزیز برصغیر پاک و ہند کے عظیم اولیاء اسلام میں سے ہیں۔ آپ نے علم و عمل، اخلاق و کردار، محبت و پیار اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دینِ اسلام کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔ کئی گم گشتہ گانِ ارادت کو راہِ ہدایت پر گامزن فرمایا آپ نے پوری زندگی اتباعِ رسول اور تزکیۂ نفوس میں گزاری آپ نے احسن طریقے سے تبلیغِ اسلام کے فرائض انجام دیئے۔ حضرت قبلہ خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے سوانحِ حیات پر ایک جامع کتاب کی ضرورت تھی۔ استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد فیض احمد صاحب اُویسی دامت برکاتہم العالیہ نے کتاب، ہذا تصنیف فرما کر ملتِ اسلامیہ پر بالعموم اور منسلکین سلسلہ اُویسیہ پر بالخصوص بڑا احسان فرمایا ہے۔ خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے بارے میں بہت سی کتابیں قارئین نے دیکھی ہوں گی مگر حضرت قبلہ شیخ الحدیث نے اس کتاب کو جس انداز سے مرتب فرمایا ہے یہ کتاب اپنی مثل آپ ہے۔ یہ کتاب جدید طریقے کی تحقیق پر لکھی گئی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ ہر موضوع پر بحث کی گئی ہے یہ کتاب موجودہ مشائخ عظام کے لئے درسِ نصیحت ہے۔ مردہ دلوں میں ایک نئی روح پھونکتی ہے انسانی زندگی کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور محبت کا سبق دیتی ہے اور منسلکین سلسلہ اُویسیہ کو اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی ترغیب دیتی ہے۔ کتاب کے مطالعے سے پتا چلے گا کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز صرف نام کے ولی یا پیر نہیں تھے بلکہ اپنی زندگی کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

مفتی محمد صالح اُویسی ناظم اعلیٰ مرکزی دار العلوم جامعہ اُویسیہ رضویہ بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ مظہر لطفہٖ الذی کان نبیا و آدم بین الماء والطین وعلٰی آلہ الطیبین واصحابہ الطاھرین واولیاء امتہ الکاملین وعلماء ملتہ اجمعین۔

امابعد! اولیاء اللہ کے حالات اور کمالات وکرامات پڑھنا سننا موجب نجات اور کفارۂ ذنوب وسیئات ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

ذکر الانبیاء عبادۃ وذکر الصالحین طاعۃ وکفارۃ للذنوب
(او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اور ان کے ذکر پر رحمتِ باری کا نزول ہوتا ہے۔ اسی لئے فقیر اُویسی نے اپنے پیران پیر شیخ المشائخ سلسلۂ اُویسیہ کے سرتاج بلکہ آفتاب حضرت حافظ خواجہ محمد عبد اللہ المعروف بپیر محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ کی سوانح عمری اور ان کے علمی وعملی کمالات وکرامات پر یہ مجموعہ مرتب کر کے اس کا نام "ذکرِ سیرانی" تجویز کر کے اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی آرزو کی ہے۔

انہ حری ان یتقبل کما تقبل من احبائہ الکاملین بجاہ حبیبہ سید المرسلین و اولیاءہ اجمعین وصلی اللہ علیہ وآلہ الطیبین واصحابہ الطاھرین (آمین)

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ
بہاولپور۔ پاکستان

قطعۂ فارسی

خواجہ سیری ز نورِ حق مشحون — غوثِ آفاق مظہرِ بے چون
جادوئے چشمِ تو کہ زہرہ صفت — صد فلک قید شان بیک افسوں
معجزِ عیسٰی از محبت ظاہر — خضر بر خطِ سبز تو مفتون
از کمالِ مقامِ تو واقف — نشود گرچہ باشد افلاطوں
شائق خستہ را بہ لطف نواز
ہر دم از خوانِ تو بود میموں

ترجمہ:۱۔ خواجہ سیرانی نورِ حق سے بھرپور ہیں غوثِ زمانہ اور مظہرِ ذاتِ بے چون ہیں۔
۲۔ آپ جادوئے چشم اور زہرا صفت ہیں ان کے ایک دم سے صد فلک مقید ہیں۔
۳۔ آپ کی محبت سے عیسوی معجزات ظاہر ہیں آپ کے سبز خط پر حضرت خضر علیہ السلام جیسے فریفتہ ہیں۔
۴۔ آپ کے کمال کے مقام سے کسی کو واقفیت نہیں ہو سکتی اگرچہ افلاطون بھی اٹھ کر کیوں نہ آجائے۔
۵۔ شائق عاجز کو لطف سے نوازیئے۔ ہر دم آپ کے خوانِ نعما سے نوازا جائے۔

شانِ اولیاءِ کرام

چلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی — الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں؟
تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی — نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو — یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں؛
ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو — وہ رونق انجمن کی ہے انھی خلوت گزینوں میں
(اقبالؒ)

کھرل برادری

اگرچہ مقسوم ازلی ذات پات کا محتاج نہیں لیکن فطرت کا تقاضا ہے کہ بعض نیک اثرات پشتوں تک چلے جاتے ہیں۔ کھرل برادری میں یوں تو بہت سے ہیرے جواہر روحانی ہوں گے لیکن ہماری معلومات کے مطابق چار بزرگ ایسے ہیں جن پر عالمِ اسلام نازاں ہیں :

۱۔ حضرت حافظ عبدالخالق اُویسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ حضرت حافظ دائم رحمۃ اللہ علیہ

یہ افراد اس قوم کے جواہر ہیں جسے کھرل برادری کہا جاتا ہے۔

مجاہد کھرل :

کھرل برادری کو فخر حاصل ہے کہ انھوں نے پنجاب میں انگریز کے خلاف مزاحمت کی انگریز جو پنجاب میں قابض ہونے سے پہلے ہی اسے بازوئے شمشیر زن سمجھتے تھے ان کے خلاف کھرل برادری کے بعض اکابرین نے جذبۂ حریت کے تحت جہاد کیا اور انگریزوں پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس علاقے پر قابض ہونا اتنا آسان نہیں۔ انگریز نے اپنی حکمتِ عملی کے تحت کھرلوں کو پسپا کرنے کے لئے گوگیرہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور ایک لیفٹیننٹ گورنر لارڈ برکلے نے یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہ بدمست انگریز روزانہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کھرل برادری کے نہتے افراد کو گولیوں کا نشانہ بناتا اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے کھرلوں کے لئے چیلنج بن جاتا کھرلوں کی قیادت جہاں مرہ کے ایک مجاہد آزادی احمد خاں کھرل کے ہاتھ میں تھی پوری برادری سمیت دیگر برادریوں مثلاً فتیانوں اور وٹوؤں کے بعض جری نوجوانوں نے بھی ان کا ساتھ دیا انھوں نے انگریزوں کے خلاف مزاحمت کے لئے گوریلا جنگ کے اصولوں کو اپنایا۔ انگریزوں کی ڈاک کے نظام کو معطل کر دیا اور پھر جس راستے پر گورنر لارڈ برکلے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تحریکِ آزادی کے حریت پسندوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بناتا ایک ہی رات میں احمد خاں کھرل کے ساتھیوں نے دریائے راوی کی ریت اور مٹی کی تہہ ایسے بچھا دی کہ جب صبح کو برکلے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا تو اس کا گھوڑا اس دلدل میں پھنس گیا برکلے نے گھوڑے سے اتر کر فرار ہونے کی کوشش کی مگر اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اس نے گولیاں چلا کر پستول خالی کر دیا تو چھپے ہوئے مجاہدین نے لاٹھیوں سے برکلے کو جہنم رسید کر دیا۔ احمد خاں کھرل اور ان کے مجاہدوں کا ہیڈ کوارٹر سید والا کے قریب راوی کنارے ایک گاؤں مہر آباد کے قریب تھا احمد خاں کھرل انگریز کے خلاف اپنی تحریکِ جہاد کو پورے پنجاب میں پھیلانے اور اسے کامیاب بنانے کے آرزومند تھے ان کے ساتھی ان پر جاں نثاری کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے انھوں نے محسوس کیا کہ انگریزوں کے خلاف اس تحریکِ جہاد کو کامیاب بنانے کے لئے کشمیر کے مسلمان مہاراجہ سے جنگی امداد حاصل کی جائے اس کے لئے وہ اپنی حکمتِ عملی کی تیاریوں میں بھی مصروف رہے۔ انھوں نے پہلی بار انگریزوں کو شکست دی اس وقت انھیں ہزاروں جاں باز ساتھی مل گئے جنھوں نے پوری جرأت اور مردانگی سے انگریزوں کے عزائم کو ناکام بنا دیا۔ گوگیرہ کے ایک زمیندار رائے ساون خان نے احمد خاں کھرل کا ساتھ دیا۔ ساون خان اس جنگ میں شہید ہو گیا جس میں احمد خاں کو انگریزوں پر فتح نصیب ہوئی۔ ساون خاں کے بیٹے سادو خاں نے بھی مردانگی کے جوہر دکھائے مگر دوسری بار جب احمد خاں کھرل کے خلاف دہلی سے انگریزوں نے کمک پہنچائی تو اس وقت بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی، احمد خاں کھرل شہید کے ساتھ کمالیہ کا رائے سرفراز اور سکھ سردار بیدی تھا۔ انھوں نے غداری سے جنگ کے دوران احمد خاں کھرل کا سر اس وقت تن سے جدا گیا جب وہ اللہ تعالیٰ

کے جنون سر بسر سپرد تھے۔

مہمان نواز کھرل:

کھرل بہ حیثیت مجموعی بڑے مہمان نواز اور ڈیرے دار ہیں۔ بھینسوں کے بڑے بڑے ریوڑ پالنا ان کا قدرتی مشغلہ رہا ہے جب ان کی بیٹھک ہوتی ہے تو عقل و دانائی کی گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ مویشیوں اور انسانوں کی کئی پیچیدہ بیماریوں کے علاج معالجے کے لئے ان کے پاس لاجواب مجرب نسخے ہیں۔

زیرک زباں کھرل:

یہ برادری دانائی اور عقل مندی میں عدیم المثال ہے۔ یہ واقعہ بھی زد عام ہے کہ ان کی برادری کا ایک فرد گوگیرہ کے علاقے میں رہتا تھا زیادہ دودھ دینے والی بھینس خریدنے کے لیے اس نے دریائے راوی عبور کیا جس گاؤں میں اسے جانا تھا وہ ابھی کافی دور تھا کہ غروب آفتاب کی وجہ سے راستے میں ایک گاؤں میں وہ اپنی برادری کے ایک فرد کی حویلی میں رات گزارنے چلا گیا۔ خاندان کے سربراہ نے اس کا خیر مقدم کیا اس کے لیے چارپائی بچھا دی اس کے لئے پہلے روٹی لائی گئی اور جب سوتے وقت اسے دودھ کا گلاس پیش کیا گیا تو اس نے دودھ پیتے ہی کہنا شروع کر دیا کہ اسے جس بھینس کا دودھ دیا گیا ہے وہ بھینس اس کی ہے جسے چند سال پہلے چوری کر لیا گیا تھا۔ مسافر اور اس کے میزبان کے درمیان ساری رات تکرار جاری رہی صبح اس معاملے کو گاؤں کے بڑے زمین دار کھرل کے سامنے پیش کیا گیا مگر ثالث نے فریقین کے مابین کوئی قابل عمل فیصلہ نہ کرایا۔ جب گاؤں سے رخصت ہونے لگا تو میزبان کی ایک بیٹی جو مویشیوں کا گوبر سمیٹنے میں مصروف تھی مسافر کے پاس آئی اس نے مہمان سے پوری گفتگو سنی اور لڑکی نے اسے ایک ہفتے کے بعد آنے کا مشورہ دیتے ہوئے چیلنج کیا کہ اگر وہ ایک ہفتے کے بعد ثابت کر دے کہ جس بھینس کا دودھ اس نے رات کو پیا تھا وہ اسی کی ملکیت ہے تو اسے وہ بھینس دے دی جائے گی۔ بھینس ایک ایسا جانور ہے

جو ثقیل اشیاء کو بھی ہضم کرنے کی قوت رکھتی ہے مگر ثابت گندم اس کے نظام ہضم کے لیے ناقابل برداشت ہے اگر کسی بھینس کو ثابت گندم کھلا دی جائے تو ثابت گندم اس کے پیٹ سے باہر آ کر گوبر بن جاتی ہے۔ لڑکی نے اپنے مہمان کی بھینس کو ثابت گندم کھلائی جس کا بالآخر گوبر بنا لڑکی نے اس گندم کو پانی سے دھویا اسے خشک کر کے چکی میں اس کی پسائی کی اور اس آٹے سے پراٹھے پکا کر اپنے مصلی اور اس مسافر کے آگے رکھ دیئے۔ مصلی آنکھیں بند کر کے پراٹھے کھا گیا مگر مہمان نے پراٹھے سونگھ کر کہا کہ یہ آٹا تو گوبر سے ملاوٹ کی گئی گندم سے تیار کیا گیا ہے۔ لڑکی مسافر کی بات سن کر حیران رہ گئی اور اسے اپنے باپ کے ساتھ اس حویلی میں لے گئی جہاں بہت سی بھینسیں بندھی ہوئی تھیں۔ مسافر نے ایک لمحے کا توقف کئے بغیر اپنی بھینس کو پہچان لیا اور بھینس لے کر وہ اپنے آبائی گاؤں چلا گیا۔

مزاحی لطیفے:

کھرل برادری کے بزرگ کئی بڑے بڑے افسروں سے اس انداز میں بات کرتے ہیں کہ انتظامی امور کے ماہر بیوروکریٹس کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔ یہ واقعہ بھی اپنی جگہ کوئی افسانہ نہیں کہ موجودہ وفاقی سیکرٹری پٹرولیم شیخ اظہار الحق جب نصف صدی قبل ضلع شیخوپورہ کے ڈپٹی کمشنر تھے وہ ایک گاؤں میں کھلی کچہری لگا کر لوگوں کی شکایات سن رہے تھے کہ ان کا تعارف ایک ایسے معمر شخص سے کرایا گیا جس کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ ڈپٹی کمشنر موصوف بے حد خوش ہوئے اور اس معمر شخص سے کہنے لگے کہ بابا میرے حق میں دعا کریں۔ بابا میرے حق میں دعا کریں۔ بابا نے ہاتھ اٹھائے اور یوں لب کشا ہوئے کہ اے باری تعالیٰ ہمارے صاحب کو پٹواری بنا دے۔ ڈپٹی کمشنر جوان دنوں جوانی کی ابتدائی منزلوں میں تھے سیخ پا ہوئے اور کہنے لگے کہ بابا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے میں ڈپٹی کمشنر ہوں پٹواری کیا شے ہے اس پر معمر شخص نے ڈی سی سے پوچھا کہ صاحب آپ یہ بتائیں کہ آپ ماہوار کتنی تنخواہ لیتے ہیں ڈپٹی کمشنر نے جب اپنی ماہانہ تنخواہ بتائی تو اس معمر شخص نے کہا کہ ہمارا

پھر تو آپ کے مقابلے میں ہمارا پٹواری کہیں بہتر ہے جو روزانہ اتنی رقم بطور رشوت لیتا ہے جتنی آپ ماہانہ تنخواہ لیتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر بے حد پریشان ہوئے انھوں نے متعلقہ پٹواری کو بلایا اور اسے نوکری سے ہی برخاست کر دیا۔

کھرل پیر پرست : کھرل زیادہ تر دورِ مغلیہ میں حضرت شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جن کا مزار چنیوٹ کے قریب ہے۔[1]

سیرانی بادشاہ کے آباء و اجداد : کھرل برادری کی خوش قسمتی سے ضلع اوکاڑہ کی بستی گوگیرہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہاں ١١٣٧ھ میں ایک قطبِ زماں نے جنم لیا۔ والدین نے عبداللہ نام رکھا لیکن طریقت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو کر محکم الدین صاحبِ السیر اور سیرانی بادشاہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کا شجرۂ نسب چندر بنسی خاندان کے راجہ ستنا پور سے ملتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ کی نظرِ کیمیا اثر نے گڈاں نامی ایک شخص کو بزرگی کے بلند مرتبے پر پہنچایا۔ یہی بزرگ بعد میں محمد بخشؒ کے نام سے مشہور ہوئے جن کی اولاد میں سے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ پیدا ہوئے۔

اس بزرگ کی مزار بگھیا (اوکاڑہ) میں اب بھی موجود ہے۔

آپ کی کئی پشتوں میں اکثر حضرات نہ صرف عالم و فاضل تھے بلکہ آپ کی

---

[1]: روزنامہ نوائے وقت لاہور اگست ١٩٨٥ء

یہ عمومی برادری کے متعلق ہے ورنہ ہمارے ممدوحؒ کے آباء و اجداد سیدنا غریب نواز حضرت اجمیری رحمۃ اللہ کے دستِ حق پرست پہ اسلام لائے جس کی تشریح اوپر ملاحظہ فرمائیے۔

والدہ بھی حافظہ قرآن تھی جس کا پتا ہمیں آپ کے شجرۂ اصلی سے ملتا ہے اور جہاں کھرل قوم کا بہادری اور دلیری میں کوئی ثانی نہیں وہاں اُسے یہ بھی فخر حاصل ہے کہ اس قوم نے سلسلۂ طریقت کے نامور بزرگان دین حضرت خواجہ عبدالخالق، خواجہ محکم الدین، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی اور حضرت حافظ دائم جیسے باکمال انسانوں کو جنم دیا۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

اگرچہ آپ کی پیدائش بستی گوگیرا خاص ضلع اوکاڑہ میں ہوئی لیکن آپ نے بستی گوگیرا سے نقل مکانی فرما کر بستی صوحا شریف حضرت دیوان چاولہ مشائخ سے پانچ میل مغرب کی جانب سکونت اختیار فرمائی۔ نقل مکانی کے متعلق روایت ہے کہ آپ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ آپ زمانۂ طفلی سے ہی خدا رسیدہ تھے اس لئے کہ آپ جو بھی پیش گوئی فرما دیتے یا جو لفظ بھی آپ کے منہ سے نکل جاتا وہ ضرور پورا ہو جاتا تھا۔ چنانچہ برادری کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے ایک مرتبہ چنے کا کھیت کاٹتے ہوئے جھگڑا برپا ہوا تو فرمایا کہ شریکوں میں رہ کر پاسِ ادب نہیں رہتا اس لیئے ترکِ وطن کیا جائے لیکن آپ کے ایک چچا محمد فاضل صاحبؒ یہ کہہ کر وہاں رہ گئے کہ شریک کہیں گے کہ ڈر کر بھاگ گئے چنانچہ محمد فاضل صاحب کی اولاد ابھی تک وہیں موجود ہے۔

حضرت محمد بخشؒ کے پوتے حضرت حافظ محمود صاحب کے سات بیٹے ہوئے جن میں سے تین لاولد اور چار کی اولاد ہوئی۔

حافظ محمود صاحبؒ کے ایک بیٹے حافظ محمد طاہر صاحبؒ ہیں سے حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالقؒ پیدا ہوئے جن کی مزار بخشن خاں تحصیل چشتیاں میں ہے اور سجادہ نشین حضرت خواجہ صالح محمد صاحب ہیں۔ حافظ محمود صاحبؒ کے دوسرے بیٹے حافظ محمد طیب صاحبؒ کی اولاد شاہ کرم تحصیل منچن آباد [illegible]

ہے اور ان کے سجادہ نشین حضرت میاں غلام رسول صاحب ہیں۔ حضرت حافظ محمود صاحب کے تیسرے بیٹے خواجہ محمد فاضلؒ کی اولاد گوگیرہ (اوکاڑہ) میں رہائش پذیر ہے۔

حافظ محمود صاحبؒ کے چوتھے صاحب زادے حضرت قبلہ حافظ محمد عارفؒ کی اولاد میں سے حضرت خواجہ سیرانی بادشاہؒ، حضرت خواجہ امان اللہ، عنایت اللہ اور ہدایت اللہ پیدا ہوئے۔ اور ان کی اولاد خانقاہ شریف ضلع بہاولپور میں مقیم ہے۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی کے تین بھائیوں میں سے صرف حضرت خواجہ امان اللہ صاحب کی اولاد ہوئی اور خواجہ امان اللہ چاولہ مشائخ کی مزار پر چلّہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی مزار دربار چاولہ مشائخ میں ہے۔

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ تمام عمر مجرّد رہے۔ اور آپ نے ساری عمر شادی نہ کی۔ بلکہ تمام زندگی خدمتِ خلق اور فیض رسانی میں بسر کر دی۔ آپ نے اپنے بھتیجے کو بیٹا بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ کے بعد حضرت کے چھوٹے بھتیجے حضرت خواجہ سلطان احمد دین رحمۃ اللہ کو دستار پہنائی گئی۔ بڑے بھائی نے دستار بندی خود کرائی۔ دستار بندی کے بعد بڑے بھائی نے جوتا اٹھا کر چھوٹے بھائی کے آگے رکھ دیا۔ یہ دستار مبارک کے ادب کا اظہار تھا۔ دستار بندی کے وقت وہی دستار اور کرتہ استعمال کیا گیا جو کہ زہر خوردنی کے وقت آپ نے زیبِ تن فرمایا ہوا تھا۔ جس پر زہریلی قے کے نشان بھی تھے جو کہ بعد میں بطور تبرک اور برکت محفوظ کر لیا گیا۔

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ کے بڑے بھتیجے حضرت خواجہ محمد الدینؒ کی اولاد صرف دو پشت تک چلی۔ چھوٹے بھائی حضرت خواجہ سلطان احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پھلی پھولی اور تا حال دربارِ عالی کی زینت انھی حضرت کی اولاد

ہے خدا کرے تا قیامت ان حضرات کا روحانی راج قائم رہے۔ (آمین)

میرے ایک پیر بھائی حافظ خورشید احمد ملتانی نے بارگاہ سیرانی بادشاہ میں یوں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔

آباد رہے ہر دم مے خانہ سیرانیؒ
معمور ہے رحمت سے پیمانۂ سیرانیؒ

آتا ہوں جب تیرے دربار میں آقا
سب کہتے ہیں وہ آیا دیوانۂ سیرانیؒ

مے خانۂ قرنی سے اک جام پلا ساقی
بن جاؤں جیسے پی کر مستانۂ سیرانیؒ

صدقہ شہ محکم کا ایماں ہو میرا محکم
لب پر میرے دم دم کاشانۂ سیرانیؒ

پھر خواجہ صالح کے صدقے میں خداوند
سر پر ہو میرے ظلِ شاہانۂ سیرانیؒ

سلطان[1] کے صدقہ میں کر صدق عطا مجھ کو
بن جاؤں میں دنیا میں پروانۂ سیرانیؒ

پھر خواجہ شہاب الدین کے پرتوِ ہمت سے
دوں جان و جگر جا کر نذرانۂ سیرانیؒ

خورشید نہ جائے گا کبھی خالی اس در سے
مخزن ہے کرامت کا کاشانۂ سیرانیؒ

---

[1]: حضرت خواجہ محمد سلطان بالا دین اُویسی قدس سرہٗ

شجرۂ نسب حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح

مرتبہ

محمد حسن خاں میرانی محلہ کچل پورہ شہر بہاول پور بتاریخ ۱۱ نومبر ۱۹۸۰ء مطابق ۲ محرم ۱۴۰۱ھ

سنگی

گڈن [1]

حضرت حافظ محمد یعقوب رح

حافظ محمود صاحب

- حافظ طاہر رح
  - خواجہ عبدالخالق اویسی متوفی ذوالحجہ ۱۱۸۰ھ
- حافظ طیب
  - شاہ کرم و گوگیرہ خاص والوں کے مورثِ اعلیٰ
- حافظ محمد عارف رح
- حافظ محمد فاضل
  - شاہ کرم و گوگیرہ خاص والوں کے مورثِ اعلیٰ
- حافظ عامل (لاولد)
- حافظ کامل رح (لاولد)
  - حافظ شیخ محمد رح (لاولد)
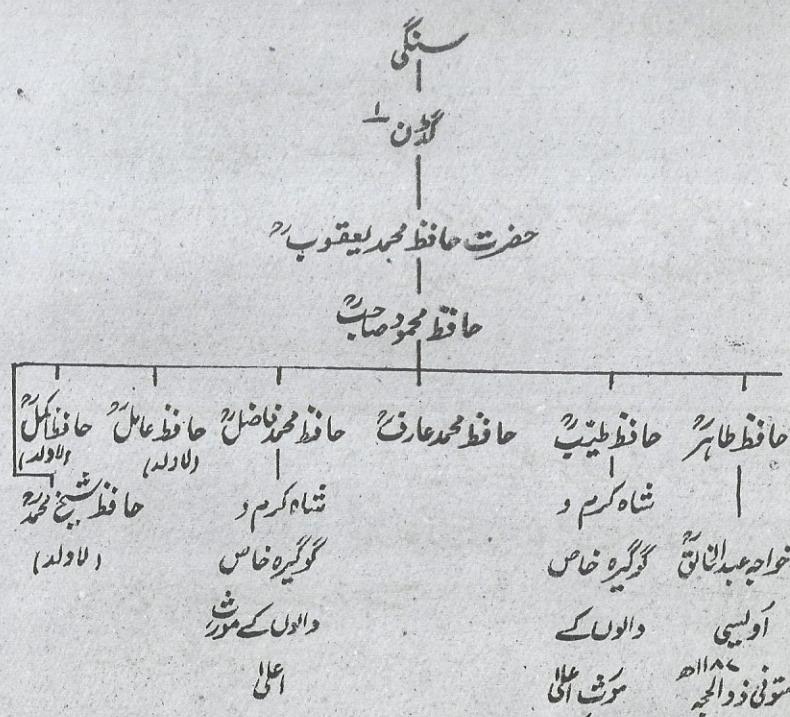
۱: اس کا اسلامی نام محمد بخش تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۳۳ھ نے گڈن کو مشرف بہ اسلام کیا۔ محمد بخش رح کا مزار بگھیا بلوانی ضلع ادکارہ میں ہے۔

حافظ محمد عارف رح [1]

- امان اللہ رح
  - محمد الدین رح [2]
  - سلطان احمد الدین خلیفۂ اول
    - خواجہ نور احمد رح
      - سلطان احمد الدین (لاولد)
      - حافظ محمود الدین رح
        - نور احمد صاحب رح
          - محمد عارف
            - محمد طارق
            - محمد خالد
        - خواجہ میاں محمد قاسم صاحب مدظلہ
      - محمد الدین رح (لاولد)
      - فیض محمد صاحب خلیفہ ششم
        - خواجہ محمد الدین خلیفہ ہفتم رح
          - احمد الدین عرف میاں
          - سردار احمد خلیفہ ہشتم لاولد
        - جندوڈا صاحب المعروف منظور سائیں
          - محمود الدین صاحب
            - [illegible]
      - عبدالرزاق (نماکتخدا)
- عنایت اللہ رح
- عبداللہ رح عرف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح لاولد متوفی ۱۱۹۷ھ
- ہدایت اللہ

۱: خواجہ محمد عارف رح ۱۸۰۸ء میں زندہ تھے ملاحظہ ہو "صادق الاخبار" صفحہ ۳۰ مورخہ یکم جولائی ۱۸۸۷ء)

۲: ان کے چار لڑکے قادر بخش، فیض بخش، غلام محی الدین، غلام رسول تھے۔ اول الذکر تینوں لاولد فوت ہوگئے۔ غلام رسول کے دو لڑکے غوث بخش و اویس بخش تھے۔ غوث بخش لاولد فوت ہوگئے۔ اویس بخش کا ایک لڑکا قادر بخش تھا جو لاولد فوت ہوا۔ ۳ متوفی ۷ ذیقعد ۱۲۷۷ھ بعمر ۸۰ سال ۴ متوفی ۱۸ اکتوبر ۱۱۷۱ (لاولد)

خواجہ میاں محمد قاسم صاحب

صلاح الدین صاحب | امان اللہ صاحب | شہاب الدین صاحب | نظام الدین صاحب | نجیب الدین صاحب | سیف اللہ صاحب | ضیاء الدین صاحب

خواجہ محمد بخش خلیفہ دوم

خواجہ احمد یار رح خلیفہ سوم

خواجہ نبی بخش رح خلیفہ چہارم — خواجہ امان اللہ رح ناکتخدا

خواجہ محمد بخش — خواجہ امام بخش رح ۱ خلیفہ پنجم لاولد — خواجہ امان ناکتخدا

احمد یار — عطا محمد

(دونوں طفلی میں فوت ہوئے ۔)

(حضرت خواجہ امام بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خواجہ فیض محمد ان کے بعد حضرت خواجہ محمد الدین رحمہا اللہ علیہما جانشین ہوئے ان کے بعد میاں سردار احمد رحمہ اللہ جانشین ہوئے ۔ آپ کی وفات کے بعد جانشینی کا مسئلہ معرضِ التواء میں ہے ۔ اویسی)

---

۱ : یہ بھی ۱۸۷۸ء میں زندہ تھے ۔ ملاحظہ ہو "صادق الاخبار" صفحہ ۲ مورخہ یکم جولائی ۱۸۷۸ء) ۲ متوفی ۱۳۶۴ھ ، ۱۹۴۵ء

تعارف

آپ کا نام سیدنا مولانا شیخ المشائخ حضرت محمد عبداللہ المعروف خواجہ محکم الدین ہے اور اصل مسکن ضلع ساہی وال کے فتح پور گوگیرہ گاؤں میں تھا اور مزار اسٹیشن سمہ سٹہ سابق ریاست بہاولپور (پاکستان) کے قریب ہے چوں کہ آپ نے تقریباً تمام ممالکِ دنیا کی سیر کی اور تمام زندگی سیاحت میں گزاری اسی لئے آپ سیرانی اور صاحبِ السیر کے لقب سے مشہور ہیں ۔

پیدائش : فتح پور گوگیرہ نامی بستی جو کہ اوکاڑہ کے قریب دریائے راوی کے کنارے واقع ہے میں آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی ۔ آپ کے والد کا نام حافظ محمد عارف اور دادا کا نام حافظ محمود الدین تھا ۔ آپ کا گھرانہ علم و عمل اور تقویٰ و طہارت اور عرفان کا گہوارہ تھا ۔

آپ راجپوت قوم کی دلیر شاخ کھرل سے تعلق رکھتے ہیں جس کا سلسلہ نسب بھٹی خاندان کے مشہور راجہ فرماں رائے ہستاپور سے ملتا ہے ۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہٗ بھی اسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں ۔ آپ کی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی ۔ کسے کیا معلوم تھا کہ یہ بچہ ایک دن عالمِ اسلام کے لئے باعثِ افتخار بنے گا اور اس کی سوانح کے لئے تاریخ پیدائش کی ضرورت پڑے گی ۔

اس کے علاوہ آج سے ۲½ سو سال پہلے دیہات و قصبات میں عام لوگ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اس لئے بھی آپ کی تاریخ پیدائش محفوظ نہ رکھی ،

تخمیناً کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ ۱۱۳۷ھ میں ہو۔ اس
لئے کہ خاندانِ اویسیہ کی روایت کے مطابق آپ کا وصال ۱۱۹۷ھ میں ہوا تھا۔
لہٰذا اس حساب سے آپ کا سنِ ولادت ۱۱۳۷ھ بنتا ہے۔ علاوہ ازیں اس
کی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا
کرتے تھے کہ میں اور محکم الدین لاہور میں اکٹھے پڑھا کرتے تھے۔ محکم الدین مجھ سے
عمر میں دو تین برس بڑے تھے اور حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ
کا سنِ ولادت ۱۴ ؍ رمضان المبارک ۱۱۳۹ھ مشہور ہے۔ لہٰذا اس طرح بھی آپ
کا سنِ ولادت ۱۱۳۷ھ بنتا ہے۔

حلیہ مبارک:

آپ سرو قد اور اونچے تھے اور تمام اعضاء مضبوط اور گٹھے ہوئے
تھے۔ رنگ گندم گوں، سر مبارک موزوں، لیکن سر کے بال کم تھے اور پیشانی
مبارک معتدل نہ بہت کشادہ اور ملی ہوئی۔ چہرہ مبارک مائل بہ طرف چوڑائی نہ بہ
طرف گولائی یعنی کشادہ رو تھے اور آنکھ مائل بہ تنگی اور پلکوں کے بال کچھ کم لیکن نوک دار
آنکھوں کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ۔ ناک اونچی لیکن سوراخ
معتدل ابرو کے بال درمیانہ اور پیوستہ۔ رخسار چمکیلا۔ ڈاڑھی ہلکی اور گول۔ منہ مبارک
درمیانہ اور لب معتدل۔ دانت انار دانہ کی طرح باریک و لطیف اور درخشندہ۔
لیکن ہنستے وقت سفیدی کم ظاہر ہوتی۔ آواز لطیف اور باریک لیکن عمدہ۔ کان
معتدل اللحم مائل بہ لمبائی۔ داہنے کان میں بالی کا سوراخ۔ دائیں آنکھ مبارک اور ابرو
شریف کے پیچھے چھوٹا سا موکہ۔ ٹھوڑی معتدل اور گردن بھی معتدل اللحم تھی لیکن
مائل بہ لمبائی۔ آپ دستار گول باندھتے کبھی کبھی قادری کلاہ بھی پہنتے تھے۔ سینہ
کشادہ لیکن معتدل دونوں پستانوں کے درمیان قدرے پستی ظاہر بھی ہوتی تھی

اعضاء بالوں سے صاف تھے۔ شکم مبارک نہ موٹا اور نہ باریک بلکہ معتدل۔ کمر درمیانہ [illegible]
بازو اور قد کے بالکل موافق، ہتھیلی کشادہ انگلیاں معتدل۔ اسی طرح ہاتھ اور پاؤں کے
ناخن بھی معتدل تھے۔ لیکن ان کا رنگ قدرتی سرخ۔ کندھا اور پیٹھ کشادہ اور پوشیدہ
ران طول و عرض کے لحاظ سے متوازن، بائیں پنڈلی مائل بہ طرف موٹائی، پاؤں بہ قدر
سولہ انگل لمبا درمیانہ پوروں اور درمیانہ بڑائی والا اور پاؤں کا تلوا پورا گہرا۔[1]

القاب کی تفصیل:

آپ کے پیر و مرشد کی بیعت روحانی طور پر حضرت اویس
قرنی رضی اللہ عنہ سے تھی۔ اسی لئے سلسلہ کا نام اویسیہ اور آپ کے نام کے ساتھ
اویسی لکھا جاتا ہے اسی لئے آپ کے مریدین بھی آپ کو اویسی لکھتے ہیں آپ نے
کئی حج کئے اسی لئے حاجی بھی آپ کو کہا جاتا ہے اور آپ کو زہر دیا گیا تھا اسی لئے
آپ شہید بھی کہلاتے ہیں آپ قرآن مجید کے حافظ اور علم ظاہری کے علاوہ اور باطنی علوم
کے امام تھے اس لئے آپ کو حافظ اور فقیری کی وجہ سے میاں صاحب اور تارک الدنیا
ہونے کی وجہ سے سلطان التارکین کہا جاتا ہے۔

سیرانی اور صاحب السیر کے القاب کی وجہ:

آپ کے القاب بہت ہیں
لیکن سیرانی بادشاہ اور حضرت صاحب السیر کے نام سے مشہور ہیں اور آپ کی درگاہ
درگاہِ صاحب السیر لکھی جاتی ہے۔ آپ کو صاحب السیر یا سیرانی لکھا اور بولا جاتا

ا : مصباح نورانی ص۷

ف : حلیہ کا تصور خوب یاد اور ہر وقت خیال میں رہے تو حضرت علیہ الرحمۃ کی
زیارت یقینی ہے۔

ہے اس کے کئی وجوہ ہیں۔

۱۔ آپ نے اپنی تمام زندگی سفر میں بسر کر دی تھی اور کبھی بھی ایک جگہ قیام نہ فرماتے تھے ہمیشہ سفر میں رہا کرتے تھے۔

۲۔ آپ نے جب حضرت چادلیہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ریاضت کی تھی تو آپ غیب سے قد سیر الی الارض کی آواز سنا کرتے تھے۔ اس آواز کا ذکر جب آپ نے اپنے مرشد خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو آپ کے مرشد نے آپ کو سفر پر رہنے کی ہدایت کی تھی۔

۳۔ بزرگانِ دین کا مطلب دین کی حفاظت کرنا اور اس کی اشاعت کرنا تھا اور اشاعتِ اسلام ایک جگہ بیٹھنے سے نہیں ہو سکتی اس لئے مختلف مقامات کا سفر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ بہ ایں وجہ حضرت محکم الدین صاحب ہمیشہ سفر پر رہا کرتے تھے اور کسی جگہ پر ایک رات سے زیادہ قیام نہ فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کا کوئی معتقد آپ کو کسی جگہ ایک رات سے زیادہ قیام کے لئے مجبور کرتا تو آپ اس کے گھر میں دوسری رات دوسرے کمرے میں بسر فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک جگہ رہنے سے فقیر کا دم گھٹتا ہے آپ اپنے معتقد کی دل جوئی کے لئے دوسری رات بظاہر اس شخص کے پاس قیام فرماتے تھے جس نے آپ کو مجبور فرمایا ہو۔ لیکن باطنی طور پر آپ کسی اور مقام پر جلوہ افروز ہوتے تھے اس کے متعلق آپ کی حیات میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ ایک ایک وقت میں کئی مقامات پر ملتے تھے اس کی چند مثالیں باب کرامات میں مذکور ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

سلطان التارکین:

آپ کا ایک لقب سلطان التارکین بھی ہے اس کی وجہ حضرت خواجہ سلطان بالادین رحمۃ اللہ علیہ نے یوں لکھی کہ جب حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب

قدس سرہٗ نے آپ کو بہ غرض چلہ کشی حضرت چادلی مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں سپرد کر گئے یاد رہے کہ حضرت چادلی مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ از درگاہ خواجہ عبدالخالق صاحب سمت شمال فاصلہ بیس میل پر واقع ہے) اور مجاہدہ فرمودہ میں مشغول ہوئے چوں کہ افطار روزہ چلہ کے لئے آپ کی طبع مبارک کا میلان میوہ بیر سے تھا لیکن موسم میوہ مذکور نہ تھی۔ اس وقت ایک شخص منور چہرہ مقبول صورت نے حاضر ہو کر میوہ دیا اور وظیفہ سیروا فی الارض کی تلقین فرما کر آنکھوں سے غائب ہو گیا حضرت محکم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس میوہ سے روزہ افطار کیا اور مرشد کامل کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب شرف زیارت حاصل ہوئی تو تمام سرگذشت گوش گذار کی حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب نے مبارک دے کر فرمایا کہ درگاہِ الٰہی سے خضر علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میوہ سدرۃ المنتہیٰ سے تم کو لا کر دے یہ میوہ وہی تھا اور تمہارے لئے حکم سیر ہوا تھا۔ پس خواجہ محکم الدین صاحب نے بہ مجرد استماع پیام فرحت انزا دنیا کو تین طلاق دے کر آزادگی اختیار کی لہٰذا بہ لقب سلطان التارکین مشہور ہوئے[۱]

تعلیم و تربیت:

آپ کا تمام کنبہ حافظِ قرآن تھا۔ لہٰذا آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی اور تقریباً ۱۵ سال کی عمر میں ابتدائی درسی کتب ختم کیں۔ آپ کا بچپن اور تعلیم کا اکثر زمانہ آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرا[۲]

۲: مناقب المحبوبین میں قبلۂ عالم حضرت قبلہ نور محمد قدس سرہٗ کی رفاقت میں مختلف مقامات پر تعلیم کا ذکر ہے۔ لیکن تفصیل اور اساتذہ کے اسماء مذکور نہیں۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ حضرت صاحب السیر قدس سرہٗ ڈیرہ غازی خاں کے کسی مدرسہ میں تشریف لے گئے

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

۱: حدیقۃ الاسرار صفحہ ۲۶۵

قبلہ مہاروی اور سیرانی بادشاہ قدس سرہما :

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں اور بھائی محکم الدین لاہور گئے اور لاہور جاکر ایک عالم فاضل شخص کے پاس پڑھنے لگے اور تعلیم سے جو وقت بچتا لاہور کے گلی کوچوں میں گداگری کر کے وقت گزارتے۔[۱]

طالب علمی کا ایک واقعہ :

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک رات میاں محکم الدین کے ساتھ گداگری کے لئے گئے۔ رات نہایت اندھیری تھی۔ کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اندھیرے میں آپ کا پاؤں پھسلا اور کپڑے کیچڑ میں لت پت ہو گئے نہایت غمگیں ہوئے۔[۲]

(بقیہ از صد گذشتہ) وہاں سے حضرت صاحب السیر اور قبلۂ عالم مہاروی قدس سرہٗ لاہور اکٹھے کسی مدرسہ میں پڑھتے رہے پھر وہاں سے دونوں حضرات دہلی پہنچے۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ تو حضرت مولانا محب النبی فخر الدین قدس سرہٗ کے فیض سے مستفیض ہوئے لیکن حضرت صاحب السیر قدس سرہٗ کو اپنے عم زاد بھائی حضرت خواجہ حافظ عبد الخالق قدس سرہٗ نے واپس بلا لیا اور باطنی فیوض سے مالا مال فرما کر محکم الدین سے سیرانی بادشاہ بنا دیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

۱ : گلشن ابرار ص ۱۵، ۱۶ ۲ : گلشن ابرار ص ۱۶

س کے بعد مناقب المحبوبین میں لکھا ہے کہ دونوں (مہاروی و سیرانی) نے مل کر دستور ہے۔

ف : یہ تھے ہمارے اکابر جن کے آستانوں کی جبہ سائی کو ہم اپنے لئے دارین کی سعادت سمجھتے ہیں۔ آج ہم ہیں کہ علوم اسلامیہ کے حصول سے دور بھاگتے ہیں اگر کوئی سعادت مند اس زمرہ میں شامل ہوتا ہے تو اسے طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ہمارے دینی مدارس کے

(بقیہ ص آئندہ پر)

فخر جہاں دہلوی کی شاگردی :

بعض تذکرہ نویسوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ عبد الخالق نے بھی ان دونوں کے ساتھ مولانا فخر الدین دہلوی سے تعلیم حاصل کی۔ لیکن یہ روایت کم زور معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ ان دونوں حضرات کی حصولِ تعلیم کے دوران حضرت حافظ عبد الخالق قدس سرہٗ اپنے گھر پر درس و تدریس میں مشغول یا پھر شغلِ باطنی میں مصروف تھے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی حصولِ تعلیم سے پہلے حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ سے کچھ روز دہلی پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے ہوں[۱]

غازی پور :

فقیر جب عبد الستار تونسوی[۲] کے مناظرہ کے لئے قصبہ غازی پور ضلع ملتان میں حاضر ہوا تو بعض لوگوں نے بتایا کہ یہاں بھی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ کے استاذ کی مزار ہے نہ انہیں نام معلوم تھا نہ مزید حالات کا پتہ۔ واللہ اعلم واقعی وہ استاد بزرگ تھے یا عوام کا من گھڑت افسانہ۔

خلاصہ کلام :

مولوی عزیز الرحمٰن بہاولپوری نے ذکرِ خیر میں حضرت مولانا فخر الدین

(بقیہ حاشیہ از صد گذشتہ) کے طلبہ بھی اس سے سبق حاصل کریں کہ حصولِ تعلیم کے وقت باوجودیکہ انہیں عیش و عشرت کے جملہ سامان حاصل ہیں تب بھی ناخوش ہیں اور پھر علوم فہمی کی کم زوری کا کیا کہنا۔

۱ : مزید تبصرہ فقیر کی کتاب کشف الحقائق فی حالات خواجہ عبد الخالق میں ہے۔

۲ : یہ اپنے آپ کو بڑا مناظر کہلواتا ہے اور دیہاتیوں میں جاکر کہتا پھرتا ہے کہ روئے زمین پر میرا مدِ مقابل پیدا ہی نہیں ہوا لیکن جب فقیر اس کی سٹیج پر پہنچا تو کتابیں بھی بھول گئیں اور بھاگ کر ایک کوٹھڑی میں گھس گیا۔ بار بار للکارنے پر زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد" کا مصداق بن بیٹھا۔ تفصیل " روئیداد مناظرہ غازی پور" میں ہے۔

دہلوی سے تحصیلِ علم کا لکھا ہے لیکن یا فقیر نے حضرت مہاڑوی قدس سرہٗ کی کتب سوانح میں یہ لکھا دیکھا کہ حضرت سلیمان ثانی بادشاہ حضرت فخر دہلویؒ کے ہاں پڑھنے نہیں گئے تھے۔ بہرحال دیگر اساتذہ کے علاوہ فخرِ جہان دہلوی علیہ الرحمۃ سے بھی شرفِ تلمذ حاصل کیا اور تکمیلِ علوم عربی اسی جگہ ہوئی۔ علمِ ظاہری اور باطنی کے متعلق جیسا کہ آئندہ لکھا جائے گا اپنے عم زاد مرشد اور استاد خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب باکمال ہوئے تھے۔

فراغت از علومِ ظاہری:

دہلی میں ہی ابھی تعلیم جاری تھی اور سولہ سال کے لگ بھگ عمر تھی شرحِ وقایہ اور شرحِ عقائد پڑھ رہے تھے کہ شیخ نے واپس گھر بلا کر سلسلہ اویسیہ میں مجاز فرما کر عالمِ دنیا کی سیر و سیاحت کا حکم فرمایا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ابھی شرح عقائد، شرح وقایہ تک تعلیم کا سلسلہ پہنچا تو ان کے پیر و مرشد اور بڑے بھائی (عم زاد) حضرت شیخ المشائخ حافظ پیر عبدالخالق قدس سرہٗ نے اطلاع بھجوائی کہ آپ واپس آ جائیں۔ اب آپ کی تعلیم و تربیت میں خود کروں گا واپس آتے ہی سلسلہ اویسیہ قادریہ میں ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

علومِ ظاہری میں تبحرِ علمی:

باوجودیکہ علومِ باطنی میں آپ کو مشغولیت بہت زیادہ تھی لیکن علومِ ظاہری نہ صرف شرح وقایہ کی تعلیم کی استعداد کے مطابق تھی بلکہ جملہ علوم میں تبحر کمال تھا۔

چنانچہ لطائفِ سیریہ صـ۲۹ میں ہے:

" مولوی محمد صاحب کوٹ مٹھن والے جو بہاول پور کے مدرسہ عربیہ میں پڑھا کرتے تھے۔ شرح عقائد نسفی کے مشکل مقامات کا حل حضرت سے

کرایا کرتے تھے اور حکیم غلام مرتضیٰ صاحب نے شرح چغمینی کا ایک نہایت مشکل مقام حضرت کے فیض سے حل کیا تھا۔"

اس کی تفصیل آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بیعت کے بعد کی کیفیت:

حضرت مولانا مفتی غلام سرور قادری مرحوم لاہوری لکھتے ہیں کہ

اوقات در جذب و سکر گذرانیدے واستغراق و بے خبری بحد کمال داشت[1]	آپ اکثر وقت جذب و سکر میں بسر فرماتے اور استغراق و بے خبری کی کوئی حد نہ تھی۔

شیخ چاولی[2] کے مزار پر چلّہ:

شیخ المشائخ حضرت خواجہ حافظ عبدالخالق صاحب

---

[1]: خزینۃ الاصفیاء صـ۲۷۷ ج ۲

[2]: منڈی بورے والا سے دس میل کے فاصلہ پر دیوان چاولی مشائخ کی دربار ہے یہ بزرگ بہت پہلے کے بزرگ ہیں۔ دیوان چاولی مشائخ کی دربار پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیوانے تندرست ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی کرامت آج تک مشہور اور جاری ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کو بھی پہلے اس دربار سے روحانی فیض حاصل ہوا تھا۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کے مزارات بھی یہاں ہیں۔

وہ کنواں بھی یہاں ابھی تک موجود ہے جس کنواں میں حضرت بابا فریدالدینؒ نے چلہ نکالا تھا۔

رحمۃ اللہ علیہ نے مرید کرنے کے بعد آپ کو فرمایا کہ حضرت شیخ المشائخ دیوان چاولی رحمۃ اللہ کے مزار پر انوار پر اعتکاف بیٹھو۔

آپ بحکم پیرو مرشد شیخ چاولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر معتکف ہو گئے چالیس روز تک کھائے پئے بغیر صوم و صلوٰۃ میں گذار کر باہر نکلے۔[1]

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات:

آپ چلہ کی فراغت کے بعد روزہ کے افطار کے لئے بیری کے درخت کے قریب جا کر بیر توڑنے لگے تو ایک شیخ سفید پوش آپ کے سامنے غیب سے نمودار ہو کر بیر کے چند دانے پیش کئے اور اور کہا کہ:

از ایں جا برو کہ مقصود رسیدی۔[2]	یہاں سے چلے جاؤ کہ آپ کو اپنا مقصود مل گیا۔

شیخ نے غیبی بات بتائی:

جب آپ شیخ چاولی رحمۃ اللہ علیہ کی دربار سے فارغ ہو کر اپنے پیرو مرشد کی دربار میں پہنچے تو آپ نے ابھی بات بتانے کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا کہ آپ کے پیرو مرشد نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

چوں خاطر بکنار راغب شد	جب آپ کی خواہش بیر کے لئے
خضر علیہ السلام از حق نامور گردید	ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام
کہ از درخت سدرۃ المنتہیٰ واز	کو حکم دیا کہ سدرۃ المنتہیٰ سے بیر
کنار بمراد او فا حاضر کند	لے کر حضرت سیرانی رحمۃ اللہ
پس خضر تعمیل حکم کرد۔[1]	کی خدمت میں پہنچاؤ۔ چنانچہ وہ بیر جو آپ نے افطار کے وقت تناول فرمائے وہ بہشت سے آئے اور حضرت خضر علیہ السلام لائے

[1] خزینہ ص ۲۷۷ ج ۲ [2] خزینہ ص ۲۷۸ ج ۲

شیخ کا سیر کرنے کا حکم:

جب آپ اس چلے سے فارغ ہوئے تو شیخ نے حکم دیا کہ اب آپ سیر کریں اور گاہے گاہے ہمیں بھی مل بایا کریں۔

شیخ کی نگاہ میں آپ کا مقام:

ایک مدت کے بعد آپ اپنے پیرو مرشد کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ تو جوہر شناس مرد کامل نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ میں نے تو آپ کو معرفت کی خرمن سے صرف ایک چاول دیا لیکن واہ رے محکم دین تیری ہمت کہ تو نے اسے کئی من تیار کر لیا۔

مجرد کیوں:

شیخ نے اپنی تمام اولاد کو سیرانی کی اولاد سے مشہور کر دیا۔ آپ نے زندگی بھر نکاح نہیں کیا بلکہ عورتوں سے اتنا احتراز کیا کہ جہاں کہیں عورت کے پاؤں کا نشان پاتے تو بہت دور بھاگ جاتے۔

غور و فکر کی دعوت:

دور حاضرہ میں ہمارے عوام کے ذہنوں میں یہ بات گھر کر گئی ہے کہ پیرو مرشد وہ ہوتا ہے جس کا ٹھاٹھ شاہانہ ہو۔ جاگیرداری، سرمایہ داری اسی پر ختم ہو۔

[1] خزینہ ص ۲۷۸ ج ۲

کار موٹر کے بغیر سفر نہ کرے لباس و خوراک ایسی کہ اس پر امراء رشک کریں کسی پیر و فقیر کی اولاد ہو خواہ وہ نماز بالکل نہ پڑھے۔ ڈاڑھی چٹ صفا، سینما دیکھے، بزرگوں کا اڈہ بنائے رکھے۔ یہ تصورات عامیانہ اتنے غالب ہو گئے ہیں کہ آج کل علماء کی زبان حق گوئی سے گنگ یا کند ہے حالانکہ ایسے پیروں فقیروں کے متعلق مولانا روم قدس سرہٗ نے فرمایا ہ

اے بسا ردئے ہست ابلیس

پس بہر دستے نباید در دوست

فقیر اویسی غفرلہٗ اپنے پیر و مرشد سیرانی سائیں کی زندگی مبارکہ کا نقشہ پیش کرتا ہے تاکہ غلط خیالیوں کا قلع قمع ہو۔

لباس:

حضرت سادہ باندھتے تھے کبھی کبھی صوفیائے کرام کی مخصوص ٹوپی قادری بھی پہنا کرتے تھے۔ شلوار بھی پہنتے تھے۔ سردی کے موسم میں ایک دُھسہ اکثر کندھے پر رکھ کر سفر فرماتے تھے۔ مسنون لباس سے عمر بھر تجاوز نہیں فرمایا۔ سادگی ہمیشہ ملحوظ خاطر رہتی تھی۔ ایک دفعہ ایک مرید نے شلوار پیش کی اس کو قبول فرما کر استعمال فرمایا۔

غذا:

بہت سادہ غذا پسند فرماتے تھے کبھی تکلف خود کرتے تھے اور نہ کسی تکلف کرنے والے میزبان کے ہاں مہمان ہوتے مریدوں مہمانوں، میزبانوں اور خدام کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے اُبلے ہوئے چاول (خشکہ) اکثر کھایا کرتے تھے۔ غذا میں گھی برائے نام ڈالا جاتا تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ میاں محمد مقبول نے خشکے میں ذرا گھی زیادہ ڈال دیا تو اس پر ناراض ہوئے۔ کھانا بہت ہی کم کھاتے تھے۔ مسور کی بے روغن دال بھی حضرت کی پسندیدہ غذا تھی۔ ایک دفعہ گھر میں دال کچھ روغن پکی ہوئی سامنے لائی گئی۔ دال چکھ کر فرمایا کہ کھانے میں اگر تکلف کی یہی حالت رہی تو فقیر آئندہ گھر میں نہ

آیا کرے گا۔ بُھنے ہوئے دانے بہت پسند کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک کنوئیں پر بیٹھے ہوئے تھے زمین دار نے کنوئیں پر گاجروں کا ڈھیر لا کر دھویا اور صاف کر کے چلا گیا۔ خلیفہ محمد وارث صاحب نے پس ماندہ ٹکڑوں میں سے چھوٹی چھوٹی گاجریں چن کر پیش کیں تو بہت مزے سے ان کو کھایا اور فرمایا۔ محمد وارث وقت تو اس طرح بھی گزر جاتا ہے کیوں انسان تکلف اور تکلیف برداشت کرے۔ عام بزرگوں کا طریق ہے کہ ریاضت اور سلوک کے مراحل میں اعلیٰ قسم کے کھانے اور ٹھنڈے پانی سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کو من جملہ اسباب تنعم اور سامان آسائش اور مانع تقویٰ سمجھتے ہیں مگر حضرت ہمیشہ ٹھنڈا پانی استعمال فرماتے تھے اور اس کے متعلق ایک لطیفہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ٹھنڈا پانی پی کر بے اختیار زبان سے شکر الٰہی کے کلمات نکلتے ہیں اور ایسے کلمات دلی جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

عام حالات:

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ پابندی کرتے تھے علماء کی مجالس میں خوشی کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ سادات کے ساتھ بہت ہی نیاز سے پیش آتے اور ادب کرتے تھے روپیہ پیسہ کو کبھی ہاتھ نہ لگاتے تھے اور سونے چاندی کے زیورات کو بھی نہ چھوتے تھے۔ قلتِ طعام، قلتِ منام اور قلتِ کلام عادت ہو گئی تھی۔ حج شریف کا سفر بارہا فرمایا ہمیشہ پیادہ اور اکثر تنہا اس سفر میں رہتے تھے۔ ہمیشہ مجرد رہے اس لئے حضرت کی اپنی اولاد نہیں ہوئی۔ بھتیجوں کی اولاد وارث اور سجادہ نشین ہوئی۔ اپنی تجرید کے متعلق ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"ہر فقیر از تجرید و بے تعلقی و حشت — یعنی بے تعلقی کی یہ انتہائی منزل

و تفرید در اوائل عمر خاں حال بود — ہے کہ انسان دھوپ کی تمازت

کہ اگر فقیر از تاب آفتاب بسوئی — سے درخت کے سائے میں جانا

درختی میل رفتن۔ میکرد درخت از   چاہے تو درخت اس کے لئے
من میگریخت   وحشت کا سبق آموز ہو اور انسان کو
اس سے متمتع ہونے سے باز رکھے۔

اسی تجرد کی وجہ سے اب تک مزار شریف کے اندر عورتوں کا جانا ممنوع ہے ابتداء عمر سے چوں کہ اپنے عم زاد بھائی کے ساتھ دہلی میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا اور عمر کا دوسرا حصہ بھی بالعموم سیاحت و سفر میں بسر ہوا تھا اس لئے حضرت کی زبان ہندوستانی (اردو) ہوگئی تھی اور آخر عمر تک یہی زبان بولتے رہے۔ سفر میں ہمیشہ کوزہ، رسی، مصلیٰ، مسواک، سرمہ، کنگھی ہمراہ رہتی تھی۔

سواری :

ایک گھوڑا بھی زیرِ سواری رہا کرتا تھا۔ اس گھوڑے کا نام توکل تھا اسی طرح ایک اونٹ بھی سواری کے لئے حضرت نے رکھا تھا اس اونٹ کا نام درگاہی تھا۔ عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب کبھی سفر میں سواری ساتھ ہوتی تو اس کے لئے گھاس خود بھی کھودتے تھے اگرچہ گھوڑے کی خدمت کیلئے میاں محمد یوسف مامور تھا۔ لکھا ہے کہ گھوڑا توکل بھی فقیر کی صحبت کی وجہ سے اکثر گریہ کی حالت میں رہتا تھا اور اس پر وجد کا عالم طاری رہتا تھا۔ ایک دفعہ گھوڑا اپنی حالتِ وجد میں مست تھا کہ میاں یوسف   نے دیر تک اس کے گلے میں باہیں ڈال کر اظہارِ محبت کیا اس عمل سے میاں یوسف پر بھی ایک کیفیت طاری ہوگئی اور اس نسبت سے میاں یوسف کو عام طور پر میاں توکل کا مرید کہا جاتا تھا۔ اونٹ کی نسبت بھی بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ چنانچہ سفر میں ایک دفعہ درگاہی اونٹ ہمراہ تھا ایک مقام پر مسجد میں حضرت فرد کش ہوئے تو خدام نے اونٹ کو مسجد کے احاطہ میں ایک درخت جال کے ساتھ چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ حضرت نے جب اونٹ کو مسجد شریف کے جال کے ساتھ دیکھا تو فرمایا۔ میاں درگاہی یہ جال مسجد شریف کی ہے اونٹ نے فوراً جال کھانا

چھوڑ دیا اور اپنا منہ پھیر کر دوسری طرف کر لیا۔[1]

عادات و خصائل اور مشاغل :

ولایت گھر بیٹھے نہیں ملتی بلکہ اس کے لئے بہت بڑی ریاضت کرنی پڑتی ہے ذیل میں حضرت سیرانی سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے مشاغل پڑھ کر انھی کے مطابق زندگی ڈھالیئے ممکن ہے درجۂ ولایت نہ سہی اللہ والوں کے غلاموں میں نام لکھا جائے۔ منقول ہے کہ حضرت سیرانی سائیں بسا اوقات ساری رات ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے اگر کبھی سوتے تو تہجد کبھی قضا نہ ہوئی۔ صبح بہت سویرے جاگتے ہی ذکرِ جہر میں اور مراقبہ میں مصروف رہتے۔ جہر کے متعلق ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ذکرِ جہر اگر کر لیا جائے تو کم از کم اس طرح ہو کہ ہر مسام جان سے ذکر کی آواز سنائی دے یا خون کے فوارے نکلیں۔ ایک دفعہ ذکر میں مشغول تھے تو درخت کے پتوں سے بھی اللہ اللہ کی آواز سنائی دی۔ آپ ہر وقت اور ہر شے سے ذکرِ الٰہی سننا پسند فرماتے تھے نماز صبح کے بعد اشراق چاشت وغیرہ ادا کر کے قصیدہ امالی دعائے مغنی کا وظیفہ ظہر کی نماز کے بعد قرآن پاک کی منزل معتاد تلاوت فرماتے۔ فرائض مغرب کے بعد اوابین سے فارغ ہو کر قصیدۂ غوثیہ پڑھا کرتے تھے۔ رات کا اکثر وقت نوافل میں گزار دیتے تھے۔ تہجد کبھی قضا نہ کی۔ ہر وقت باوضو رہا کرتے تھے۔ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا احترام اور پابندی کرتے آدابِ شرعیہ سے ہرگز تغافل نہ کرتے تھے۔

---

[1] : اولیاء کرام کی نگاہ کا اثر نہ صرف حیوانات بلکہ جمادات پر بھی ہوتا ہے ؏
پڑ گئی جس پر نظر قطرے سے دریا کر دیا

یہ تمام مضامین "ذکرِ خیر" سے اور "انھوں" نے "لطائفِ سیریہ" سے لئے۔ دلائل کے لئے فقیر کی شرح مثنوی المعروف بہ صدائے معنوی دفترِ اول اور دوم دیکھیئے۔

سفر و حضر برابر

نہ صرف گھر پر معمولاتِ مذکورہ کی پابندی تھی بلکہ سفر میں بھی معمولات میں کمی کی بجائے اضافہ ہوتا چنانچہ علامہ داجلی لکھتے ہیں کہ "عرب شریف کا سفر کرات مرات یعنی بہت دفعہ بغیر سواری کے حضور نے طے فرمایا اور وظیفہ قرآن مجید ظہر کے وقت میں اور قصیدۂ غوثیہ مغرب کے وقت اور اوابین و اشراق اور اکثر اوقات نماز چاشت گاہے گاہے بجا لاتے تھے اور کسی وقت میں اعضائے شریف کو عبادت اور ذکر و فکر سے معطل اور فارغ نہیں فرماتے تھے اور ہر کار میں مداومت اور باوضو رہنا نہایت کوشش سے تمام اعضاء کو پاک رکھنا اور اسراف مال وغیرہ وغیرہ سے دور رہنا آپ کو محبوب تھا اور سامانِ وضو اور پاکیٔ اعضا مثلاً آفتابہ، رسی، مصلے، مسواک، سرمہ اور کنگھی وغیرہ اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔"

نفیس لباس سے آپ کو بے حد نفرت تھی۔ سونے چاندی اور زیورات کو کبھی نہ چھوتے تھے۔ دنیاوی خیالات کبھی بھی آپ کے نزدیک نہ بھٹکتے تھے۔ آپ نے ساری عمر شادی نہ کی۔ آپ کو بہت لوگوں نے اپنی لڑکیوں سے عقد کی دعوت دی مگر آپ نے یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ فقیر کو شادی کی خواہش اور ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مزار پر کسی عورت کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ آپ انتہا درجے کے سخی تھے کوئی سائل کبھی آپ کے دروازے سے خالی نہیں جاتا تھا۔ جو کچھ بھی کسی نے مانگا آپ نے اُسے اس کی حسبِ خواہش عطا فرما دیا۔ حالانکہ آپ کی ساری زندگی سفر میں بسر ہوئی۔ تاہم آپ جہاں جاتے لنگر کا انتظام ہوتا۔ راہِ خدا پر خرچ کرنے کے لئے آپ نہایت سخی اور جائز اخراجات کے لئے آپ نہایت ہی کفایت شعار تھے جہاں لنگر پر لاکھوں روپے خرچ کرتے وہاں چراغ کی بتی بھی ضرورت سے زیادہ اونچی نہ کرتے۔

آپ اپنے خادموں کی بڑی عزت اور قدر کرتے تھے۔

تکالیف کا خاص خیال فرمایا کرتے تھے۔ کوئی مرید بیمار ہو جاتا تو طبع پرسی کے لئے

تشریف لے جاتے۔

آپ سادگی کو بہت پسند فرماتے تھے اور ہمیشہ سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے تھے آپ کی ساری زندگی سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ ایک شلوار قمیص اور موٹے کپڑے (جو کہ کندھے پر رکھا کرتے تھے) سے کبھی تجاوز نہ فرمایا۔

آپ اکثر جو کی روٹی اور ماش کی دال کھاتے تھے اور دورانِ سفر سوکھی اور باسی روٹیاں ساتھ رکھتے تھے۔

آپ کسی کو ناجائز تنگ نہ فرماتے تھے۔ درگزر اور ایثار کا جذبہ آپ میں بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ اگر کسی نے آپ کو گالی دی تو آپ نے نہ صرف درگزر فرمایا بلکہ اس کے حق میں دعا فرمائی اور اس کو اعلیٰ مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اگر کوئی آپ کو گالی دیتا تو آپ اس کو کبھی تکلیف نہ پہنچاتے بلکہ اس کے لئے رحمت کا پیغام بن جاتے۔ خود تکلیف اٹھاتے لیکن دوسروں کو آرام پہنچاتے۔ خود بھوکے رہتے اور اپنا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے۔ تواضع و انکسار آپ کا ذاتی شعار تھا۔ دوسروں کو افضل اور خود کو حقیر تر سمجھتے۔ ہر ایک سے ادب کے ساتھ پیش آتے

بچپن کے ایام میں ہی نیکی کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر ہوتے تھے۔ آپ ابھی سولہ سال کے تھے جب درسی ابتدائی کتب ختم کیں اور اسی عمر میں آپ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ لوگوں سے کنارہ کشی کرتے تھے۔ کم بولتے، کم کھاتے اور کم سوتے تھے۔

انوار جلال اور جمال کے اس ذات مخزن اجلال کی صورت مقدسہ پر پے در پے نظر آتے تھے باوجود ان تمام شواغل جذبات و غلبہ ہائے تخلیہ و تحلیہ کے آداب شرعیہ کی بہ درجہ اتم رعایت فرماتے تھے اور زمرۂ سادات کرام اور علماء عظام سے نہایت محبت و رغبت رکھتے تھے اور غرباء اور مساکین پر نہایت شفقت اور نہایت الفت فرماتے تھے اور اہل دنیا سے کم رغبت فرماتے تھے اور زیارت کرنے والے کو فیض رسانی سے مہمل اور معطل نہیں چھوڑتے تھے اور آں حضرت کی مجلس میں بغیر وعظ اور امر معروف و نہی منکر کے کوئی اور سخن نہیں سنا جاتا تھا۔ باوجودیکہ آپ فقیر طبع اور سادہ منش تھے لیکن اُمراء اور رؤسا آپ کے حضور میں لرزہ اندام اور سہم جاتے تھے اور منکرین معترف اور مطیع ہو جاتے تھے اور ارواح اڑنے والے اور دل کے پرندے آپ کے تصرف میں مطمئن اور معلق تھے اور آپ کی نظر فیض اثر تعلقات امکانیہ اور اسوارت کونیہ سے بالا تر گزر کر کے مرکز مطلوب مطلق پر پہنچی ہوئی تھی اور وجد اور سماع کے طریق میں نہایت سست طبع تھے اور طریق تکمیل مریدین و طالبان سلوک کا عقل اور قیاس نرالا تھا چنانچہ کسی وقت محض ان کے دربار شریف کے پہنچنے میں اذکار کا ورد شروع ہو جاتا اور اسم ذات کے غلبات کا ہونا اور مراتب اقسام کشفہ عوام کو نصیب ہو جاتے تھے۔ بزرگان وقت بزرگی ترک فرما کر آپ کی حصول صحبت کے واسطے فخر کرنے والے اور خوش ہوتے تھے اور اولیاء زمانہ کے آپ کے قرب اور بلند مراتب بارگاہ ایزدی کا اقرار کرتے تھے اور دل سے جانتے تھے اور اسیران سلوک پروانہ وار آپ پر فدا ہوتے تھے۔

مسلک: آپ کا مسلک حنفی اہل سنت تھا۔ آج تک آپ کے خاندان میں بھی

مسلک اہل سنت جاری ہے۔ آپ کے مزار فیض بار کی ملحقہ جامع مسجد میں آج تک امام وہ مقرر کیا جاتا ہے جس کا مسلک اہل سنت ہو۔ خانقاہ شریف کے شہر کے لوگ بھی مسلک اہل سنت کے پیروکار ہیں۔ محکمہ اوقاف کے کارندوں نے بڑی کوشش کی کہ یہاں دیوبندی مسلک کا امام و خطیب مقرر ہو چنانچہ ایک عرصہ تک چوری چھپے اپنے مسلک کے ائمہ خطباء مقرر کئے لیکن جوں ہی عوام اور درگاہ کے متولیوں کو علم ہوا تو فوراً ان کو بھگا کر مسلک اہل سنت (بریلوی) کا امام مقرر فرمایا۔

پرانی یاد: جب بہاول پور میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی محمود الحسن دیوبندی کے ساتھ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ کا مناظرہ ہوا اور حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ نے مولوی خلیل احمد و مولوی محمود الحسن دیوبندی کو خارجی قرار دے کر بہاول پور سے نکلوایا تو اس فیصلہ میں اس وقت دربار کے سجادہ نشین حضرت نواب نبی بخش قدس سرہٗ اور مولانا عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے مؤیدین میں سے تھے۔

پاپیادہ حج: حضرت حیرانی بادشاہ قدس سرہٗ سیر و سیاحت کے دوران حج و زیارت، گنبد خضراء سے بارہا مشرف ہوئے جن کی تعداد کا علم نہیں ہو سکا ممکن ہے ہر سال حاضری ہوتی ہو جیسا کہ واقعات سے پتا چلتا ہے اور وہاں بھی بے شمار بندگان خدا کو فیوض و برکات سے نوازا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بالمشافہ حاضری سے مشرف ہوئے اور آپ کی طرف سے دستار مبارک سے بھی نوازے گئے جس کی تفصیل آتی ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

ہمیشہ لب پر مہر سکوت رہتی یا قال اللہ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان مبارک کھولتے۔ عبادات و ریاضات اور اخلاص و جواں مردی کی تلقین ہر بندۂ خدا کے

لئے جاری رہتی البتہ خواص کے لئے اشارات بھی فرمادیا کرتے۔

وہ مقامات جو منتہیوں کو انتہا پر کھلے آپ نے ابتداء میں حاصل کر لئے تھے۔
چنانچہ خود فرماتے کہ "فقیر پر تجرید و بے تعلقی اور وحشت و تفرید اوائل میں غالب تھی جیساکہ گزرا بلکہ یہ تجرید و تفرید تو آپ کو بچپن سے ہی نصیب تھی آپ زمانۂ طفولیت سے ہی گوشہ نشینی اور خلوت کو پسند فرماتے اور ذکر جہر ایسی ہمت و استعداد سے کرتے کہ ہر مسام سے خون جاری ہو جاتا۔

زبان فیض ترجمان:

آپ کی زبان فیض ترجمان سیف الرحمٰن تھی اگرچہ آپ کی مادری زبان اردو نہ تھی لیکن چوں کہ سیر و سیاحت میں رہنے کی وجہ سے اردو بولتے رہے کیوں کہ آپ کا سفر زیادہ تر ہندوستان کے ان علاقوں میں رہتا جہاں اردو بولی جاتی تھی اور دوران سفر بھی اردو بولنے والوں سے واسطہ پڑتا تھا اسی لئے اردو بولتے اسی زمانہ میں پڑھے لکھے اور اہل علم اسی زبان کو استعمال کرتے اور سیرانی بادشاہ کا اکثر مشغلہ اہل علم کے ساتھ رہتا علمی مباحث میں آپ اکثر اوقات حصہ لیتے تھے اسی لئے آپ کی زبان اردو رہی یہاں تک کہ اپنے وطن میں بھی اردو بولتے تھے اگر کوئی دوسری بولی بولتا مثلاً پنجابی، سرائیکی، سندھی تب بھی آپ اس کو اردو میں جواب دیتے۔[1]

سیرانی بادشاہ کا سلسلہ قادریہ:

حضرت سیرانی بادشاہ کا اویسیہ سلسلہ تو ہے

---

[1]: اس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ہمارے مشائخ لسانی تعصب سے پاک تھے انھیں مقصد سے کام تھا خواہ اپنی زبان سے پورا ہو یا کسی اور زبان سے۔ آج ہم ہیں زبانی تعصب میں پھنس کر ملک و ملت کا نقصان کر رہے ہیں۔ (اویسی غفرلہٗ)

ہی لیکن آپ شہباز لامکانی حضور محبوب سبحانی پیران پیر میراں محی الدین گیلانی سیدنا و مرشدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے بلاواسطہ (بطریقۂ اویسیہ) فیض یافتہ ہیں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اس فقیر (سیرانی بادشاہ) کو حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ العزیز سے بلاواسطہ فیض حاصل ہے اور اس فقیر کا سلسلہ قادری اویسی ہے۔[1]

قصیدۂ غوثیہ کی اجازت:

ایک شخص (جو کسی بزرگ کا مرید تھا اور وہ بزرگ صاحبِ وصال تھے) نے قصیدۂ غوثیہ کی اجازت چاہی۔ سیرانی بادشاہ نے اجازت سے انکار فرمایا وہ چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا اسے بلاؤ اس لئے کہ مجھے خود صاحبِ قصیدہ (یعنی سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ) نے اجازت کا حکم فرمایا ہے۔[2]

تقلیدِ شیخ جیلان:

سیدنا سیرانی بادشاہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اتنے دل دادہ تھے کہ باوجودیکہ آپ کا زیادہ تر لباس ہندوستانی وضع کا ہوتا تھا سر پر صافہ باندھتے لیکن کبھی کبھی کلاہِ قادری بھی اوڑھتے۔ آپ نے قول و عمل میں خود کو حضرت خواجہ اویس قرنی اور حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانی (رضی اللہ عنہما) کا نمونہ بنایا ہوا تھا۔[3]

مظہرِ اویس قرنی اور محبوبِ سبحانی غوثِ اعظم:

حقیقت یہ ہے حضور سیرانی بادشاہ کے حالات و کمالات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جذب و مستی کے لحاظ سے سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے اور کمالاتِ ولایت کے اعتبار سے حضور غوثِ اعظم جیلانی محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی الشیخ محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی (رضی اللہ عنہم) کے مظہر ہیں اپنے دور میں آپ نے ہر دونوں بزرگوں کے کمالات و مراتب کا نمونہ پیش کیا۔

---

[1]: ضیائے نورانی ص
[2]: لطائف سیریہ ص
[3]: اولیائے بہاولپور ص ۲۵۵

شریعت و طریقت

عوام کے ذہنوں میں بیٹھ گیا ہے یا بٹھایا گیا ہے کہ شریعت اور شئے ہے اور طریقت اور۔ یہ غلط اور سراسر غلط بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ جاہل پیروں نے جاہل مریدوں کو خوشامدی مولویوں کے ذریعے یہ پٹی پڑھائی ہوگی کیوں کہ ان غریبوں کا دھوکہ بازی کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جب کل کائنات کے پیر بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام کے مرشد حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیری مریدی کا دارومدار شریعت پر رکھتے ہیں باقی کون ایسا ہو سکتا ہے کہ ان کی پیری مریدی کو چیلنج کرے پھر یہ سب کو معلوم ہے کہ شریعت بیج ہے تو طریقت اس کا پھل ہے جب بیج ہی نہ ہوگا تو پھل کیسے نصیب ہوگا۔ اسی لئے حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

شریعت را مقدم دار اکنون
کہ شریعت نیست از طریقت بیرون

یہی وجہ ہے کہ ولایت کی سب سے اولین شرط شریعت پر ثابت قدمی ہے شریعت کے دائرے سے نکل کر اگر کوئی ہوا پر اڑتا ہے یا پانی پہ تیرتا ہے یا مٹی کو سونا بنا دیتا ہے اسی طرح ہزاروں شعبدے دکھاتا ہے ہم اسے ولی اللہ نہیں مانیں گے بلکہ شعبدہ باز یا بازی گر سمجھیں گے اسی لئے اولیاء کرام میں کوئی ولیٔ کامل شریعت کے خلاف نظر نہیں آئے گا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کے ہاں ایک شخص بیس سال رہا واپس جانے لگا تو آپ نے پوچھا کیوں ایسے جا رہے ہو کچھ بتایا تک نہیں۔ جواب دیا کہ مُرید ہونے آیا تھا

آپ سے کوئی کرامت نہیں دیکھی آپ نے فرمایا اس عرصہ میں مجھ سے کبھی کوئی عمل خلافِ سنت دیکھا، کہا نہیں فرمایا میری سب سے بڑی کرامت یہی ہے۔

اسی لئے فقیر اویسی غفرلہٗ اپنے مرشد کے حالات میں سب سے پہلے آپ کی شریعت کی پابندی کا عنوان پیش کرتا ہے۔

پابندیٔ شریعت:

فقیر اویسی غفرلہ نے سب سے پہلا یہ عنوان اس لئے قائم کیا ہے تاکہ سیرانی بادشاہ کا مرید اپنے آپ کو اپنے شیخ کے طرزِ عمل پر ڈھالے اور فنافی الشیخ کے مرتبۂ اُولیٰ کی تکمیل کے بعد باقی مراتب حاصل کرے۔ اب تفصیل کا آغاز ہوتا ہے۔ سب سے پہلے حضرت سیرانی بادشاہ کی شریعت کی پابندی کے واقعات عرض کروں تاکہ جاہل مرید کو جاہل پیروں اور بے عمل گدی نشینوں کی غلط کاریوں سے نجات نصیب ہو اور خوش فہم اور نیک عقیدت مُرید کو معلوم ہو کہ ہمارے پیر و مرشد تو دراصل وہ تھے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے پابند تھے اور یہ صاحبان صرف نام کے پیر ہیں اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے شعرِ ذیل کے مصداق ہیں۔

کارِ شیطان می کند نامش ولی
اگر اینست ولی لعنت بر ولی

شریعت کی پابندی اور تقویٰ:

ہمارے دور میں بعض پیری مریدی کا دھندا کرنے والے بعض پیر صاحبان کہتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور چیز۔ یہ ان کی جہالت بلکہ حماقت ہے اصل وجہ یہ ہے کہ اکثر درباروں کے گدی نشین اور پیرزادے اور پیری مریدی کا دھندا کرنے والے علمِ دین سے کورے اور پرلے درجے کے بدعمل ہیں۔ جاہل مریدوں کے سامنے اپنے عیوب چھپانے کے لئے ایسے ہی نہ صرف کہہ دیتے ہیں بلکہ ان

کے ذہنوں میں یہ بات نقش بپتھر کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسے جاہل پیروں اور پاگل مریدین کے دل میں علماء اور اہلِ دل کی قدر نہیں ہوتی بلکہ کُھلّم کُھلّا ان کی تحقیر و تذلیل کرتے ہیں۔ ادھر بعض جہلاء واعظین بھی ان کی خوشامد اور چاپلوسی میں آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ حالانکہ تصوّفِ اسلام کا مسلّم قاعدہ ہے کہ ولی اللہ وہ ہے جو شرع کا پابند ہو ورنہ وہ ولی اللہ نہیں بلکہ ولی الشیطان ہے۔

اسی لئے نہ صرف حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ شرع کے پابند تھے بلکہ ہر ولی اللہ کا یہی دستور رہا اور تا قیامت رہے گا (انشاء اللہ)

چند آدابِ شرع:

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سفر و حضر میں

۱۔ تلاوت کے لئے ہر وقت قرآن حمائل کے طور پر گلے میں رکھتے تھے لیکن دل کے مقام سے نیچے نہ ہونے دیتے۔

۲۔ تلاوت کے وقت اتنا ادب ملحوظ تھا کہ اچانک اگر ہاتھ پاؤں کو لگ جاتا تو اسے پانی سے دھوتے تاکہ وہی ہاتھ قرآن مجید کو مس نہ کرے۔

۳۔ قبلہ کی طرف ہرگز نہ تھوکتے اور نہ ہی ایسی بے ادبی کو اچھی نگاہ سے دیکھتے۔

۴۔ رات کے وقت تلاوت کرتے تو چراغ کی بتی بہ قدرِ ضرورت رکھتے اگر اتفاقاً کچھ اونچی ہوتی تو اسے نیچے کر دیتے ایسے ہی موسم سرما میں آگ بہ قدرِ ضرورت روشن کرتے تلاوت کے وقت آگ کی روشنی سے کام لیتے اور چراغ گل کر دیتے آگ بجھانے کے بعد تہجد کے لئے آفتابہ انگاروں پر رکھ دیتے تاکہ آگ کے انگارے ضائع نہ جائیں۔

وضو کے پانی میں احتیاط:

جب آپ بھڈی شریف اپنے عزیزوں میں تشریف لے گئے تو اپنے وضو کے پانی کا وزن کرایا جو پورا اترا اس پر آپ نے شکرِ الٰہی ادا کر کے فرمایا

الحمد للہ میرا وضو عین شریعت کے مطابق ہے۔ اسراف سے کام نہیں لیا جاتا۔

کچّے پیاز:

مولوی محمد حاصل حنفی چشتی مرحوم سیرانی بادشاہ سے متعارف نہ تھے۔ آپ کبھی کبھی ان کی مسجد میں اقامت پذیر ہوتے مولوی صاحب آپ کو عام مسافر سمجھ کر دو روٹی اور کچے پیاز پیش کر جاتے آپ نے انہیں فرمایا مولانا میرے ہاں اپنا سفر خرچ ساتھ ہوتا ہے لیکن چوں کہ دعوت قبول کرنا سنّت ہے اس لئے آپ کی روٹی تو میں لے لیتا ہوں لیکن پیاز نہ لایا کریں اس لئے کہ کچّے پیاز کھانا مکروہ ہے[1] اور مسجد میں تو اور زیادہ گناہ ہے۔

بیگانہ مال:

میاں عبدالرحمٰن مؤذن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت سیرانی بادشاہ کے ہمراہ پیادہ چل رہا تھا اور آپ گھوڑے پر سوار تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے پانی کا بھرا ہوا آفتابہ اُٹھایا ہوا تھا باقی خلفاء اور معتقدین پیچھے آ رہے تھے۔ راستہ میں حضرت صاحب گھوڑے سے اترے اور دریافت فرمایا یہ آفتابہ کس کا ہے۔ میں نے کہا یہ حافظ جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے کچھ فاصلہ پر کُنواں آ گیا اور آپ گھوڑے سے پھر اُترے۔ رفع حاجت کی اور کُنوئیں سے وضو کیا۔

انتباہ:

آفتابہ اس لئے استعمال نہ فرمایا کہ وہ حافظ صاحب کا تھا اور آپ نے بلا اجازت اسے استعمال نہ کیا۔ حالانکہ حافظ صاحب آپ کا معتقد اور جان نثار تھا۔ یہ آپ کی پابندئ شریعت کی بہترین مثال اور لیڈروں یعنے پیری مریدی کے دھندا کرنے والوں کے لئے درسِ عبرت۔

---

[1] : لطائفِ سیریہ ص

امامِ مسجد:

ایک دفعہ کسی مسجد میں نماز پڑھی تو امام صاحب کو فرمایا کہ مولانا اگرچہ آپ نے نماز بہت اچھی پڑھی لیکن اگر آپ سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ادا کرتے تو اور بہتر ہوتا۔

مولوی صاحب نے ادھر ادھر کی باتیں اور اعتراضات کر کے ٹال دیا اور حضرت کے ارشاد کی پروانہ کی۔ اسی طرح دوسری دفعہ اسی مسجد میں اتفاق ہوا تو آپ نے اس وقت بھی سنتِ نبویہ کی تعلیم دی۔ مگر مولوی صاحب نے عمل نہ کیا جب تیسری مرتبہ مولوی صاحب نے دیکھا کہ حضرت صاحب موجود ہیں تو نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ سنتِ نبوی کے مطابق نماز ادا کی مولوی صاحب کا بیان ہے کہ جب میں نے بفرمانِ حضرت سیرانی سائیں سنتِ نبوی کے مطابق نماز ادا کی تو میں نے بیت اللہ کی زیارت کی اس کے بعد ہمیشہ مولوی صاحب حسرت میں رہے اور کہتے کاش کہ میں حضرت سیرانی بادشاہ کے فرمان پر عمل کرتا۔

بے ہنگام وجد پر تنبیہ:

میاں محمد اعظم کو وضو کے لئے آفتابہ بھرنے کو دیا۔ آواز سن کر میاں اعظم کو وجد آگیا۔ سیرانی بادشاہ نے فرمایا میاں اعظم وقت اور مکان کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ ہر جگہ رقص کرنا اچھا نہیں۔ شریعت اور طریقت کے آداب دیکھے جاتے ہیں۔

خلافِ سنت عمل کرنے کی سزا:

میاں شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ایک بزرگ کا مزار تھا۔ ان کی خانقاہ زیارت گاہ خواص وعوام صبح وشام تھی دریا کی طغیانی کی وجہ سے خانقاہ کو نقصان پہنچا۔ جب عوام نے بزرگ کا صندوق قبر سے

نکالا تو سوائے ہڈیوں کے اور کوئی چیز باقی نہ تھی۔ میاں شمس الدین کہتے ہیں کہ میں نے دل میں خیال کیا جب بزرگوں کی یہ حالت ہے تو ہم گناہ گاروں کا کیا ہوگا۔ حضرت صاحب البیر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا۔ میاں شمس الدین جو شخص سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا اس کا جسم سلامت رہے گا۔ اگر ذرہ برابر بھی بے پروائی کرے گا تو باوجود کمالاتِ باطنی کے اسی قدر جسم میں نقصان اور فتور ہوگا۔

شرعی بال:

ایک فقیر کے سر پر بال بڑے دیکھ کر فرمایا کہ سر کے بال نہ ہوں تو عبادت اچھی ہوتی ہے فقیر نے بال منڈانے کا ارادہ فرمایا تو حکم ہوا اگر جا کر منڈوانا چوں کہ وہ فقیر داجل کا تھا بڑے بال رکھنا ان کی عادت تھی اور ان سے وہ بال مراد ہیں جو حدِ شرع سے زائد تھے! لیکن حضرت سیرانی قدس سرہ کے طریقہ میں سارے سر کے بال منڈوانا تھا اسی لئے آپ نے اسے اسی طرف اشارہ فرمایا۔[1]

خلقِ خدا کو تکلیف نہ دو:

حضرت سیرانی بادشاہ کا کوئی خلیفہ سفر میں ہمراہ تھا اور چلہ کر رہا تھا روزے رکھتا لیکن افطار دودھ سے کرتا۔ ایک دفعہ ایسی جگہ قیام ہوا جہاں دودھ میسر نہ آسکا آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ لوگوں کو تکلیف دے کر دودھ میسر کروگے تو روزہ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی معرفت دودھ کے ساتھ افطار کرنے پر منحصر نہیں ہے۔ لوگوں کی تکلیف کا باعث نہیں بننا چاہیئے۔

ف: لیکن آج کل سر نہ منڈانا ہی بہتر ہے کیوں کہ سر منڈانا وہابیوں (خارجیوں) کا شعار ہوگیا ہے اور بد مذاہب کے شعار سے احتراز ضروری ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب وہابی کی نشانی۔

بھوکے کتّے کے لئے حج قربان :

کسی نے حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ آپ کو یہ مدارج کس طرح حاصل ہوئے آپ نے فرمایا ایک سال سخت قحط پڑا۔ ایک کتے کو بھوکے مرتا دیکھا ایک شخص سے روٹیاں طلب کیں اس نے کہا سات حج کا ثواب دے دو پھر روٹی ملے گی۔ میں نے اس کُتّے کی جان بچانے کے لئے سات حج کا ثواب اس شخص کے مِلک کر کے سات روٹیاں لے لیں اور وہ سب کی سب میں نے کُتّے کو کھِلا دیں میں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کیا تو اس نے مجھے اپنی خاص نوازشوں سے نوازا۔

پورے سر کا مسح :

بیماری کا علاج کرتے تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرید نے سر کے درد کی شکایت کی تو سیرانی بادشاہ نے فرمایا کہ پورے سر کا مسح کیا کرو اس نے ایسے کرنا شروع کیا تو شفایاب ہو گیا حالانکہ اس سے قبل وہ پورے سر کا مسح نہیں کرتا تھا۔ اس کی تفصیل آئے گی (انشاء اللہ تعالیٰ)

توکل گھوڑے کو شرع کا پابند بنا دیا :

سیرانی بادشاہ کو حضرت پیرو مرشد حافظ عبدالخالق قدس سرہٗ نے سواری کے لئے ایک گھوڑا ساتھ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے ایک گھوڑا خریدا۔ ایک مرتبہ آپ گھوڑے پر سوار تھے کہ وہ گھوڑی کو دیکھ کر ہنہنایا آپ فوراً اس سے اتر پڑے اور فرمایا جب فقیر کو دنیوی خیالات نہیں تو فقیر ایسے گھوڑے پر کیوں سوار ہو جس کے اندر دنیوی خواہش بھرپور ہے۔ آپ کا یہ کہنا تھا تو فوراً وہی گھوڑا خصی ہو گیا۔ اس کے بعد آپ اس پر سوار ہوئے اور اس کا نام توکل رکھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے توکل جہاں ٹھہرے گا فقیر وہاں آرام کرے گا۔ آپ اپنی مرضی

سے کہیں نہ جاتے تھے جس طرف توکل چل پڑتا اور جہاں رک جاتا آپ بھی وہیں چلے جاتے اور قیام فرماتے۔

صحبتِ مجذوب :

حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ مجذوب کی صحبت میں بیٹھنا جائز ہے یا نہیں ؟ آپ نے فرمایا ان کے ساتھ میل جول اٹھنا بیٹھنا درست نہیں اس لئے کہ یہ لوگ بظاہر پابندِ شرع نہیں ان کی مثال کھانڈ کی ہے کہ اس کے میٹھے ہونے میں کلام نہیں لیکن جب اس میں گندگی کی ملاوٹ ہو جائے تو نجس اور ناپاک ہو جاتی ہے ایسے ہی یہ لوگ شرع کے خلاف کی گندگی میں ملوث ہیں۔

خلافِ شرع تعویذوں پر سرزنش :

ایک سیّد صاحب عملِ حب میں کافی شہرت رکھتے تھے لوگوں کا خیال تھا کہ اس کا تعویذ آٹھ پہر کے اندر کام کر دکھاتا ہے حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ کو سیّد مذکور کا کارنامہ سنایا گیا تو آپ نے فرمایا وہ سیّد خلقِ خدا میں فساد کا موجب ہے۔ ایک ناجائز فعل سے حق دار کو پریشان اور مجبور کرتا ہے۔ غیر محرم

---

۱ : لطائفِ سیریہ ص۸۶

کے لئے دوسرے کو مبتلا کر کے بہت بُرا کرتا ہے وہ سید صاحب محفل میں موجود تھے فوراً تائب ہوئے آپ نے سید صاحب کو سخت تاکید فرمائی اور فرمایا یہ کام بُرا نہیں بلکہ سخت گناہ ہے۔

سید مذکور کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت سیرانی بادشاہ کے رعب سے میں نے توبہ تو کر لی لیکن تقاضائے بشریت سے مجھے پھر اس دھندا کے کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن سیرانی بادشاہ قدس سرہ کی برکت سے وہ عمل بے اثر سا ہو گیا۔

تعویذ کی اُجرت :

حضرت سیرانی بادشاہ تعویذ کی اجرت کے خلاف تھے۔ لیکن بلا اُجرت تعویذات کے نہ صرف قائل بلکہ اس کے خود بھی عامل تھے۔ دوسروں کو بھی ان کی اہلیت کے پیشِ نظر اجازت مرحمت فرماتے تھے۔

دولتِ دنیا سے نفرت :

ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشاہ مخدوم گنج بخش مرحوم سجادہ نشین دربار گیلانی اوچ شریف کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے انھوں نے ایک تھیلی روپوں کی نذر گزاری آپ نے لینے سے انکار کر دیا صرف ایک روپیہ اٹھایا وہ بھی دربار شریف کے نذر کر دیا [1]

علمائے کرام اور طلبائے اسلام :

علماء اور طلبہ سے گہری محبت تھی کبھی کبھی ان کے پاس ان کی علمی جذبات کی وجہ سے تشریف لے جاتے تھے اور حسبِ استطاعت ان کی مالی امداد بھی فرماتے۔ راہِ گذر پر کوئی دینی مدرسہ مِل جاتے تو اس میں ضرور جاتے۔ چنانچہ حضرت بھر چونڈی شریف کے خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

[1] : لطائفِ سیریہ صہ ۲۲۶

نے اپنے حالات میں اپنے متعلق انکشاف فرمایا جس کی تفصیل آتی ہے۔ (انشاء اللہ)

لذاتِ دنیا سے نفرت :

حضرت سیرانی بادشاہ لذاتِ دنیا دی سے بالکل متنفر تھے۔ سادہ لباس اور سادہ خوراک آپ پسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک عقیدت مند نے دعوت دی اور آپ کے سالن میں گھی زیادہ ڈالا جب یہ کھانا آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے کھانا کھانا چھوڑ دیا اور ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ میں آئندہ تمہاری دعوت کبھی قبول نہیں کروں گا۔

نذرانوں سے نفرت :

حضرت سیرانی بادشاہ ایک مولانا صاحب کے ہاں کبھی کبھی تشریف لے جاتے وہ آپ کو گاہے گاہے کوئی کپڑا نذر کے طور پر پیش کر دیتا تھا ایک دفعہ اس کے پاس کوئی کپڑا ایسا موجود نہ تھا جو نذر گزارتا جب آپ واپس تشریف لے گئے ملا صاحب کو یہ امر شاق گذرا کہ حضرت خالی جائیں ایک دستار لے کر پیچھے دوڑا اور راستہ میں پہنچ کر عرض کیا حضرت معمول لایا ہوں قبول فرمائیں۔ حضرت معمول کے لفظ سے جلال میں آگئے اور فرمایا معمول بھاٹوں اور میراسیوں کے لئے ہوتے ہیں۔ فقیر ایسے معمول سے معذور ہے اگر تم میرے آنے کو معمول سمجھتے ہو تو فقیر پھر تمہارے پاس نہ آئے گا۔

شوقِ اشاعتِ اسلام :

حضرت سیرانی بادشاہ کو اشاعتِ اسلام میں اتنا انہماک تھا کہ عمر بھر شادی (نکاح) نہیں کیا کیوں کہ آپ کا خیال تھا کہ شادی (نکاح) کر لینے سے مقصدِ حقیقی یعنی اشاعتِ اسلام اور فیضِ عام نہ ہو سکے گا [1]

[1] نکاح و بیاہ نہ کرنے کے کئی وجوہ بیان کئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے ہر تینوں صحیح (بقیہ صہ آئندہ پر)

اولیاء اللہ کی قسمیں اور شرع کی پابندی :

مجموعی طور پر اولیاء کرام دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو چلہ کشی سے راہِ سلوک طے کرتے ہیں اس جماعت کے بزرگوں کا

(بقیہ حاشیہ از صہ گذشتہ) ہوں کیوں کہ اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ایک فعل کے علل متکاثرہ ہوا کرتے ہیں تو حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ کا یہ فعل انھی عللِ متکاثرہ سے ہو۔

سوال: نکاح سنت ہے حضرت سیرانی بادشاہ کا نکاح نہ کرنا خلافِ سنت ہے اور سنت کے خلاف کرنے والا کبھی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔

جواب: نکاح نہ صرف سنت بلکہ اس کی ایک قسم وجوبی ہے جب کہ غلبۂ شہوت ایسا ہو کہ زنا کے ارتکاب کا یقین ہو اور نکاح کے اسباب بھی میسر ہوں اور اس کی صورت مکروہ یعنے حرام ہے جب کہ انسان میں مادۂ شہوانی نہ ہو۔ ایسے حضرات خود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بہ کثرت تھے ان میں ایک حضرت صفوان رضی اللہ عنہ بھی تھے تحقیق کے لئے دیکھیے فقیر کی کتاب "شرح حدیثِ افک" اور حضرت سیرانی قدس سرہ اپنا عذر خود بیان کر چکے ہیں جیسا کہ اسی کتاب میں تصریحات ہیں اور حضرت سیرانی بادشاہ نے تو عشق کی تپش سے ایسے خیالات کو جلا کر راکھ بنا دیا تھا۔

لطیفہ: جو شخص اپنے سے مادۂ شہوانی ختم کرنا چاہے تو ایسے خیالات و تصورات دل پر نہ آنے کی ایسی ورزش کرے کہ اُلٹا اس خیال اور اس کے متعلقات سے قلبی نفرت ہو جائے جیسے حضرت سیرانی قدس سرہٗ کا حال تھا کہ آپ کو نہ صرف عورتوں سے نفرت تھی بلکہ راستہ پر اگر کسی عورت کا نقشِ قدم نظر آجاتا تو وہ اس راستہ پر چلنا چھوڑ دیتے۔ اور آج تک یہ مثال قائم ہے کہ آپ کے مزار کی چار دیواری

(بقیہ صہ آئندہ پر)

نام قطب اور اوتاد وغیرہ بھی ہے۔ یہ لوگ بہت ہی کم سفر کرتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی قسم کے لوگوں کے سرتاج تھے۔ دوسری جماعت کے لوگ خرقۂ فقر کے ساتھ ہی سیاحت، بادیہ پیمائی اور سفر کی مشکلات میں ڈال دیئے جاتے ہیں اس طرح سے وہ اپنی عبادت کا لطف اور غربت کی چاشنی پردیس کی پژمردگی کے عادی بنائے جاتے ہیں۔ ان کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ دنیا میں ان کا کوئی وطن نہیں ہے کوئی ہمدرد، رشتہ دار کوئی تعلق دار نہیں ہے وہ صرف خدا کے پیارے بندے ہیں اور خدا تعالیٰ ہی ان کا مونس و غم خوار ہے اس جماعت والے ابدال اور سیرانی کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب اسی دوسرے قسم کے بزرگوں میں ممتاز تھے۔ آنکھ کھلی تو دبستانِ علم و عمل دہلی میں دیکھا۔ درسِ معرفت شروع کیا تو مزار مبارک شیخ چاولی رحمۃ اللہ علیہ پر جانے کا ارشاد ہوا اس چلہ میں اور اس سے بیشتر بارہا سیروا فی الارض کا پیغامِ جان نواز سنا۔ اب جو چلہ سے فارغ ہو کر پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں سے بھی یہی ارشاد پایا۔ تعمیلِ ارشاد ایسی کی کہ موت بھی وطن میں نہ آئی اگرچہ صحیح تعداد کسی کتاب سے نہیں معلوم ہو سکتی مگر حضرت نے پاپیادہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) میں عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔

ازالۂ وہم: اولیائے کرام کے مختلف طریقے ہیں۔ ان طرق کو سلوک سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کے راستوں کی کوئی شمار نہیں۔ یہاں تک کہ سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کے ملنے کے اتنے کثیر راستے ہیں کہ دنیا بھر کی ریت کے قطرات ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

اسی لئے ہم عوام کے لئے حکم ہے کہ ہم کسی بھی اللہ والے کے کسی بھی عمل پر نکتہ چینی نہ کریں۔

کئی حج کئے۔ حج شریف کے کئی سفروں کا ذکر لطائف[2] میں بھی مذکور ہے اس زمانہ میں تمام سفر پا پیادہ ہی ہوا کرتے تھے۔ ریلیں نہ تھیں مگر اُس وقت بھی خراسان، دہلی۔ ملتان داجل، جیسلمیر، کاٹھیاواڑ، سندھ، کوٹ مٹھن۔ جھڈی۔ ڈیرہ اور بہاولپور ان کے روزمرہ سفروں کے مقامات تھے۔ سفر کی عادت یہاں تک استوار ہوگئی تھی کہ کبھی ایک مقام پر ایک شب سے زیادہ قیام نہ فرماتے تھے اگر کہیں ایک ہی مقام پر دو[2] راتیں ٹھہرنے کا اتفاق پیش آجاتا تو میزبان سے کہہ کر مکان تبدیل فرما لیتے تاکہ ایک ہی مکان میں دو شب ٹھہرنا نہ پایا جاوے۔

لیکن باوجود ایں ہمہ شریعتِ مطہرہ کی پاس داری اور پابندی سفر و حضر میں برابر رہی۔ نہ صرف خود بلکہ اپنے خدام و متعلقین و معتقدین و مریدین یہاں تک کہ اپنی سواریوں کو بھی شرع شریف کا پابند فرما دیا کبھی اسے بطور کرامت بھی اس پر عمل درآمد کی تنبیہ فرماتے۔

ایک دفعہ آپ کسی جگہ تشریف فرما ہوئے۔ ایک خادم آپ کے گھوڑے کے لئے گھاس لینے گیا تو ایک خربوزہ بغیر اجازت اٹھا کر گھاس میں چھپا لایا اور دیکھا کہ حضرت صاحب اور باقی حضرات نیند میں ہیں۔ چاہا کہ کھاؤں۔ جب اپنا توسے خربوزہ کاٹا، حضرت نے منہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر دیکھا۔ چند پھانکیں حضرت کی خدمت میں پیش کیں لیکن حضرت نے تناول نہ فرمائیں اور پھر بستر پر دراز ہو گئے اور خادم نے چاہا کہ دوسرا خربوزہ پہلے حیلے سے لے آوے۔ جب قدم دروازہ سے باہر رکھا، حضرت سیرانی بادشاہ نے آواز دی کہ اے احمق شریعت کا پاس رکھ۔ خادم شرمندہ ہو کر بیٹھ گیا۔

اسراف پر ناراضگی:

ایک دفعہ حضرت سیرانی سائیں رحمۃ اللہ علیہ کو کھانسی

کی شکایت تھی ایک طبیب سے لعوق تیار کرا کے پیش کیا گیا اس سے آپ کو کافی افاقہ ہوا۔ دوبارہ وہی لعوق تیار کرا کر پیش کیا گیا تو آپ نے قیمت دریافت فرمائی تو قیمت بہت زیادہ سُن کر فرمایا یہ اسراف کیوں کیا۔ معمولی تکلیف کے لئے اتنی قیمتی دوا کا کوئی جواز نہ تھا۔[1]

ایک دفعہ دیوان محمد غوث رحمہ اللہ نے دعوت کی تو اس میں تکلف بہت تکلف کھانے پکوائے اور بطور نذرانہ اشرفیوں کا تھال پیش کیا۔ حضرت سیرانی سائیں ناراض ہوئے اور فرمایا یہ اسراف ہے نذرانہ قبول نہ کیا۔ اصرار پر صرف ایک روپیہ لے لیا۔

شہرت سے نفرت:

سیرانی بادشاہ کو یہ سخت ناگوار تھا کہ آپ کو کسی امیر کی طرف منسوب کر کے کہا جائے کہ آپ فلاں صاحب کے پیر و مرشد ہیں۔ ایک دفعہ ایک بڑے زمین دار کے ہاں مریدین سمیت دعوت ہوئی کسی درباری نے ایک ساتھی سے آپ کے سامنے کہہ دیا کہ آپ ہمارے زمین دار کے پیر ہیں۔ یہ سن کر آپ کی طبیعت مکدر ہو گئی۔ نماز ظہر سے لے کر عصر تک استغفار پڑھتے رہے۔[2]

دال بے روغن:

حضرت سیرانی قدس سرہ کو دال بے روغن بہت پسند

1: لطائفِ سیریہ ص ۱۲۵، 2: ایضاً

تھی ایک دفعہ دال میں گھی ڈال کر دال مسور کو برغن پکایا گیا جب یہ کھانا حضور سیرانی قدس سرہٗ پیش کیا گیا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور غصے سے فرمایا اگر تکلفات کا یہی حال رہا تو فقیر تمہارے ہاں نہ آئے گا اور نہ کھانا کھائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم:

مفتی محمد ظریف ملتانی جو اپنے وقت کے عارفِ کامل، عاشقِ واصل اور کتاب و سنت کے مکمل پابندِ عمل تھے۔ فرماتے ہیں کہ علماء سے سیرانی بادشاہ بہت شفقت فرماتے ایک دعوت پر مجھے ساتھ لے گئے ہمارے ساتھ اور ساتھی بھی بہ کثرت تھے حضرت سیرانی جب چلتے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے مشابہ ہوتے بظاہر تو آپ آہستہ آہستہ چل رہے تھے لیکن دوسرے لوگ دوڑنے کے باوجود بھی آپ کے قریب نہیں پہنچ سکتے تھے اور میں کسی کا مرید نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن آپ کی سیرت کو دیکھ کر خاصہ معتقد ہو گیا۔

مُردہ کو شریعت کی پابندی کا حکم:

حضرت سیرانی بادشاہ کے وصال کی خبر مشہور ہو گئی آپ کے مریدِ صادق میاں یار محمد نجار مرحوم اس خبرِ وحشت اثر سے اپنا مال و اسباب راہِ خدا میں لٹا کر گھر سے بالکل نکل کر تحقیق کے لئے چل پڑا کنارۂ دریا پر آپ کو دیکھا کہ گدڑی سی رہے ہیں دیکھ کر فرمایا میاں یار محمد خبر صحیح تھی لیکن دراصل حاجی علی اکبر فوت ہوئے ہیں۔ چلو ان کی قبر پر فاتحہ پڑھ لیں قبر پر پہنچے تو ہم نے سنا کہ حاجی علی اکبر قبر میں بھی ذکرِ جہر میں مشغول ہیں۔ آپ نے ان کی قبر پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ حاجی علی اکبر تجھے ذکرِ الٰہی تو یاد ہے لیکن شریعت کا پاس نہیں اس کے بعد قبر سے ذکر کی آواز بند ہو گئی۔

درسِ مساوات:

میاں محمد مقبول فرماتے ہیں کہ بموقع عرس حضرت گنجِ شکر قدس سرہٗ

میں خشک چاول پکاتا اور حضور سیرانی بادشاہ فقراء کے ساتھ مل کر تناول فرماتے ایک دن میں نے آپ کے لئے علیحدہ چاول تیار کئے اور ان میں گھی ڈالا۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر دن کے چاولوں میں بھی گھی ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں اس پر آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا بلکہ ہمیشہ ایک طرح کا کھانا پکایا کرو۔

چنے غذا:

حضرت سیرانی بادشاہ بھنے چنے خوش ہو کر کھایا کرتے اور فرماتے یہ پاک و صاف کھانا ہے۔ [1]

سر کا درد کافور:

حضرت سیرانی سائیں کے ایک مرید مولوی محمد حسین مرحوم کو دردِ سر نے عاجز کر دیا۔ آپ کی زیارت کی حاضری دی۔ آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ مولوی صاحب نے اپنی شکایت پیش کی آپ نے فرمایا سارے سر کے مسح کی سنت پر دردِ سر دفع ہو جاتا ہے۔ مولوی صاحب مذکور نے ہر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا تو دردِ سر فوراً ختم ہو گیا۔ [2]

فائدہ: حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ کی شرع شناسی کا کمال دیکھئے کہ ایک طرف شرعی مسئلہ پر عمل کرانے کا حکم فرمایا تو دوسری طرف شرعی مسائل و احکام کے اسرار و رموز سے بھی آشنا فرما دیا کہ جس طرح پورے سر کے مسح سے سر کا درد دور ہو گیا ہے ایسے ہی ہر شرعی مسئلہ پر عمل کرنے سے دین بھی نصیب ہوتا ہے اور صحت و عافیت بھی اور دنیا کے بہت سے امور بھی حل ہوتے ہیں۔

---

[1]: سوانح صاحب السیرؒ — [2] ضیائے نورانی

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے حقیقی معنی کو سمجھے کیوں کہ یہ ایک ایسا گوہرِ مقصود ہے جسے حاصل کر کے طالب پر مقامِ فنا و بقا کے راز منکشف ہو جاتے ہیں۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

عجب بد بودن معبود نابود
عجب شد مظہر ما ہست و نہ نیست

"یعنی یہ عجیب بات ہے کہ معبود ہے بھی اور نہیں بھی اور یہ بھی کیا خوب ہے کہ ہمارا محبوب موجود بھی ہے اور نابود بھی۔"

حضرت شمس تبریزی نے بھی اس شعر میں یہی حقیقت بیان کی ہے:

فنا اندر فنا بینی فنا ہست
بقا اندر بقا بینی بقا ہست

جس کے معنی یہ ہیں کہ فناء الفنا کا جو مقام ہے وہ حقیقی فنا ہے اور بقاء البقاء حقیقی بقا ہے:

سلوک کی یہی راہیں طے کر کے سالک کو فنائے وحدت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گم کر دیتا ہے۔ اس کے بعد مقامِ احدیت ہے جہاں پہنچ کر سالک خود کو ذاتِ لاتعین میں فنا کر دیتا ہے اور پھر اسے یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ اس کا وجود کہاں ہے اسی کو فناء الفنا کہتے ہیں اور یہ مقام فنا فی اللہ سے بلند ہے۔

بقا باللہ اور بقاء البقا کی بھی یہی صورت ہے۔ جب سالک فنا فی اللہ کے استغراق سے نکل کر عالمِ ہوش میں آتا ہے تو نماز روزہ کی پابندی کرتا ہے خلق کی ہدایت کا فریضہ ادا کرتا ہے اور دوسرے امورِ حیات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہی مقام بقا باللہ ہے۔ اس میں استحکام اور پختگی پیدا ہو جائے تو سالک بقاء البقاء کے مقام پر پہنچ جاتا ہے جو سلوک کا نہایت ارفع درجہ ہے۔

حضرت سیرانی بادشاہ کا علمی مقام

حضرت سیرانی بادشاہ خواجہ محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ جہاں روحانی اعتبار سے بلند درجے پر فائز تھے وہاں علمی دنیا میں بھی ان کا مقام بہت ارفع و اعلیٰ تھا چنانچہ جب وہ علمی نکات بیان کرنے پر آتے تو معلوم ہوتا کہ ایک بحرِ ناپید کنار ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس سلسلے میں "تلقین لدنی" ان کے علم و فضل کی منہ بولتی تصویر ہے جس میں تصوف کے رنگ میں علمی نکات بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں ہم اس میں سے کچھ اقتباسات درج کریں گے جس کے مطالعہ سے حضرت سیرانی بادشاہ کی عالمانہ نکتہ آفرینی اور تصوف پر ان کی نظرِ عمیق کا اندازہ لگایا جا سکے گا۔

کتاب کے آغاز میں جو اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں اور جنھیں احسن الاسرار سے تعبیر کیا گیا ہے وہ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت سے تعلق رکھتے ہیں۔

شریعت کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:۔

"شریعت سے مراد تقویٰ ہے یعنی حق تعالیٰ سے اس طرح رجوع کرنا جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس سے سرِ مو تجاوز نہ کرنا اور اس پر جم جانا ہے"۔

پھر احکامِ شرع کی تشریح ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے اسرار و رموز پر سے پردہ اٹھایا ہے۔

کلمہ طیبہ کی تشریح: اگر کسی کو طلب صادق ہے تو اسے چاہیئے کہ کلمہ طیبہ

نماز کی تشریح:

نماز وہ ہے جو دل وجان سے ادا کی جائے۔ نمازی اپنی ہستی کو ذاتِ حق میں محو کردے اور غیرِ حق سے بے نیاز ہو جائے۔

جو نماز اس صورت کے علاوہ کی جاتی ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ دکھاوے کی ہوتی ہے اور اس میں عبد و معبود کا تعلق دوئی کا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ نماز اس طرح ادا کی جائے کہ من و تو کا امتیاز ختم ہو جائے اور نمازی ذاتِ حق میں یوں گم ہو جائے جیسے قطرے کا وجود دریا میں مل کر باقی نہیں رہتا۔

روزہ کی شرح:

روزہ کا مطلب رازداری ہے۔ صرف کھانے پینے سے منہ بند کرنا روزہ نہیں ہے اسی لئے اولیاء کرام نے فرمایا ہے:

صوموا بروية و — یعنی دیدارِ حق تعالیٰ سے سحری کرو

انطروا بروية — (روزہ رکھو) اور دیدارِ حق تعالیٰ سے روزہ کھولو۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"معلوم ہونا چاہیئے کہ روزہ فرضِ عین ہے یعنی عین بن جانا اور دوئی کو مٹا دیتا ہے جو اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے وہ عین بن جاتا ہے اور خود کو خود سے دیکھنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من رانی فقد رای الحق — جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا

چنانچہ یہ شعر حسبِ حال ہے۔

چوں او عینِ من من عین اویم — انا الحق چوں نگویم چوں نگویم

" جب وہ میرا عین ہے اور میں اس کا عین ہوں تو انا الحق کیوں نہ کہوں "۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

رأیت ربی بربی — میں نے اپنے رب کو رب سے دیکھا

جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اللہ نور السموٰت والارض کا راز اس پر کھل جاتا ہے۔

زکوٰۃ کی تحقیق:

زکوٰۃ کا مصدر بھی تزکیۂ نفس ہے یعنی غیر کی غلاظت سے خود کو پاک کرنا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اللہ مع المتقین — اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے

حقیقۃً معیتِ حق اس کو حاصل ہوتی ہے جو ہر چیز سے یہاں تک کہ اپنے وجود سے بھی خود کو پاک کرلے۔ بالفاظِ دیگر یوں سمجھو کہ جس نے اپنے آپ کو دے دیا اس نے خدا کو پالیا۔ ع

" ہر کہ خود را داد خدا یافت "

کسی بزرگ کا قول ہے کہ

مایافتن خود یافتن خدا است ونادیدن خود دیدنِ خدا است۔ — اپنے آپ کو گم کر دینا خدا کو پالینا ہے اور خود کو نہ دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے

جب تک سالک اپنے آپ کو نہیں مٹائے گا خدا کو نہیں پا سکے گا۔ خواہ وہ اتنا زہد اختیار کرلے کہ فرشتہ صفت بن جائے یا اتنی دولت جمع کرلے کہ قارون بن جائے۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

حب الوطنی من الایمان — وطن کی محبت ایمان ہے۔

چوں کہ انسان کا وطن عالمِ قدس یعنی ذاتِ باری تعالیٰ ہے اس لئے جب تک وہ مقام

ذات پر نہیں لوٹے گا ایمان دار نہیں ہو گا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے

حب الدنیا رأس خطیئۃ	دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے
وترک الدنیا رأس	اور دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں
کل عبادۃ	کی بنیاد ہے۔

جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو تفرقہ مٹ جاتا ہے اور اس پر یہ آیۃ انما الھکم اللہ واحدۃ لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم کے معنی منکشف ہو جاتے ہیں۔

یعنی تمہارا معبود وہی تنہا معبود ہے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ تنہا کا مطلب یہ ہے کہ وہی موجود ہے اس کے سوا کوئی وجود نہیں۔

حج کی تشریح :

حج پر جانا فرض ہے اور یہ فرض خود ادا کرنا چاہیئے نیز اس میں اتنی محویت ہو کہ ذاتِ حق کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے اگر ایسا نہیں تو مطلوبِ حقیقی حاصل نہیں ہو گا۔ اور وہ حج کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔

اس مسئلے کی وضاحت بھی حضرت سیرانی بادشاہ نے فلسفیانہ انداز میں ہمہ از اوست کے نظریہ کو سامنے رکھ کر کی ہے۔

طریقت :

اصطلاح میں طریقت مجاہدۂ نفس کو کہتے ہیں یعنی نفس کا ذاتِ حق میں گم کر دینا۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر آیۂ کریمہ کے یہ معنی منکشف ہو جاتے ہیں۔

"جو لوگ ہمارے اندر سیر کرتے ہیں ہم ان کو مزید ترقی کے مقامات پر پہنچا دیتے ہیں۔"

"طریقت تقویٰ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی خود کو اپنے آپ سے پاک کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا اپنے اندر ملتا ہے نہ کہ آسمان یا زمین میں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ "انسان کا قلب بیت اللہ ہے"۔ جب اپنے آپ کو پہچان لیا تو رب کو بھی پہچان لیا۔ یہیں آکر سالک حدیث کنت کنزاً الخ کا مطلب سمجھتا ہے۔ یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ مجھے خواہش ہوئی کہ پہچانا جاؤں اس لئے میں نے دنیا کو پیدا کیا۔"

حقیقت :

"حقیقت سے مراد ہے تقویٰ یعنی حق ہو جانا۔ آفاقوں کا مٹا دینا۔ محبت اور تمنا سے گذر جانا۔ الفقر لا یحتاج الی اللہ کے یہی معنی ہیں جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر قل ھو اللہ احد کے معنی روشن ہو جاتے ہیں۔"

معرفت :

اب معرفت کا بیان بھی ملاحظہ ہو جائے۔

"اسم معرفت اسم ظرف ہے جس کے معنی ہیں شناخت کی جگہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ ذاتِ پاک واحد کو پانا اور کائنات کے رنگ برنگ اور نوع بہ نوع مظاہر میں ایک ذاتِ حق کے ساتھ خود کو وابستہ رکھنا۔ اگر ان مظاہر میں ناپاک اور دہشت ناک صورتوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے لیکن احدیت پر جم جانا چاہیئے۔ حدیث میں ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو الحمد للہ رب العالمین مالک یوم الدین "کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے۔"

بہشت کیا ہے:

ایک جگہ بہشت اور دوزخ کے ذکر میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:۔

"بہشت یگانگت کا دوسرا نام ہے جہاں دیکھنا، سننا اور جاننا ایک ہی ذات کا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ جنید بغدادی فرماتے ہیں لیس فی جنتی سوی اللہ یعنی جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

لیس فی الجنۃ حوداً ولاقصوراً ولالبن ولاعسل ضاحکاً	یعنی جنت میں سوائے ذاتِ حق کی تجلیات کے نہ حور و قصور ہیں اور نہ دودھ اور شہد ہے۔

جو شخص اپنے غور و فکر کو اس نکتے پر مرکوز کر دے اور غیر حق سے اپنا تعلق یہاں تک منقطع کر دے تو یہ دنیا بھی اس کے لئے جنت بن جائے گی۔ غرض جب سالک اس مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو ایک دائمی لذت سے بہرہ یاب ہوتا ہے اور اس آیۃ کریمہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اسے انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔

ان الذین آمنوا و عملوا الصلحت لھم جنت تجری من تحتھا الانھر و ذالک الفوز الکبیرہ	وہ جو ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں ان کے لئے بہشت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ بہت بڑا انعام ہے۔

دوزخ کیا ہے:

"دوزخ جسے کہتے ہیں دراصل وہ مقام بیگانگی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انی بری مما تشرکون	میں شرک کرنے والوں سے بیزار ہوں۔

یعنی جو شرک کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور ظاہر ہے جس کا مقام دنیا میں دوزخ ہے آخرت میں اس کا کیا حال ہوگا۔ یقیناً آتش سیاہ میں وہ جلتا رہے گا جو بیگانگی کے مقام کے لئے مخصوص ہے۔ آتش دوزخ کو اس وجہ سے سیاہ کہا گیا ہے کہ اس میں ہجر مستقل ہے۔ گویا دوزخ ہجر و فراق سے عبارت ہے تو جنت یگانگت اور وصل سے موسوم ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

ترجمہ: "جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کے ساتھی ہیں جو ان کو روشنی سے تاریکی میں لے جاتا ہے"۔

بزرگوں کا قول ہے۔

کردۂ خویش بر خویش است

یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اب تو اس آیتِ کریمہ کے معنی سمجھ میں آگئے ہوں گے۔

لاتلقوا بایدیکم الی التھلکہ	اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

قیامت:

قیامت کے اصطلاحی معنی کھڑے ہونے یا قائم ہونے کے ہیں جس کی چار صورتیں ہیں:

اوّل یہ کہ جو سانس آتا ہے اور قائم ہوجاتا ہے۔

دوم وہ ساعت جس میں قلب زندہ ہوتا ہے۔

سوم دن کا نکلنا اور قائم ہوجانا۔

چہارم جملہ اوقات جب آدمی خود سے گزر کر اللہ تعالیٰ سے مل جاتا ہے اور پھر

واپس نہیں آتا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے۔

من مات فقد قام قیامتہ — جو مر گیا اس کے لئے قیامت آگئی۔

جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس پر

کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام — ہر چیز فانی ہے اور باقی رہنے والی صرف ذاتِ حق ہے۔

قیامت کے لغوی معنی قائم ہونے کے ہیں اور یہ اس وقت سے قائم ہے جب اللہ تعالیٰ کا ظہور ہوا۔ اور حق تعالیٰ کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔"

دُنیا کیا ہے؟

"دنیا دوں سے بنا ہے جس کے معنی ہیں گھٹیا۔ پس معلوم ہوا کہ دنیا گھٹیا ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی قول ہے۔

الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب — دنیا مردار جانور ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔

اس کے معنی سمجھ میں آجائیں تو

انما الدنیا لعب ولھو — دنیا کھیل تماشا ہے۔

کی حقیقت بھی واضح ہو جائے گی۔

لہٰذا طالب کو چاہیئے کہ وہ دنیا سے اس طرح صرفِ نظر کر لے کہ

الصوفی ھواللہ — صوفی اللہ کی ذات میں گم ہو جاتا ہے

کا مصداق بن جائے۔"

دین کی تفسیر:

"دین سے مراد دین (دنیا) ہے اور دین کا مطلب عین

ہے یعنی خود کو اس طرح فنا کر دے کہ وہ عینِ حق بن جائے۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

طالب الدنیا مؤنث و طالب العقبیٰ مذکر — یعنی دنیا کا طالب مؤنث اور عقبیٰ کا طالب مذکر ہے۔

اس لئے اگر کوئی طالبِ مولا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ خود کو ذاتِ حق میں اس طرح گم کر دے کہ وہ عینِ حق ہو جائے جب عینِ حق ہوگا تو الا کما کان (ذاتِ حق کے سوا کوئی ہستی نہیں) کی حقیقت کا پتا چل جائے گا۔"

ذکر کی شرح:

"ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاذکرونی اذکرکم — تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرتا ہوں

اس یاد کے دو طریقے ہیں۔ ایک معنوی اور دوسرا لفظی۔ جو لفظی ذکر کرتا ہے وہ اس کی اصل حقیقت سے ناآشنا رہتا ہے۔ معنوی ذکر حقیقی ذکر ہے جس سے خود اللہ ذکر کرنے والے کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

لوکان ربک للمذکر مذکور فھو مذکورہ — جب کوئی اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اس کو یاد کرتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہو کہ یاد کرنا دراصل یاد کیا جانا ہے جس طرح دستار در کردن (پگڑی باندھنا) اور دستار در گردن (پگڑی گردن میں ڈال کر بندہ بن جانا) میں فرق ہے یہی لفظی اور معنوی ذکر میں فرق ہے۔"

فکر کا مطلب:

"فکر کے معنی یافتن یا دریافتن ہے یعنی حاصل کرنا۔ ہم اسے دُریافتن سے تعبیر کرتے ہیں یعنی دریا سے موتی نکالنا۔ یہ موتی گوہرِ وجود ہے

جسے سالک دریائے موجودات میں غوطہ لگا کر نکالتا ہے۔

اس کے بعد یہ اشعار اپنے مضمون کی وضاحت میں درج کئے ہیں۔

عجب دریائے کہ در دُر است پنہاں
عجب دُرے کہ پے دریا نباشد[1]

اگر تو مئ شوی واقف ز دریا
کہ دریا در محبت در یہ دریا[2]

واضح ہو کہ دریا سے مراد کائنات اور دُر سے مراد انسانِ کامل ہے جو خلاصۂ کائنات ہے۔ جسے عالمِ صغیر بھی کہتے ہیں۔ چوں کہ انسانِ کامل ذاتِ حق میں فنا ہوتا ہے اور ذات کائنات پر محیط ہے اس لئے دُر یعنی انسانِ کامل میں دریا یعنی خالقِ کائنات سمایا ہوا ہے۔

اسی لئے حدیث شریف میں ہے:

الانسان سری دانا سرہٗ	انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

جب سالک اس منزل پر پہنچتا ہے تو اتخذوا الٰھین اثنین کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو معبودوں کو پکڑو۔ دو معبودوں سے مراد ایک اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرا انسانِ کامل جو ذاتِ حق میں مل کر عینِ حق ہو جاتا ہے جسے فانی فی اللہ اور باقی باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

---

[1]: مطلب یہ ہے کہ یہ دریا عجیب ہے جو موتی کے اندر چھپا ہوا ہے۔

[2]: اگر تو دریا کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے یعنی حقیقت اشیائے عالم کو تو سمجھ لے تو پھر تجھے معلوم ہوگا کہ موتی دریا کے اندر اور دریا موتی کے اندر ہے۔

نوٹ: یہ تحقیقات صوفیانہ طریق اور وحدۃ الوجود پر مبنی ہیں۔ اگرچہ سیرانی بادشاہ کا مذہب ہمہ از اوست ہے لیکن تعبیرات وحدۃ الوجود کے رنگ میں ہیں اور آپ کی تصنیف تلقین لدنی (فارسی) اس موضوع پر بہترین کتاب ہے حال ہی میں اردو میں شائع ہوئی ہے مگر اس میں کئی غلطیاں ہیں۔

اب ہم آپ کے علمی نکات آپ کے ملفوظات "لطائفِ سیریہ" و دیگر کتبِ تاریخ سے پیش کرتے ہیں تاکہ اہلِ علم اور طالبانِ حق کو مشعلِ راہ کا کام دیں۔

تقدیر کا قلم: حضرت دیوان غوث محمد (رحمۃ اللہ) سے کسی عقیمہ (بانجھ) عورت نے تعویذ مانگا انھوں نے لکھنے کا قصد کیا تو حضرت سیرانی بادشاہ نے پڑھا:

یھب لمن یشاء الذکور	یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو بچیاں یا بچے
الی ان ویجعل من	دے چاہے تو بچے بھی دے اور بچیاں
یشاء عقیماہ	بھی اور چاہے کسی کو بانجھ بنا دے۔

مخدوم صاحب سمجھ گئے کہ یہ عورت بانجھ ہے قلم رکھ دیا آپ نے فرمایا اس کی تسکینِ قلبی کے لئے کچھ لکھ دو۔

جو چاہے سو ہووے: حضرت خواجہ سیرانی بادشاہ کبھی بے ریش لڑکوں کی شکل میں سیر و سیاحت فرماتے کسی نے آپ سے استفسار کیا تو آپ اس وقت تو خاموش رہے لیکن خواب میں اپنے مرید میاں دین محمد کو فرمایا جب کوئی جمالِ الٰہی کے پانی سے پاک ہو جائے تو پھر اس پہ وہ حالت وارد ہوتی ہے۔

جانوروں کی رمز شناسی: ایک دفعہ سیرانی بادشاہ کھلے میدان میں رونق افروز

تھے جانور (پرندے) آپ کے آس پاس اُڑ رہے تھے لیکن آپ کے بالمقابل اور سر پر نہیں آتے تھے بلکہ سمجھ داروں کی طرح آپ کے نزدیک آکر دوسری طرف لوٹ جاتے تھے لوگوں نے سمجھا شاید ان پرندوں کو آپ کی ذات کا لحاظ ادب ہے آپ نے ان کی بات کو بھانپ لیا فرمایا کہ ہوا میں بھی راستے ہیں جو پرندہ راستہ بدل کر اڑتا ہے اس کے پر جل جاتے ہیں اسی لئے یہ پرندے احتیاط کر رہے ہیں۔

خوف و رجاء کا نکتہ:

ایک مجلس میں حضرت ایمان کی تعریف کا فلسفہ بیان کر رہے تھے۔ ذکر اس حدیث کا تھا الایمان بین الخوف والرجاء فرمایا کہ خوف مذکر ہے اور رجاء مؤنث ہے جس طرح ذکور کو اناث پر شرعی اور قدرتی تفوق حاصل ہے۔ اس طرح بندہ بھی ایمانی حالت میں رجاء کے جذبات کو خوف کے ماتحت رکھے جیسا مرد عورت پر غالب ہوتا ہے اسی طرح خوف کو بھی رجاء پر غالب رکھنا چاہیئے۔

ف: موت سے پہلے خوف غالب ہو لیکن بوقت موت اُمید غالب ہونی چاہیئے۔

رسول کی تعریف:

گوٹھ بخشا (جہاں اب مزار پُرانوار ہے) کی ایک مسجد شریف میں موجود تھے۔ حالتِ جذب میں دریافت فرمانے لگے کہ رسول کس کو کہتے ہیں پھر آپ ہی اسی حالت میں فرمانے لگے کہ رسول وہ ہے کہ جناب باری عز اسمہٗ میں کوئی عرض کرے اور وہ قبول ہو۔

شرح چغمینی:

حکیم غلام مرتضیٰ علمِ ہیئت میں علامہ تھا۔ ایک مقام شرح چغمینی کا باوجود شروح و حواشی کے اس سے حل نہ ہو سکا۔ ارادہ پختہ کیا کہ حضرت سیرانی بادشاہ کو عرض کر کے مقصد حاصل کروں گا۔ جب سیرانی بادشاہ تشریف لائے مشرفِ زیارت ہو کر

بخلوصِ عقیدت مطلب کو عرض کیا فرمایا کہ عبارت پڑھئے جب عبارت پڑھی گئی ایسے بیانِ فیض ترجمان سے آسان عنوان کے ساتھ حل فرمایا کہ ہر شخص نے سمجھ لیا اور سائل بھی اپنے مقصد پر پہنچ گیا۔

شرح عقائد:

مولانا محمد ساکن کوٹ مٹھن شریف فرماتے ہیں کہ میں بہاول پور مولانا حافظ محمد فاضل مرحوم کے ہاں پڑھتا تھا میرا ارادہ تھا کہ تبرکاً کچھ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھوں جب میں نے سنا کہ آپ بہاول پور تشریف لائے ہیں تو میں کتاب شرح عقائد لے کر پہنچ گیا سبق کا عرض کیا تو آپ نے فرمایا عبارت پڑھیئے میں نے پڑھا حقائق الاشیاء ثابتۃ آپ نے فرمایا عزیز تمام اشیاء کی حقیقت موجود و شاہد ہے لیکن اندھوں کو نظر نہیں آتی یہ بے چارے علم قشری پر اکتفا کرتے ہیں لیکن اس کی حقیقت سے غافل ہیں۔

ولایت کی تحقیق:

حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ دورِ سابق میں ولایت کے فیوض و برکات کے چاروں دروازے خلقِ خدا میں اولیاء و فقراء کے لئے کھلے ہوئے تھے لیکن اب صرف دو ایک رہ گئے ہیں جب اولیاء و فقراء نہیں رہیں گے یہ بھی بند ہو جائے گا۔

سلسلہ اُویسیہ کی رفعت شان کا بیان:

عام طور پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ فقر کی بات کہنے کی نہیں اس سے اپنے سلسلہ اُویسیہ کے اعلیٰ مدارج کی عظمت اور اہمیت کا اشارہ مطلوب ہوا کرتا تھا۔

عقل کی قسمیں:

حضرت سیرانی بادشاہ نے فرمایا عقل ہیولیٰ تین قسم ہے:

۱۔ کامل یہ انبیاء اور اولیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے لئے۔

۲۔ ناقص عام اہلِ اسلام کے لئے۔

۳۔ ناقص ترین یہ کفار و فجار کے لئے ہے۔

پہاڑ پہاڑ کو اُٹھا سکتا ہے:

حضرت سیرانی بادشاہ باقرپور نزد بہاول پور کی ایک مسجد شریف میں موجود تھے مولوی محمد عابد صاحب امام مسجد نے اپنے طالب علموں کو سِکھلا کر حضرت کی خدمت میں بھیجا تاکہ حضرت سے کوئی وظیفہ دریافت کریں۔ طالب علموں نے جب حاضر ہو کر دریافت کیا تو ان کو حضرت نے جواب دیا کہ پہاڑ کو پہاڑ اٹھا سکتے ہیں یعنی تم بچے ہو اس بوجھ کو تم اُٹھانے کے قابل نہیں ہو۔[1]

نقل سے اصل:

ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہ نے پاک پتن شریف میں ایک عُرس کے موقع پر قلندر فقیروں کو وجد کی حالت میں دھمال کھیلتا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ نقل میں یہ جوش ہے تو اصل میں کیا ہوگا۔

ٹکا چلانا:

سیرانی بادشاہ کے ہاں ایک مُرید نے حاضر ہو کر کمالِ تمنا کے ساتھ وظیفہ درود دریافت کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا فقیر اٹکلیں نہیں جانتا۔ ٹکا چلانا جانتا ہے ٹکا چلایا اور پار پہنچا دیا۔ اٹکل اور وظیفہ کسی اور بزرگ سے پوچھو۔

کلمہ طیبہ کا نکتہ:

حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کلمہ طیبہ ایسا

---

[1]: ذکرِ خیر

عظیم الشان عمل ہے کہ ایک مرتبہ اس کے پڑھنے سے ساٹھ سالہ کافر ابدی دوزخ کی آتش سے بچ جاتا ہے اور آتشک تو دنیا کی بیماری کی معمولی آگ ہے یقیناً کلمہ طیبہ کی برکت سے یہ آگ بجھ جائے گی۔ یہ نکتہ خصوصیت سے خیر محمد خاں داد پوترا سکنہ خیر پور میرس (سندھ) کو فرمایا۔ اس کو آتشک کی بیماری تھی اُس نے بہت علاج کئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ایک خاص تعداد کو پڑھ کر اپنے بدن پر دم کرو اللہ تعالیٰ شفا بخشے گا۔

تصوف کا باریک نکتہ:

حضرت خواجہ نور محمد نارووالہ المتوفی ۱۲۰۱ھ اوچ شریف کا گھاٹ عبور کر کے حضرت سیرانی بادشاہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور عرض کی کہ باوجودیکہ بعض فقیر فضول باتوں کا ترک نہیں کرتے مگر اہلِ اعتقاد میں ان کی برکت کی تاثیر جاگزیں ہوتی ہے۔ سیرانی بادشاہ نے فرمایا کہ بھائی نور محمد سالک کی طرف سے بھی اثر ہوتا ہے مگر دوئی اس وقت دور ہوتی ہے جب عشقِ الٰہی کی آگ اس کے سینے میں روشن ہو لیے مریدوں میں تاثیر کا پیدا ہو جانا پیرِ کامل کے کمال پر تو مرتفع ہے لیکن دائرہ ولایت کی انتہا نہیں۔[1]

معراج کا فلسفہ اور عینی مشاہدہ:

دہلی کی ایک مسجد کا ذکر مشہور ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اُس میں نماز ادا فرما رہے تھے امام مسجد طالب علم کو کوئی کتاب پڑھا رہا تھا معراج شریف کی حقیقت کے متعلق امام صاحب کی گفتگو کو غیر مکتفی سمجھ کر خواجہ صاحب نے بنظرِ اعتراض ہوں ہوں کی آواز سے روکا۔ اس اعتراض پر امام صاحب بگڑ گئے۔

---

[1]: لطائفِ سیریہ

اور طالب علم کو حکم دیا کہ اس گو نے فقیر (سر تراشیدہ) بزرگ سے اس کی حقیقت جا کر سمجھ لو استاد کا ایما پا کر طالب علم حضرت خواجہ صاحب کے روبرو آ کر دو زانو بیٹھ گیا اور معراج کی حقیقت آسمان کے دروازہ آمد و رفت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسبت بعض سوالات کیے۔ حضرت نے پہلے تو عام طور پر ذہن نشین کرانے کے واسطے پانی کا ایک کٹورہ منگا کر اس کے پانی میں ایک کنکرا ڈال کر طالب علم سے دریافت کیا کہ دیکھو یہ کنکرہ پانی کے تہ میں پانی کو عبور کر کے چلا گیا ہے پانی میں کوئی دروازہ یا شگاف یا پتھر کے جانے کا کوئی رستہ نظر آ رہا ہے اور اس طرح حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں سے گزر کر اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ طالب علم خوش نصیب تھا اس نے مزید توضیح کے لئے بعض سوالات کیے حضرت اٹھ کر مسجد شریف کے اندر چلے گئے اور طالب علم کے آواز دینے پر دیواروں سے باہر نکل آئے طالب علم تو حیران ہو گیا مگر نصیب یاور تھا کہنے لگا کہ اگر میں اسی طرح بغیر کسی دروازہ کے اندر جا سکوں اور باہر آ سکوں تو یہ کیفیت میری چشم دید ہو جائے گی وہاں کیا دیر تھی طلب صادق تھی ظرف کو اپنی تعلیم اور فیضان کے قابل معلوم کر کے ایک نظر کیمیا اثر اس پر ڈال دی اس سے طالب علم کا سینہ بھی منور ہو گیا اب کیا تھا حضرت کے حکم سے وہ مسجد شریف کے اندر چلا گیا اور حضرت کے بلانے پر بغیر کسی راستہ کے باہر بھی آ گیا پھر اس طالب علم کو سمجھایا کہ ہم درویش امتیوں کے اس وقت یہ حالت ہے کہ میں بلاتا ہوں اور تم اس کامیابی کے ساتھ باہر آ گئے ہو جہاں پروردگار عالم اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنے قریب بلائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے سامنے یہ کیا مشکل ہے طالب علم پورا درویش اور صاحب کمالات بن گیا۔

اویسیوں کا آفتاب :

معدن العلوم مخزن الفنون حضرت مولانا عبدالرحمٰن بھٹدیرہ نے ایک آیت پڑھ کر فرمایا کہ مفسرین نے اس کے یہ معانی بتائے ہیں لیکن

حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہ نے اس کا جو مطلب بیان کیا ہے اسے نہ علمائے ظواہر نے سمجھا ہے نہ علمائے بواطن کی رسائی ہوئی یہ صرف سیرانی بادشاہ کا حصہ ہے اس لئے کہ اویسیہ فقراء میں حضرت سیرانی بادشاہ بمنزلہ آفتاب کے ہیں۔[1]

بے پر اُڑنا :

بعض اولیاء اللہ بغیر پروں کے اڑتے ہیں اسے سیرانی بادشاہ نے آسان لفظوں میں یوں سمجھایا کہ ایک من پتھر کو تفنگ کا تھوڑا سا دارو بلکہ ایک ذرہ آگ کا ایک ہزار من دارو کو ایک لمحہ میں اڑا دیتا ہے اسی طرح جب عشق الٰہی کا ٹکڑا فقیر کے دل میں چھپا ہوتا ہے تو وہ اس کو بلا مشقت اڑا دیتا ہے۔ حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ نے اس مسئلہ کو یوں واضح فرمایا کہ جب سالک اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول ہوتا ہے تو اس کے جسم کی کثافت آہستہ آہستہ دور ہو جاتی ہے اور وہ ایسا ہلکا پھلکا ہو جاتی ہے کہ ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔[2]

ف : پہلی تقریر عقلی ہے کہ جس سے غیر کو بھی مطمئن کرایا جا سکتا ہے دوسری تقریر نقلی ہے جسے وہ سمجھے گا جو اس راہ کا واقف ہو گا۔

ہمہ از وست یا ہمہ اوست :

حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا مذہب ہمہ از وست ہے۔

ف : یہ لفظ سن کر بعض بے خبر لوگ الجھ جاتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ تو دو ہیں لیکن ان کی حقیقت ایک ہے اس لئے کہ صاحب لطائف سیریہ لکھتے ہیں کہ حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہ باوجود مذہب ہمہ از وست کے قائل ہونے کے بعض مریدوں کو

---

۱ : لطائف سیریہ صـ۱۰۲ ۲ : ایضاً صـ۱۱۱

تعلیم ان مثالوں سے دیتے تھے جو طریقہ ہمہ اوست میں ہیں۔

تحقیق اویسی غفرلہ :

حقیقت یہ ہے کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہمہ اوست کو غلط رنگ دیا گیا اسی لئے صرف لفظی اصطلاح سے اختلاف ہے حقیقی اختلاف نہیں ہو سکے گا یہی وجہ ہے کہ سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس اصطلاح سے اختلاف فرمایا ہے لیکن آپ کے مکتوبات کی تصریحات بتاتی ہیں کہ ہمہ اوست بہمہ وجوہ حق ہے۔

بالفرق مابینھما :

ہمہ از وست اور ہمہ اوست میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہمہ از وست میں متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور امر بالمعروف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا اور ہوا و ہوس کو ظاہر ہونے کا موقع میسر نہیں آتا اسی لئے لطائف سیریہ کے مصنف نے فرمایا کہ یہی طریقہ نبویہ اور خاص الخاص کاملین اولیاء کرام کا ہے۔

ہمہ اوست میں بظاہر ان امور کے خلاف محسوس ہوتا ہے اگرچہ وہ خلاف نہیں ہوتا لیکن ظاہر بین لوگوں کو غلط فہمی سی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہمہ اوست حق مذہب ہے اور اولیائے کاملین کا مذہب ہے اس کا منکر خاطی ہے ہاں تعبیر کا اختلاف حق ہے خواہ وہ ہمہ از وست ہو یا ہمہ اوست وحدت الوجود ہو یا وحدت الشہود وغیرہ وغیرہ

پاؤں میں پانی :

حضرت سیرانی بادشاہ حضرت گنج شکر قدس سرہ کے دربار کی طرف چاہ عزیز کی رحمہ اللہ سے آرہے تھے راستہ میں ایک عورت پانی کا گھڑا بھر کر لے جا رہی تھی۔ آپ ایک طرف ہو گئے جب وہ چلی گئی تو فرمایا عورت کے پاؤں میں پانی ہے یعنے اگر کوئی ان کے چکر میں پھنس جاتا ہے تو پھر اس کا چھٹکارا مشکل ہے۔

ٹھنڈا پانی :

دوسرے سالکین بوقت راہ سلوک طے کرنے میں گرم پانی پینے کا حکم

فرماتے ہیں لیکن سیرانی بادشاہ فرماتے ہیں کہ سالک کو ٹھنڈا پانی مناسب ہے اس لئے کہ ٹھنڈا پانی پینا سنت ہے اور سنت نبویہ پر عمل کرنا سالک کو اور زیادہ ضروری ہے۔

دنیا اور نکتہ :

حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہ نے فرمایا ؎

اگر دنیا نباشد دردمندیم
دگر باشد بمہرش پائے بندیم [1]

ترویج پر تجرید کو ترجیح :

حضرت سیرانی بادشاہ کے سامنے بعض مریدین نے کنایۃً تجرید کو ترویج پر ترجیح دی تو آپ نے فرمایا کہ بعض اولیاء کاملین ایسے ہو گزرے ہیں جنہیں بدن کے نچلے حصے سے خبر تک نہ تھی کسی نے کہدیا آپ کو بھی یہی مرتبہ حاصل ہے آپ اس پہ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ گستاخی اور ردبد۔

یاران خدا سب اصحاب ہیں :

ہرنڈ کی جانب پہاڑ کے درہ میں بعض مزارات ہیں جنہیں لوگ صحابہ کرام کی مزارات سمجھتے ہیں کسی نے حضرت سیرانی بادشاہ سے ان کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: "خدا کے دوست سب اصحاب ہیں"

ف : اس سے عوام کی عقیدت کو بھی ٹھیس نہ پہنچی اور مسئلہ بھی واضح فرما دیا کہ (گو ضروری)

---

[1] شرح : دنیا کے نہ ہونے پر دردمندی یعنے شکر خداوندی بجا لائے کہ اچھا ہے یہ میرے پاس نہیں ورنہ ممکن ہے کہ میں اس کی وجہ سے مغرور و فریب خوردہ ہوتا اور اگر دنیا ہو تو اس کی محبت کی پابندی یوں ہے کہ وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دے۔

نہیں کہ انہیں صحابہ کے مزارات مانے جائیں لیکن انھیں یارانِ خدا مانو اس میں حرج بھی نہیں کہ یارانِ خدا کا لفظ عام ہے وہ صحابی ہو یا ولی اللہ۔

فقر قولی نہیں :

حضرت سیرانی سائیں نے فرمایا کہ فقر کہنے کی بات نہیں یعنے یہ حال سے تعلق رکھتا ہے قال تو قال ہی ہے۔ حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ نے فرمایا ؏

قال را بگذر بندہ حال شو

علماء لاجواب :

ایک امیر مرید نے دعوت کے لئے علماء کرام کو وسیلہ بنا کر حضور سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ کو گھر پر تشریف لانے کے لئے بھیجا۔ علماء نے دعوت کا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ قبولِ دعوت سنت ہے اور امراء کی صحبت کا ترک فرض۔ میں فرض کے خلاف سنت پر کس طرح عمل کروں۔ علماء نے لاجواب ہو کر عرض کی کہ آپ فی سبیل اللہ یہ دعوت ضرور قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اب درمیان میں اللہ تعالیٰ کا نام واسطہ ہے اسی لئے چلتا ہوں۔ صاحبِ دعوت نے پر تکلف کھانے اور بہترین اور عمدہ مکان اور فرش و فروش تیار کر رکھے تھے آپ پہلے تو حسبِ عادت متنفر ہوئے لیکن فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ ہے اسی لئے اب واپس جانا مناسب نہیں۔ یہ فرما کر صاحبِ دعوت کے ہاں بیٹھ گئے۔

نقل اصل بن سکتا ہے :

ایک شخص وجد میں مشغول تھا۔ مولانا جمال محمد جلالپوری کو خیال گزرا کہ یہ مصنوعی وجد ہے حضرت سیرانی بادشاہ نے مولانا کو فرمایا کہ کبھی سچوں کی برکت سے جھوٹے بھی سچے ہو جاتے ہیں آپ کے اس ارشادِ گرامی کی برکت سے اس شخص کا نقلی وجد اصلی ہو گیا۔ (لطائفِ سیریہ)

فقیر میخ کی طرح ہو :

حضرت سیرانی بادشاہ نے فرمایا کہ فقیر ایسے ہے جیسے تیغ میں میخ یعنے وہ اپنے عزائم پر پختہ اور مضبوط ہوتا ہے وہ مٹی میں میخ جیسا نہیں کہ ذرہ سی حرکت سے باہر آجائے۔

لی مع اللہ :

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل پڑھ کر فرمایا وقت دائم ہے اس میں ایک لمحہ بھی انقطاع نہیں۔

نار گلزار :

ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشاہ کے سامنے سردیوں میں آگ جل رہی تھی کہ اتفاقاً ایک فقیر کو وجد اور رقص طاری ہوا اور وہ آگ میں جا پڑا ہمیں یقین ہو گیا کہ اس کے کپڑے جل گئے ہوں گے اور ٹانگوں کو بھی آگ لگی ہو گی لیکن جس وقت اٹھا تھوڑی سی سیاہی اس کے دامن میں ظاہر ہوتی تھی اور بس پھر وہ سیاہی بھی چلی گئی۔ حضور سیرانی بادشاہ نے فرمایا کہ جس وقت مومن کامل ہوتا ہے آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

ف : یا نار کونی برداً وسلاماً کے مصداق یہی لوگ ہوتے ہیں لیکن یہ درجہ کمالِ ایمان کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس کے نظائر بے شمار ہیں۔

ازلی ملاقات :

ایک شخص سیرانی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا یہ مجھے پہلے مل چکا ہے اس نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ مجھے پہلے نہ ملا ہوتا تو آج ملنے نہ آتا۔

ف : اس میں آپ کا اشارہ ازل کی ملاقات کا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

ارواح جب پیدا کئے گئے تو ایک جگہ اکٹھے تھے وہاں جس کی ایک دوسرے سے جان پہچان اور طبیعت گھل مل گئی تو دنیا میں بھی ہوگی اگر وہاں جان پہچان نہ ہوئی اور ایک دوسرے سے جدا ہے تو آج دنیا میں بھی ایسے ہی ہوگا (اس کی مزید تحقیق فقیر کی تفسیر "فیوض الرحمٰن" میں ہے)۔

تصوف کا قانون:

حضرت سیرانی بادشاہ نے ایک طالب علم کو فقیری دینی چاہی اس نے عذر کیا کہ "بے علم نتواں خدا را شناخت" آپ نے فرمایا کہ فقیر کو اس راہ میں جتنا علم درکار ہے فرشتے اسے پڑھا دیں گے اس پر بھی وہ طالب علم محروم رہا۔ اب اس کا یہ حال تھا کہ معقول پڑھتا تھا لیکن اسے گلستان کا ترجمہ و مفہوم سمجھ نہیں آتا تھا اس پر وہ طالب علم کفِ افسوس ملتا رہا کہ مجھے شیخِ وقت حضرت سیرانی بادشاہ نے بہت کچھ عطا کرنے کا فرمایا لیکن میری بدبختی کہ میں محروم رہا۔[1]

پسچ ہے ؎

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل[1]
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

معرفت کا معنی:

حافظ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیرانی بادشاہ سے معرفت کا معنی پوچھا تو ان کا ایک پیر بھائی بیان کرنے لگا فرمایا میں خود مرشد کے منہ سے سننا چاہتا ہوں آپ نے سر ذاتو سے باہر نکال کر حافظ صاحب کو دیکھا تو حافظ صاحب دو چار قدم کے فاصلہ پر دور جا پڑے۔[2]

---

[1] ترجمہ: محروم القسمت لوگوں کا رہبر کامل سے کیا نفع۔ کہ خضر علیہ السلام آبِ حیات سے سکندر کو پیاسا لائیں گے۔

[2] لطائفِ سیریہ ۔ لطائفِ سیریہ

فائدہ:

اس میں اشارہ تھا کہ یہ مے باتوں سے نہیں آنکھوں سے پلائی جاتی ہے۔ اس کے نظا‌رے بے شمار ہیں من جملہ ان کے حضرت خواجہ باقی باللہ کا واقعہ بھی ہے جس میں آپ نے ایک نگاہ سے نانبائی کو باقی باللہ یعنی اپنی شکل و صورت میں بنا دیا۔ ایسے ہی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا چور کو ابدال بنا دینا۔

ان لوگوں کا افسوس ہے جو تاثیرِ نگاہ کے منکر ہیں لیکن وہ نظریہ کے نہ صرف قائل بلکہ اس کے نہ ماننے والوں کو برا مانتے ہیں۔ اس سے یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہ شرکے عاشق اور خیر کے دشمن ہیں۔

سیرانی بادشاہ اکابر اولیاء کی نظر میں

سیرانی بادشاہ مراتب ولایت کے مرتبۂ علیہ پر پہنچ چکے تھے اسی لئے آپ کی ہر ادا بلکہ خود سراپا کرامت ہی کرامت بن گئے تھے آپ کے زمانہ میں کرامات کا ظہور بہ کثرت ہوا جیسے حضور غوثِ اعظم جیلانی محبوبِ سبحانی قدس سرہٗ کے دور میں کرامات کا ظہور بہ کثرت ہوا اس لئے کہ آپ غوث الاغواث اور قطب الاقطاب تھے تو ایسے ہی کہا جا سکتا ہے کہ حضور سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ اپنے زمانہ کے فرد الافراد اور قطبِ وقت تھے۔ چنانچہ آپ کے حالات اس پر گواہ ہیں بالخصوص اکابر اولیاء اور معاصرینِ اصفیاء کی شہادت اس پر شاہدِ عدل ہیں چنانچہ چند اکابر مشائخ کی تصریحات حاضر ہیں۔ سب سے پہلے آپ کے پیر و مرشد کے فرمودات ملاحظہ ہوں۔

حضرت خواجہ عبدالخالق اُویسی حنفی قدس سرہٗ العزیز کے فرمودات:

ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشاہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو پیر و مرشد نے فرمایا اب تم فرید (تفرید والے) ہو گئے ہو سیر کو موقوف کر کے فقیر کے پاس رہو عرض کی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت ضروری ہے۔ پیر و مرشد نے مراقبہ کے بعد فرمایا اچھا فقیر کے آس پاس رہو کہ عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔[1]

---

[1]: لطائف سیریہ صہ ۱۲

فائدہ: یہی ہوا کہ اس ارشادِ گرامی کے بعد حضرت پیر و مرشد حافظ عبدالخالق رحمۃ اللہ کا وصال قریبی مدت میں ہوا اور سیرانی بادشاہ بہ حکمِ پیر و مرشد کہیں دُور نہیں جاتے تھے وصال کے وقت پاک پتن شریف میں تھے۔ اس سے جہاں حضرت سیرانی بادشاہ کا پیر و مرشد کی زبانی مرتبہ و مقام معلوم ہوا اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ والوں کو اپنی موت کا قبل از وقت علم ہوتا ہے۔

ایک چاول کو خرمن بنالیا:

ریاضت اور مجاہدہ کے استقلال اور مدارج روحانی کے حصول کے متعلق حضرت پیر و مرشد خواجہ عبدالخالق صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تو خواجہ محکم الدین کو فقر (تعلیمِ روحانی) کا ایک چاول قلیل المقدار دیا تھا مگر آپ نے اپنی محنت سے اس ایک چاول سے ہزاروں من کا خرمن (ڈھیروں کے ڈھیر) بنا لیا۔[1]

مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہٗ:

جب حضرت قبلۂ عالم نور محمد مہاروی قدس سرہٗ نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہٗ سے وطن کے لئے واپسی کی اجازت چاہی تو آپ نے ایک دن مزید قیام کا حکم فرمایا۔ اسی دن مغرب کی نماز پڑھ کر فرمایا کہ فلاں محلہ میں ایک مخفی بزرگ کا مزار ہے جا کر زیارت و حصولِ سعادت سے مشرف ہو یہ وہ بزرگ ہیں کہ اس کا کسی کو علم نہیں۔ حضرت مہاروی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب میں اس مزار پر حاضر ہوا تو اپنے سے پہلے ایک شخص کو موجود پایا۔ فراغت کے بعد اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ نے فرمایا وہ محکم الدین سیرانی ہوں گے

---

[1]: ضیائے نورانی

کیوں کہ اس مخفی اسرار پر ان کے سوا اور کوئی واقف نہیں[1]

ایک بار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیرانی کے متعلق مولانا فخر الدین فخر جہاں کو عرض کی کہ کنارہ دریا پر پھر رہے ہیں انہیں پار لگا دیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبدالخالق کے ہوتے ہوئے انہیں کسی کی کیا ضرورت ہے[1]

ف : اس سے سیرانی بادشاہ سے قبلۂ عالم کی محبت، مولانا فخر جہاں کی نسبت اور آپ کے شیخ کے کمال کا بخوبی علم ہوا۔

قبلۂ عالم مہاروی قدس سرہ :

حضرت سیرانی بادشاہ حضور بابا فرید قدس سرہما کے عرس مبارک کی فراغت کے بعد جانے لگے تو حضرت مہاروی قدس سرہ نے آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر الوداع کیا جب تک حضرت سیرانی بادشاہ اوجھل نہ ہوئے حضرت مہاروی قدس سرہ تعظیماً کھڑے رہے۔[3]

ولی را ولی می شناسد :

خلیفہ محمد وارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں برس حضور گنج شکر قدس سرہ کی حاضری پر میں اپنے پیر و مرشد حضور سیرانی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مہاروی قدس سرہ کا دربار شاہانہ ہمارے سامنے تھا۔ میں ان کی زیارت کر گیا لوگ آپ کی زیارت کے لئے پروانہ وار (مہاروی قدس سرہ پر) قربان ہو رہے تھے لیکن آپ ہر زائر کو فرماتے جاؤ شہباز سیرانی بادشاہ کی زیارت کرو۔ میں تو مکھی کی طرح دنیاداروں میں گھرا ہوا ہوں۔ جب میں زیارت سے واپس ہوا تو حضرت سیرانی بادشاہ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا اے محمد وارث فقیر خلقِ خدا کی برداشت نہیں رکھتا لیکن میاں نور محمد

---

۱ : ضیائے نورانی ۲ : اولیائے بہاول پور ص ۲۵۲ ۳ : ذکر خیر ۱۲

(مہاروی) کا مقام بلند ہے کہ وہ مخلوق میں بھی شاغل ہے اور خالق سے بھی واصل ہے۔

ازالۂ وہم :

حضرت مہاروی قدس سرہ کا اپنے آپ کو مکھی کی طرح دنیاداروں میں گھرا ہوا کہنا بطور تواضع اور اپنے رفیقِ خاص حضرت سیرانی قدس سرہ کی قدر و منزلت بلند دکھانے کے لئے فرمایا ورنہ آپ کو تو دنیا سے ذرہ بھر بھی واسطہ نہ تھا۔

یاد رہے کہ حضرت قبلۂ عالم سیرانی بادشاہ کو بوقتِ ملاقات ہمیشہ قدموں پر ہاتھ رکھا کرتے اور حضرت سیرانی بادشاہ بھی ہمیشہ قبلۂ عالم کے آداب و تعظیم بجا لاتے۔[1]

سیرانی بادشاہ کی پرواز :

حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبلۂ عالم مہاروی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ حضرت کو ابتدائے سلوک سے انتہا مدارج کبھی حالتِ انقباض واقع نہیں ہوئی ہمیشہ بیش از بیش بسط زیادہ ہوتے چلے گئے[2]

یہی وجہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ نے اپنے صاحب زادہ کو سیرانی سا کیا

---

۱ : لطائف سیری ص۶

۲ : بسط تصوف کا اصطلاحی لفظ ہے سالک کی دل کی کشادگی اور سرور کو کہتے ہیں اس کی نقیض قبض ہے۔ سالک پر سیر الی اللہ کی حالت میں بعض واردات ایسے وارد ہوتے ہیں جن سے عشق و محبت کا غلبہ اور دل میں سرور و شوق پیدا ہوتا ہے عبادت میں لذت آتی ہے جس سے سالک کی ترقی باطن ہوتی ہے۔ یہی بسط ہے اور قبض اس کے برعکس ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سالک پر یہ دونوں حالتیں وارد ہونا لازمی ہیں۔

(اصطلاحاتِ صوفیہ ص۱۱)

قدس سرہ سے فیض یابی کے لئے بھیجا جس کا تفصیلی ذکر اپنے مقام پر ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ

خواجہ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مٹھن[1] : مذکورہ بالا قول حضرت خواجہ احمد علی قدس سرہٗ کوٹ مٹھن شریف والوں کی نقل ہے۔ مولانا علی مردان رحمۃ اللہ مصنف لطائفِ سیریہ لکھتے ہیں کہ راقم الحروف کوٹ مٹھن میں تلویح شرح توضیح پڑھتا تھا اس وقت سید عزت شاہ مرحوم نے موصوف سے حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ کے متعلق استفسار کیا کہ میاں صاحب (سیرانی بادشاہ) کا کشورِ معرفت کے فتح کرنے میں کیا طریق تھا تو آپ نے وہی مقولہ حضرت قبلہ عالم مہاروی کا ذکر فرمایا۔ مولانا علی مردان رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ یہ سن کر مجھے بہت لطف آیا کیوں کہ ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں

گفتہ آید از حدیثِ دیگراں

فائدہ : یاد رہے کہ ہمیشہ حالت بسط میں رہنا افراد کا مرتبہ ہے اور یہ سوائے اغوات، اقطاب، اوتاد کے اور کسی ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوتا[2] یہی وجہ ہے کہ حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ کے اس مرتبۂ عالی کو دیکھ کر آپ کے معاصرین اولیاء کاملین آپ پر رشک کرتے تھے۔

بی بی صفوراں (سپوراں) : میاں محمد انور رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ایک دفعہ مائی سپورہ تشریف لے گئیں اور میں بھی ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ مائی صاحبہ مریدین

---

[1] : خواجہ احمد علی حضرت قاضی عاقل محمد رحمہ اللہ کے فرزند اور حضرت خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے دادا بزرگ ہیں۔ [2]۔ فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ

کی جماعت کو وعظ فرما رہی تھیں۔ آپ نے وعظ میں پوچھا اے فرزندان! ایک شخص رات دن مسکینوں کو طعام کھلائے اور ایک شخص ایک دل کو خدا کا واقف بنادے۔ ان دونوں میں کون اچھا؟ ایک شخص نے کہا آپ خود فرمائیں۔ مائی صاحبہ نے فرمایا بہتر وہ ہے جو ایک دل کو خدا سے ملادے اوروہ ہیں حکم الدین سیرانی (رحمہ اللہ)

فائدہ : بی بی سپوراں ایک نیک دل خاتون اور ولیۂ کاملہ تھیں۔ نہ صرف خود ذکر الٰہی میں معروف رہتی تھیں بلکہ آپ سے وابستگان مردان و زنان سب کے سب حق ہو کے مستی نعرہ میں مست رہتے تھے۔ حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہ سے خصوصی عقیدت رکھتی تھیں۔ ان کے کمالات و کرامات اولیائے ملتان پر تصانیف میں بکثرت ملتے ہیں۔

خواجہ نور محمد نارووالہ رحمۃ اللہ علیہ[1] : آپ نے حضرت سیرانی قدس سرہٗ کے لئے فرمایا کہ حضرت میاں صاحب عارف باللہ ہیں ان کی نظر دل پر ہے ظاہری بناوٹ اور وضع قطع پر نہیں[2]

حضرت سلطان باہو کی نظر میں :

حضرت سید حسین شاہ حسنی الحسینی جیلانی ملتانی

---

[1] : حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ اشاراتِ فریدی میں بیان فرماتے ہیں کہ آپ کا وصال اپنے پیر و مرشد یعنے قبلۂ عالم مہاروی قدس سرہ سے پہلے ہوا۔ حضرت مہاروی قدس سرہٗ ان کے مزار (حاجی پور ضلع ڈیرہ غازی خان) تشریف لے گئے ان کے صاحب زادہ نے فرمایا ان کا روضہ بنوائیں کیوں کہ جتنے صاحبانِ روضہ اولیاء ہیں ان سے بڑھ کر نہیں۔

[2] : لطائفِ سیریہ ص۸۱

فرماتے ہیں کہ ایک مجذوب نے سلطان التارکین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا
کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ تمام مشائخ اکٹھے ہیں۔ اس محفل میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح
اور حضرت خواجہ سلطان باہو رح بھی موجود ہیں۔ جب حضرت سیرانی بادشاہ کھڑے
ہوئے تو حضرت سلطان بھی کھڑے ہو گئے۔ بعد میں کسی نے حضرت سلطان باہو سے
عرض کی کہ حضرت سیرانی بادشاہ کی اس قدر پیشوائی آپ سے ان کا مرتبہ بلند ہونے پر دلالت
کرتی ہے۔ جواب میں فرمایا کہ حضرت سلطان العاشقین یعنے سیرانی بادشاہ کو خدا اور
اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتا ہے [1]

ف : یہ مشاہدہ درویش دوسرے عالم سے متعلق ہے ورنہ حضرت سلطان باہو تو
سیرانی صاحب سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

خواجہ سیرانی قدس سرہٗ رجال الغیب کی نظر میں :

حضور قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ حضرت قاضی عاقل محمد رحمۃ اللہ علیہ کی استدعا پر کوٹ مٹھن تشریف لائے۔ آپ
کے فقراء، خلفاء وزائرین سے کوٹ مٹھن شہر کی مساجد پُر ہو گئیں۔ میاں سلطان محمود
فرماتے ہیں کہ میں اسی شہر میں زیر تعلیم تھا جس مسجد میں میرا قیام تھا وہاں دو عالم دین قیام
پذیر ہوئے اپنے سامان کی حفاظت کے لئے مسجد کا دروازہ بند کر کے خود باہر بیٹھ کر
اولیاء اللہ کا ذکر کرنے لگے ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے بزرگانِ چشت کا ہم پلہ
کوئی نہیں۔ یہاں تک کہ سیرانی صاحب بھی۔ میں ان کی باتیں سن رہا تھا کہ اچانک ایک
بزرگ خوش اطوار قادری ٹوپی اوڑھے ہوئے نمودار ہوئے اور ان مولویوں کو مخاطب ہو کر
فرمایا "تم کیسی لغو باتیں کر رہے ہو" یہ سن کر ان مولویوں کے ہوش کے طوطے اڑ گئے

---

[1] لطائف سیریہ ص۸۵۔

شرم کے مارے گردن جھکائے بیٹھے تھے تو پھر وہی بزرگ گویا ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں اولیائے
وقت میں تمیز کرنے کی لیاقت نہیں خبردار آئندہ ایسی بات نہ کہنا۔ حضرت سیرانی بادشاہ
کی ولایت کا درجہ اور فردیت کا مرتبہ جناب باری تعالیٰ میں اس قدر بلند ہے کہ تمہارے خواجگان
اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے یہ کہہ کر وہ مرد غائب ہو گیا [1]

ازالۂ وہم :

ہم اہل سنت عوام اور صوفیائے عظام اور محققین کرام کا عقیدہ یہ ہے
کہ ہم کسی بھی بزرگ کے متعلق اونچ نیچ بیان نہ کریں۔ اللہ ہی جانے وہ کون ہیں کیا ہیں اگرچہ
اپنے شیخ اور پیر و مرشد کے ساتھ عقیدت اور محبت وافر در وافر ہو لیکن کسی دوسرے
بزرگ اور کامل کو گھٹانا نہیں چاہیئے اور نہ ہی اس کی تنقیص و تحقیر مقصود ہو۔ کوئی
ایسا کرے گا تو اس کا اپنا نقصان ہے۔ اس کی تحقیق آئے گی۔

سیرانی کی نگاہ کا احترام :

خلیفہ داجلی محمد صدیق مرحوم فرماتے ہیں کہ میں حاجی پور
عرس پر حاضر ہوا تو نماز عصر کے لیے میں اپنا کمبل بچھانے لگا تو حضرت نارو والا بزرگ نے
فرمایا کہ میں نے دیکھا تھا کہ بوقت زیارت سیرانی بادشاہ تو یہی کمبل اوڑھے ہوئے تھے
اس لئے جس پر حضرت سیرانی بادشاہ کی نظر پڑے ہم اس پر کیسے قدم رکھ سکتے ہیں [2]

حضرت نور شاہ مجذوب :

حضرت نور شاہ مجذوب المعروف چوپائی شاہ فرماتے
تھے کہ ڈیرہ اسمٰعیل خان میں فقر و فقیری کا بیج حضرت سیرانی بادشاہ نے بویا ہے جو ان
علاقوں میں فقر و فقیری رکھتا ہے وہ حضرت سیرانی بادشاہ کا فیض یافتہ ہو گا [3]

---

[1] لطائف سیریہ ص۸۸، ۸۹ [2] ایضاً ص۸۱، ۸۲ [3] ایضاً ص۸۵

حضرت حافظ عبداللہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کے سامنے دوسرے ہم عصر اولیائے کرام کا ذکر ہوتا تو کہتے ہاں اچھے ہیں لیکن جب حضرت سیرانی بادشاہؒ کا ذکرِ خیر ہوتا تو مخصوص جوش میں آکر فرماتے کہ سیرانی بادشاہ عاشق باللہ ہیں۔

پہلو سلطان نقشبندی :

حضرت پہلو سلطان نقشبندی علیہ الرحمۃ ایک روز جذبہ کی حالت میں فرماتے تھے کہ بادشاہ آیا فلانی فلانی منزل پر اور فلانی منزل پر، حاضرینِ مجلس پریشان ہوئے کہ شاید کوئی بادشاہ ملک پر حملہ کرنے والا ہے۔ خدام نے عرض کیا کہ اس مصیبت کو جناب خدا تعالیٰ سے موقوف کرا دیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ بادشاہ فلانی منزل پر آگیا ہے اور خادمان کو کہا کہ روٹی بادشاہ کے واسطے تیار کرو کہ وہ ملتان پہنچ چکے ہیں۔ پھر کہا کہ اوچ پہنچ چکے ہیں اور پھر اُٹھے اور کہا کہ وہ آئے اور ایک طرف کو روانہ ہوئے ناگہانی حضرت قبلہ خواجہ محکم الدین سیرانیؒ تشریف فرما ہوئے۔ جہاں پہلو سلطان خدمت میں حاضر ہو کر خوش ہوئے اور کہا کہ یہ بادشاہ ہے جو آیا ہے اور اکٹھے بیٹھ کر میاں صاحب کے مقامات اور امورات بیان کرنے لگے۔[1]

انعام کا انتظار :

ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشاہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ اور حضرت پہلو سلطان سواری کے آگے آگے دوڑتے اور ناچتے چلے جا رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ کنجنی بادشاہ کے آگے مجرا کر رہی ہے دیکھئے کیا انعام ملتا ہے۔[2]

عالمِ بطون میں سرکار سیرانی بادشاہ کے مرتبۂ عالی کا بیان :

حضرت مولانا

---

[1] : لطائفِ سیریہ [2] ایضاً

یار محمد فرماتے ہیں کہ میں مولانا عبدالحکیم کے ہاں بہاولپور میں زیرِ تعلیم تھا وہ حضرت مہاروی رحمۃ اللہ کے مرید تھے اور فقیر کو حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ سے نسبت تھی ان کی عادت تھی کہ وہ اپنے شیخ اور مشائخ چشت کو بڑھا چڑھا کر بیان فرماتے اور حضرت سیرانی قدس سرہٗ کو گھٹانے کی کوشش کرتے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ آپ کا یہی حال رہا تو پھر فقیر آپ کے ہاں تعلیم حاصل نہ کر سکے گا اسی لئے عرض ہے کہ آپ میرے سامنے مشائخ کو بڑھانے گھٹانے کی بات نہ کیا کریں لیکن وہ عادت سے مجبور تھے۔ ایک دن بعد مغرب پھر وہی بیان کہ پیرانِ چشت بالخصوص مہاروی قدس سرہٗ حضرت سیرانی بادشاہ سے افضل اور ان کا مرتبہ زیادہ بلند ہے۔ میں نے پھر وہی عرض دہرایا اسی اثناء میں ایک بزرگ تشریف لائے اور حضرت سیرانی بادشاہ کی بہت تعریف فرمائی اور دلائل سے بتایا کہ سیرانی بادشاہ کا فقر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ قدماء سلف صالحین کے عین موافق ہے۔ اس گفتگو سے میرے استاذ صاحب اگرچہ خاموش ہو گئے لیکن مجھ کو اسی قدر پریشانی، سوزش اور گرمی نے اثر کیا کہ کسی کے نصیب نہ ہو یہاں تک کہ رات کا کھانا اور نمازِ عشاء بطریق مالوف ادا نہ ہوئی اور نیند بھی نہ آئی۔ ساری رات میں نے تکلیف اٹھائی اور نوافل تہجد بھی بمشکل سے ادا کیں اس کے بعد تھوڑی سی نیند آگئی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک فراخ میدان ہے اور اس میں فراش ریشمی قدرتی بچھے ہوئے ہیں اور چھتر سنہری اور جھنڈے مرصع بلند قد بھی ہمراہ ہیں میں بہت متعجب ہوا اور دیکھا کہ قالین پر ایک شخص بیٹھا میری طرف دیکھ رہا ہے میں پریشان ہو کر خوف ناک ہوا اور چھتروں کی طرف جب نگاہ کی میں نے دیکھا کہ حضرت سیرانی بادشاہ ایک چھتر شان دار اور ایک کٹہرہ مرصع کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ بہ نسبت دیگر چھتروں سے زیادہ مرصع تھا اور آپ رستوں کو پکڑے ہوئے منتظر کھڑے ہیں۔ میں دوڑ کر پاؤں میں جا پڑا آپ نے مصافحہ اور بغل گیری فرمائی کہ اس سے میرے غم اور اندوہ چلے گئے اس کے بعد فرمایا کہ میاں یار محمد یہ چھتر علم دار اور بے علم کیسے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھ کو معلوم نہیں ہے

فرمایا کہ یہ مقامات خاص غوثوں اور قطبوں کے ہیں عام اولیاؤں کو یہاں مقام اور جگہ نہیں ہے لیکن یہ چھپر جو با علم ہے مقامِ غوث ہے اور وہ جو بے علم ہے مقام قطب ہے اور وہ شخص جو قالین کے سرے پر بیٹھا ہوا ہے حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی ہے خدا تعالیٰ نے اس معاملہ کو تیری تسلی کی خاطر تجھ کو معلوم کرایا اس پر میں باغ باغ ہو گیا اور جو غبار میرے دل میں تھا سب چلا گیا [1]

تحقیقِ اُویسی :

جملہ اکابر مشائخ اولیائے کرام وعلمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہم عوام کسی بھی ولی اللہ کے لئے اونچ نیچ کا تصور تک نہ لائیں ہاں اپنے شیخ اور پیر و مرشد کی برتری کا عقیدہ ہو تو وہ بھی اپنے تک محدود ہو ورنہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ کسی ولی کامل کے متعلق معمولی سوءِ ظن بھی ایمان کی بربادی کا سبب ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف :

من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب	جو بھی میرے کسی ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہے میرا اس کے لئے جنگ کا اعلان ہے۔

شارحینِ حدیث لکھتے ہیں کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ ولی اللہ کے ساتھ بغض و عداوت سے خاتمہ برباد ہوتا ہے حضرت شیخ عطار رحمہ اللہ نے فرمایا ہے

حبِ درویشان کلیدِ جنت است
دشمنِ ایشان سزائے لعنت است

حکایت : سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے ایک مرید کو یوسف حسین رازی قدس سرہ

---

[1] : ضیائے نورانی

کی زیارت سے منع فرمادیا کیوں کہ وہ ملامتیہ سے تھے اور مُرید اُن کی شرع کے خلاف حالت دیکھ کر اُن سے سوءِ ظن میں مبتلا ہو جاتا لیکن وہ مرید چلا گیا واپس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا انکار کے ساتھ واپس آئے ہو یا اعتقاد کے ساتھ عرض کی اعتقاد کے ساتھ تو شیخ نے فرمایا الحمد للہ : [2]

اس کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب اولیاء کرام سے بدظنی کی وجہ سے ایمان کو نقصان پہنچتا ہے تو جو شخص ان کو برا کہتا اور گالی دیتا ہے اس کا کیا حال ہوگا

بلندئ مراتبِ اولیاء :

اگرچہ بعض اولیائے کرام دوسرے حضرات سے افضل ہو لازمی امر ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام میں بھی یہ بات ہے اور وہ قرآن میں صراحتہً موجود ہے بلکہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ نے ملفوظات شریف میں تحقیق فرمائی ہے کہ کبھی مُرید بھی مرتبہ میں اپنے پیر و مرشد سے بڑھ جاتا ہے اس کی متعدد مثالیں دی ہیں من جملہ ان کے دو یہ ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ اجمیری غریب نواز مرید حضرت خواجہ ہارونی پیر سے
۲۔ حضرت جنید بغدادی (مرید) حضرت سری سقطی پیر سے

اپنے پیر سے بڑھ کر کوئی نہیں :

مذکورہ بالا واقعہ خواب کے رنگ میں اسی لیے دکھایا گیا ہے کہ سیرانی بادشاہ قدس سرہ کے متعلق مولوی عبد الحکیم کلی کر رہے تھے اس پر ان کے مرید مولانا یار محمد کو صدمہ تھا اسی لئے اس کی تائید و تلقین کے طور پر خواب میں دکھایا کہ اس عقیدہ میں ڈٹ جاؤ کہ اپنے پیر و مرشد سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ ملفوظات شریف میں لکھتے ہیں کہ شیخ

---

[1] : ملفوظات حضرت خواجہ غلام فرید [2] : ایضاً جلد دوم

سید قاسم مرحوم فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مولانا زین الدین کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ایک اور بزرگ کا مرید مجلس میں بیٹھا تھا اس نے پوچھا کہ تم اپنے مرشد سے زیادہ محبت کرتے ہو یا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اس نے کہا اپنے پیر و مرشد سے تو مولانا اس پر ناراض ہوئے جو لبعد میں اس سے معافی چاہی۔

حکایت :

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں ایک شخص حاضر ہوا۔ بھوکا تھا۔ اس نے اپنے شیخ قطب الدین حیدر کی طرف منہ کرکے کہا "شیئاً للہ" شیخ سہروردی نے کشف سے معلوم کرلیا کہ یہ بھوکا ہے۔ طعام بھیجا اس نے طعام کھاکر کہا "شکراللہ یا قطب الدین حیدر" خلفاء اس پر غصہ ہوئے حضرت سہروردی کو حال سنایا آپ نے فرمایا اس سے تمھیں سبق سیکھنا چاہیئے کہ جو کچھ اسے ملتا ہے اسے اپنے شیخ کا فیض سمجھتا ہے۔

فرقِ مراتب :

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ کے سامنے چند بزرگوں کے مراتب بیان ہونے لگے تو آپ نے فرمایا یہ سب نیک تھے اس میں اشارہ فرمایا کہ عوام کو بزرگوں کے مراتب بیان کرنے کے بجائے ان کے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ ایک مقام پر اس بحث کو بسط کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ محبوب الٰہی کی مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ ہمارے سلسلہ چشتیہ میں جو بلند مرتبہ مشائخ ہیں ان کی مثال دوسرے سلاسل میں نہیں آپ نے فرمایا کہ یہ بات مت کہو اس لئے کہ ہر سلسلہ میں باکمال مشائخ ہیں اور ہر شخص اپنے مشائخ کو باکمال سمجھتا ہے پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے پیر کو دوسرے بزرگوں سے بہتر سمجھے تو یہ گناہ نہیں [1]

---

[1] : ملفوظات جلد پنجم۔

ف : محبوب الٰہی حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ کے والد گرامی کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں وہی مراد ہیں۔

عربی بزرگ :

ذکرِ خیر میں ہے کہ عرب کے دو بزرگ شیخ ابو سعود حماد مدنی خطیب مدینہ طیبہ شیخ احمد و شیخ حسن خادم و مؤذن مدینہ طیبہ سے آئے تھے وہ بھی زیارت مزار کے لیے خانقاہ پر تشریف لے گئے تھے اور روحانی کیفیات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ واپسی پر انھوں نے اعتقاداً ظاہر فرمایا کہ ہم مدینہ طیبہ میں بھی حضرت کا عرس منعقد کریں گے۔

نقشبندی بزرگ نے فرمایا :

خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نقشبندی بزرگ میرے دوست تھے وہ اپنے سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق فرمایا کرتے نقشبندی سلسلہ کا مبتدی دوسرے سلاسل کے منتہی کے برابر ہوتا ہے (یہ ان کا اپنا خیال تھا جیسے ہر سلسلہ کے سالک کا خیال ہوتا ہے) لیکن نقشبندی سلسلہ کا منتہی سیرانی بادشاہ کے مبتدی کے برابر نظر آتا ہے۔ اللہ جانے اس میں کیا راز ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت سیرانی کو یہ درجہ کیسے حاصل ہوا؟ [1]

فائدہ : یہ تعجب کی بات نہیں اس لیے کہ فقیر ابتداء میں ثابت کرچکا ہے کہ حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ حضور غوثِ اعظم اور سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہما کے مظہر ہیں اور فقیر نے ایک جگہ دیکھا ہے کہ ظاہری عالم کے غوث سیدنا محبوب سبحانی ہیں تو باطنی عالم کے غوث سیدنا اویس قرنی ہیں رضی اللہ عنہ اسی لیے سیدنا سیرانی قدس سرہٗ کمالات و کرامات میں اپنے معاصرین سے فائق تھے

---

[1] : مصباح نورانی ص۳۸

حضرت کا سلسلہ عنایتی

حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہ سلسلہ اولیسیہ کے علاوہ سلسلۂ عنایتی میں بھی کامل و مکمل تھے۔ تمام عام علمائے و معتبرین اس طریقہ کے آپ کو شیخ کبیر مانتے ہیں اور اخوند ملا عزت اللہ عنایتی قلاتی (بلوچستانی رحمۂ اللہ) نے فرمایا کہ میرے پیر حضرت میاں غلام محمود بخارو جن کو بھاگ[1] میں شاہی آدمیوں نے شہید کیا تھا اپنے پیر میاں غلام رسول و بخارو عنایتی قندھاری کی زبان سے نقل فرماتے ہیں کہ منزل مقصود پر پہنچنا (عنایتی نسبت سے) دو طریق پر ہے:

۱۔ آزاد ہونا (یعنے گھنٹوں میں یا ایام قلیلہ میں مقصود پر پہنچنا۔)

۲۔ راہِ عام (بمدت چالیس روز)

طریق اول کسی شخص کو نہیں پہنچا سوائے شاہ صاحب کے یا ان کی اولاد کے لیکن حضرت صاحب السیر قدس سرہٗ اس طریق مختصہ میں کامل اور مکمل ہیں۔ ہم مشاہدہ کرتے تھے کہ نورانیت ولایت اولیسیہ بکمالہٖ شمس سیریہ سے پرتو آئینہ استعداد عنائیتیہ پر پڑتی تھی اور نورانیت ولایت عنائیتیہ بتمامہٖ پرتو آئینہ استعداد سیریہ پر روشن تھی عین عین سے ملا اور فرق درمیان سے اٹھا۔ یہ فقیر (اخوند عزت اللہ) اپنے پیر کے زبان سے متنبہ ہو کر حضرت میاں قادر بخش و بخارہ (جو مریدان جناب سیریہ سے ہیں) کی خدمت میں پہنچا اور اس طریق مختص سے مستفید ہوا اور حضرت میاں قادر بخش نے بھی بہت دفعہ اس راقم کو فرمایا کہ حضرت قبلہ سلطان التارکین امام طریقہ اولیسیہ قادریہ اور امام طریقہ عنائیتیہ ملامتیہ ہیں۔ اس سلسلہ کے داخل ہونے والے سب اس کے معترف ہیں۔

[1]: ایک شہر کا نام جو بلوچستان میں ہے۔ ۱۲۔ اولیسی غفرلہٗ

مزاح اور لطیفے

جائز ہنسی مذاق بھی سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء ہے حضور سیرانی بادشاہ اس سنت پر گاہے گاہے عمل فرما لیتے تھے۔ چند واقعات حاضر ہیں۔

خاک بسر: ایک دفعہ حضور سیرانی بادشاہ ... دہڑی کی بازار سے گذر رہے تھے دیکھا کہ ہولی کھیلنے والے ہندو ایک دوسرے پر مٹی اور خس و خاشاک پھینک رہے تھے آپ نے ان کی ... کو دیکھ کر فرمایا۔

محمد عربی[1] ست کہ آبروئے ہر دو سرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

زمین کی حجامت:

گھوڑے کے لئے گھاس کاٹنے خود تشریف لے جا رہے تھے ایک خادم نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا زمین کی حجامت کرنے جا رہا ہوں۔

منی جل گئی:

حضرت سیرانی بادشاہ کو ایک دفعہ ملتان کی ایک خدا رسیدہ بزرگ خاتون حضرت مائی سپوراں نے اپنی لڑکی کی نسبت کے لئے عرض کیا اس پر حضرت نے فرمایا مائی سپوراں فقیر کی منی جل گئی ہے۔ یہ ذومعنی لفظ تھا منی بمعنی انانیت وتکبر اور منی بمعنی مادۂ تولید و تناسل اس فصیح فقرے کے جواب سے عقد نکاح کی معذرت فرمائی۔

لنگر یا کشتی:

حضرت سیرانی بادشاہ ایک طالب علم کی معیت میں ایک دفعہ خوانِ نعمت یعنے خواجہ عبدالخالق کے لنگر شریف میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔ طالب علم نے

[1]: ترجمہ: محمد عربی جو دو نوں کی آبرو ہیں جس کا سر آپ کے در نہیں جھکتا خدا کرے اس کے سر پر خاک ۔۔

فراغت کے بعد کہا کہ حضرت صاحب کا لنگر قیامت تک جاری ہے آپ نے فرمایا اواحمق لنگر تو ایسی بڑی چیز ہے کہ چلتے ہوئے جہاز کو بھی منزلِ مقصود سے باز رکھ کر روک دیتا ہے تو یہ کیا کہتا ہے۔ فقیروں کو لنگر اور دُنیا کے نمود سے کیا تعلق ؛

احمق توکل :

مولوی دین محمد داجلی مرحوم فرماتے ہیں کہ آپ ایک دفعہ بہاول پور کے بازار میں سوار ہو کر جا رہے تھے کہ توکل گھوڑا ہنہنایا۔ آپ نے فرمایا اے احمق میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ تو ذکرِ حق کرتا ہے۔ میری طرف دیکھ کر فرمایا میاں دین محمد یہ یاد نہیں تو یاد کر رہا تھا نہ کہ حق کو۔

ہم تمہارے باپ :

میاں محمد مقبول کھوکھر مرحوم فرماتے ہیں ہم حضرت سیرانی سائیں قدس سرہٗ کے ساتھ ایک جگہ دوپہر کے وقت درختوں کے نیچے قیلولہ کر رہے تھے چند لڑکے بھاگتے ہوئے آئے اور ہم سے سوال کیا تم کون ہو؟ ہم خاموش رہے۔ جب اصرار کیا تو حضرت سیرانی سائیں رحمۃ اللہ نے فرمایا ہم تمہارے باپ ہیں یہ سن کر لڑکے چلے گئے اور واپس نہ آئے۔

فائدہ : باپ سرپرست اور تربیت کنندہ کو بھی کہا جاتا ہے آپ نے یہی معنیٰ مراد لیا۔ نیز بچوں کے لئے بڑے بمنزلہ باپ کے ہوتے ہیں اس لئے اس میں جھوٹ کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔

درخت سے مزاح :

ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ ایک درخت کے نیچے وضو کر رہے تھے۔ ایک شخص پاس تھا اس کو فرمایا کہ یہ درخت پھل دیتا ہے یا نہیں ؛ اس نے عرض کیا اس نے کبھی بھی پھل نہیں دیا فرمایا اب کے سال شرم کے مارے ضرور پھل دے گا۔ چنانچہ وہ اسی سال بار آور ہوا۔

چاہنے والوں کے پاس جاؤ :

خلیفہ محمد وارث مرحوم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیرانی بادشاہ پاک پٹن میں عید کے دن سیر کی خاطر بڑے ٹیلے پر بیٹھے تھے۔ شہر کی عورتیں وہاں آپ کا سُن کر زیارت کے لئے آگئیں۔ میں نے اس خوف سے کہ عورتیں آپ کو نہ چھوئیں آپ کے گرداگرد چادر تان دی لیکن اس طرح بھی پوری احتیاط نہ ہو سکی۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ بیاں تم اُن کے پاس جاؤ جن کو تم بھاؤ۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ عورتیں جانوروں کی طرح اُڑ اُڑ کر دُور جا پڑیں۔

میراسی نہیں ہوں :

حضور سیرانی بادشاہ سے کسی نے عرض کیا مجھے سلسلہ لکھا دیجئے آپ نے فرمایا سلسلے مراسیوں کے پاس ہوتے ہیں مجھے سلسلوں سے کیا کام۔

فائدہ : ممکن ہے اس نے شجرہ نسبی مانگا ہو۔ ورنہ شجرہ سلسلہ مشائخ تو سیرانی بادشاہ نے خود تیار کرایا تھا جسے حضرت مخدوم (دیوان) محمد غوث اور مولوی جمال محمد و مولوی جمال الدین نے تیار کیا اور اس کی نقلیں مریدین میں تقسیم ہوئیں۔

تحقیق انیق :

چونکہ حضرت سیرانی بادشاہ سلوک و جذب ہر دونوں کے جامع تھے۔ اہلِ سلوک کو سلسلہ لکھنا پڑتا ہے اہلِ جذبہ کو کوئی ضرورت نہیں ہوتی اسی لئے جب آپ پر سلوک کا غلبہ ہوتا تو سلسلہ کی اجازت مرحمت فرماتے اور جب جذب و مستی غالب ہوتی تو اس سے انکار فرماتے۔

لطیفہ :

سیرانی بادشاہ کے دربار کا ایک پیر صاحب ہمارے گاؤں تشریف لایا تو فقیر چونکہ سیرانی بادشاہ کے سلسلہ سے منسلک ہے اسی لئے اُن سے فقیر سلسلہ کا طالب ہوا کیوں کہ

اس وقت فقیر تعلیم سے فراغت پاکر گھر میں تعلیم وتدریس میں مصروف تھا تو پیر صاحب نے اپنے ساتھ لائے ہوئے میراسی کو بلایا اور فرمایا کہ مولوی صاحب کو ہمارا نسب نامہ بتائے میں نے عرض کی کہ مجھے سلسلہ سلوک چاہیے یہ سن کر پیر صاحب سخت شرمسار ہوئے۔

اس لطیفہ سے میرا مطلب یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کے درباروں سے منسوب ہونے والوں کو چاہیے کہ وہ صرف مریدوں کو لوٹنے کے تصور میں نہ رہیں بلکہ ان کی روحانی تربیت کا حق ادا کریں۔

بدمذاہب سے نفرت

بدمذاہب سے نفرت اسلام کی روح ہے۔ متعدد قرآنی آیات اس پر شاہد ہیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدمذاہب سے نہ صرف نفرت کا اظہار فرمایا بلکہ اُن سے عاد و ثمود کی طرح جنگ لڑنے کا اعلان فرمایا اور ان سے نشست و برخاست، شادی بیاہ، خورد و نوش اور علیک سلیک بلکہ انقطاع کلی کی بار بار تاکید فرمائی۔ حضرات صحابۂ کرام نے عملی طور پر ان ارشادات کو اپنایا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کو (جب وہ حالتِ کفر میں تھے) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معمولی سی بے ادبی کرنے پر طمانچہ مار دیا[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درجنوں نہیں سینکڑوں گستاخوں کی گردن اڑادی۔ ایک گستاخ کو کھانا دے کر چھین لیا جب دیکھا کہ بدمذہب ہے۔ ام المؤمنین بی بی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کے بستر پر باپ (ابو سفیان) کو نہ بیٹھنے دیا۔ اور کہا پلید پاک بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک عالم دین بدمذہب کا سلام اس کے منہ پر مارا وغیرہ وغیرہ۔[2]

---

[1] روح المعانی

[2] تفصیل فقیر کی کتاب "باادب باَنصیب" اور دوسری کتاب "بے ادب بے نصیب" میں ہے۔

یہی شیوہ جملہ اولیاء کرام اور علماء عظام کا رہا کہ کسی بھی بدمذہب سے ان کے ہاں عزت نہ تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک گستاخ کا اعلان کردیا کہ میری خلافت کے کسی بھی شعبہ میں ایسے ملازم نہ رکھا جائے[1]۔ ہم نے صحابۂ کرام سے لے کر اپنے زمانہ کے اولیاء عظام اور علماء حضرات تک کسی کو بھی نہیں سنا کہ کسی نے بھی کسی گستاخ کی رو رعایت کی ہو من جملہ ان کے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ بھی ہیں۔

شیعہ کی گردن اڑا دیتا:

سیرانی سائیں قدس سرہٗ کے متعلق لطائفِ سیریہ میں ہے کہ ایک شخص گل شاہ گل امام کے نام مشہور ہو کر اوچ شریف میں حضرت مخدوم صاحب سجادہ نشین حضرت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آیا اور اس نے صحابۂ کرام کے متعلق کچھ نازیبا کلمات کہے علماء نے اس کو بُرا مانا اور اس کو حکومت کی طرف سے دھکا کر اُوچ شریف سے نکلوا دیا۔ اس واقعہ کے بعد قریب ہی عرصہ میں سیرانی بادشاہ بھی اوچ تشریف لے گئے اور گل امام کے حالات معلوم فرما کر جوشِ اسلامی میں فرمانے لگے کہ اگر میں اس وقت ہوتا تو ایسے سبّی رافضی کی گردن اُڑا دیتا۔

انتباہ:

آج کل یہ عام بیماری ہے کہ ہر بدمذہب سے تعلق جوڑا جاتا ہے جسے خلقِ نبوی اور سیرتِ اولیاء سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے اسلام میں تو غیروں سے خوش خلقی فرمائی لیکن جب "فاقتلوھم حیث وجدتموھم" اور "الیوم اکملت" جیسی آیات کا نزول ہوا تو آپ نے کبھی غیروں سے رواداری نہیں فرمائی۔ یہی ہمارے اکابر اولیاء و مشائخ کا طریقہ رہا۔

شیعہ سے ناراضگی کا موجب:

حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ کو شیعہ سے ناراضگی صرف اس لئے ہوئی کہ اس نے صحابۂ کرام کو گالی دی اور بُرا بھلا کہا یہ صرف اسی کا فعل نہ تھا بلکہ اس مذہبِ شیعہ کے اصول میں شامل ہے

[1] الحاوی للفتاوی للسیوطی

فیض عام :- حضرت سیرانی صاحب کے روحانی کمالات کے فیضانِ عام کی داستان ایسی حیرت افزا ہے اس کے سپردِ قلم کرنے کے لئے بھی ایک بہت بڑی ضخیم کتاب مطلوب ہوگی۔ سلسلۂ اویسیہ کی ریاضتیں اور پابندیاں اگرچہ دوسرے شیوخ سلاسل کی ریاضتوں کی طرح مشکل اور دُشوار نہیں ہیں۔ مگر چونکہ خود خواجہ صاحب نے ان نعمتوں کو نہایت ہی شدید ریاضت اور سخت محنت کے بعد حاصل کیا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ اس قدر محنت ہر شخص کے بساط سے بالاتر ہے۔ اسلئے وہ اس دولت جاوید کو اپنے روحانی اثر کے ساتھ دنیا میں پھیلانا ضروری سمجھتے تھے۔ اس لئے جس قدر لوگوں کو وہ اپنے نظر کیمیا اثر سے فائدہ پہنچاتے تھے۔ اُسی قدر ان کے لئے خوش ہوتے تھے۔

تقریباً دو سو سال کا عرصہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے انتقال کو ہو گیا۔ مگر ان کے فیضانِ عام کی داستانیں اس طرح زبان زدِ عوام ہیں۔ یہ گمان ہوتا ہے کہ کل کی بات ہے خانقاہ کی عظمت اور جلال کا نور اسوقت بھی لاکھوں سینوں میں چمک رہا ہے مریدوں کا سلسلہ تو شمار سے باہر ہے اسوقت بھی جو کیفیت دربار پر بالخصوص عرس مبارک کے دِنوں لوگوں کی وارفتگی کی نظر سے گذرتی ہے۔ اس کو دیکھ کر تمام خیالات جو سُنے جاتے ہیں ان کے لئے نہایت ہی وُسعت کے ساتھ خلوص اور عقیدت کا ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔

فقیر حضور سیرانی سائیں کے فیوض و برکات کی داستان چھیڑے تو ایک مستقل کتاب لکھنی پڑے یہاں ان حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو صرف نگاہ حق آگاہ اور توجہ باطنی سے مستفید ہوئے ہیں ان کا شمار بھی ہزاروں تک ہے۔ کیوں کہ روحانی کمالات کی وجہ سے حضرت سیرانی سائیں مخفی طاقتوں کے خزانے اس طرح شب و روز لُٹاتے جاتے تھے کہ اہل و نااہل دوست و دشمن جو نظرِ کیمیا اثر کا نشانہ بنا۔ وہ آسمان پر علم عرفان کا ستارہ بن کر چمکا۔

سیلابِ رواں :- کسی بزرگ نے تو فیضان سیرانی کو دریا کے سیلاب سے

تعبیر کیا ہے۔ یعنی جس طرح سیلاب دریا کناروں سے اُچھل کر تمام نشیب و فراز کو زیر آب کر دیتا ہے۔ اسی طرح سیرانی صاحب کا فیض باطنی بھی بلا کسی امتیاز کے ہر شخص کو پہنچنے کے لئے بے تاب ہوتا تھا۔ ایک دوسرے بزرگ نے ان کے عام فیضان کی حالت دیکھ کر بارانِ رحمت سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ بھی اس خیال کو مدِ نظر رکھ کر رائے قائم کی گئی ہے خوش اعتقاد مُریدوں اور متلاشیانِ معرفت کے لئے تو اس قسم کے فیضان کا عام ہونا ایک قسم کی فیاضی سمجھا جاتا ہے۔

فیض سیرانی :- حضرت سیرانی بادشہ کا فیض عام تو ناشناس گنواروں اور نااہل بے عقلوں پر بھی حاوی ہوتا تھا۔ دنیا طلب کو دنیا کے لئے سہولت پیدا کرنے کا راستہ تلقین بھی فرما دیتے تھے اور بوالہوس کو نگاہِ کیمیا اثر میں ایسی منزل پر پہنچا دیتے تھے کہ دین و دنیا اس کی سنور جاتی تھی۔ بسا اوقات صبح ایک گنوار کو اپنی جاہلانہ حالت میں اپنے مولیشیوں مزارعوں اور بچوں کو غلیظ گالیاں دیتے ہوئے بسر ہوتی اور شام کو حضرت سیرانی بادشہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ کیمیا اثر کے باعث اس کی جھونپڑی میں سے اللہ اللہ کی آواز سے نور کا عالم پیدا ہو جاتا تھا۔

توکل گھوڑے کے مرید کا حال :- حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ کی سواری کے گھوڑے توکل کے لیے میاں یوسف مستان جو اس کے لئے گھاس پر مقرر تھا۔ جذبہ و انس میں اس سے لپٹ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن کی حمائل کر دیئے۔ توکل نے بے ہوشی میں اپنی گردن کو اس طرح بلند کیا کہ میاں یوسف زمین پر آ رہا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے سینے میں اسم ذات کا دریچہ کھل گیا اسی دن سے میاں یوسف مستانہ کو توکل (گھوڑے) کا مُرید اور فیض یافتہ کہنے لگے۱؎

۱؎ لطائف سیریہ صفحہ ۱۵۴

فائدہ: یہاں مُرید سے تعلق والا مراد ہے چوں کہ میاں یوسف کو توکل گھوڑے کی خدمت گذاری کے ذریعہ سے فیض ملا۔ اسی لئے معمولی نسبت سے اسے توکل کا مُرید کہا جاتا ہے۔ اس سے حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہ کی فیض رسانی کا اندازہ لگایئے کہ آپ کی سواری بھی آپ کے طفیل فیض رساں بن گئی۔

خوشا راہے: حضرت سیرانی بادشاہ جس راستے سے گذر جاتے۔ اس راستہ میں بے شمار اہل حاجت کے مقصود پورے ہو جاتے۔ مُرادیں بر آتیں اس لئے لوگ مدتوں تک ان کی تشریف آوری کے انتظار میں منتظر رہا کرتے تھے۔ اس فیضانِ عام سے صرف انسان ہی متمتع نہیں بلکہ جانور پرندے اور درختوں تک پر یہ فیض عام آب یاری کرتا تھا۔

حکایت: منقول ہے کہ کبھی میں حضرت سیرانی سائیں ایک باغیچہ میں فروکش تھے جب باغباں باغ میں گیا تو اس کے باغ کے ہر ہر پتے سے اسمِ ذات کا ذِکر سُنائی دیا۔ حیرت زدہ ہو کر اس نے دیکھا کہ حضرت ایک درخت کے نیچے مراقبہ میں ذِکر اسمِ ذات میں مصروف ہیں۔

کوا ذاکر بن گیا: ایک مرتبہ کوے کی کائیں کائیں سُنکر ارشاد فرمایا کہ اللہ اللہ کہو۔ چناں چہ کوا اُس وقت اللہ اللہ کا ذکر کرنے لگ گیا۔

چڑیوں کا ذِکر: ملتان کی مسجد افغانان میں حضرت سیرانی بادشاہ تشریف فرما تھے وہاں چڑیاں وہاں جمع جمع چُوں چُوں کر رہی تھیں۔ چڑیوں کی چل چل سُنکر فرمایا کہ اللہ اللہ کہو۔ چناں چہ اسی وقت چڑیاں "اللہ اللہ" کرنے لگیں۔

ذِکر میں موت: ٹھٹھہ (سندھ) کے موضع جبل میں ایک شخص ذکر الٰہی کرتا تھا لیکن اس کے اثرات کا شاکی تھا حضرت سیرانی بادشاہ کو عرض کی آپ نے اُس کے سینہ پر نظر ڈال کر فرمایا کہ اب ذکر بالجہر کرو۔ اس کا دل ذِکر میں مصروف ہو گیا

اور ذکر کا ایسا اثر ہوا کہ اس کا قلب سینہ سے باہر جا پڑا۔ اور ذکر میں مصروف رہا۔ یعنی اس کا سینہ چاک ہو گیا۔ آپ کے ایماء پر لوگوں نے اس کے قلب کو اٹھا کر سینہ میں رکھ کر مضبوط باندھ دیا۔ اچانک کپڑا پھٹ گیا دل دوبارہ باہر جا پڑا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا ظرف کم تھا۔ ذکر کا یک دم اثر ہو گیا ہے۔ اس میں برداشت کی طاقت نہ تھی۔ اسی لئے ذکر کی حالت میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ ایسے ہی ظہور میں آیا کہ وہ فوت ہو گیا۔

حافظ جمال پر فیض: حافظ صاحب موصوف ماڑ شہر لوگل کے رہنے والے تھے خود فرماتے ہیں کہ میں کہیں جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک سوار پُر انوار کی زیارت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ یہی سیرانی بادشاہ ہیں۔ میں نے فراخیٔ رزق کا وظیفہ پوچھا فرمایا حافظ قرآن ہو تمہیں وظیفہ کی کیا ضرورت۔ میں نے عجز و نیاز ظاہر کی تو ایک آسان وظیفہ بتایا۔ اس کے بعد ان کی یہ کیفیت تھی کہ ان پر ہر وقت کشف غالب رہتا۔ یہاں تک کہ ان کے ہمسائیگان کا بیان ہے کہ ہمارے ہر حال کو ملتے ہی بتا دیتے۔

ایک شخص ڈیرہ غازی خاں سے اجمیر جاتے ہوئے ملا تو اس کو ڈیرہ کے ایک ایک ذرہ کا حال بتایا۔ ایسے ذکر اللہ والوں کو بکثرت نصیب ہوتے ہیں۔ چناں چہ حضرت اجمیریؒ کلمہ شریف پڑھتے ہوئے آگ میں چلے گئے تھے۔ تو ان پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

حضرت سید جلال الدین بخاری اوچی رحمۃ اللہ علیہ بھی جب ذکر الٰہی فرماتے تھے تو ان کا لکڑی کا پیالہ بھی ساتھ ذِکر شروع کرتا تھا۔

مُریدوں کا حال: سیرانی بادشاہ کے بعض مریدوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ حالت وجدان کی وجہ سے کئی روز تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اور عالم مستی میں رہتے تھے۔ لیکن یہ واردات وہی جانتا ہے جس کو ان سے آگاہی ہے۔ الفاظ میں ان کا بیان نہیں ہو سکتا ع

"حدیث عشق در دفتر نگنجد"

دل بدل دیا:۔ حضرت سیرانی بادشہ سے ایک شخص نے اپنے بھائی کے لئے دعا کرائی تو اس شخص کی حالت فوراً تبدیل ہو گئی۔ اس کی پہلے ایسی حالت تھی کہ ذکرِ الٰہی کی طرف اُسے رجوع ہی نہ ہوتا تھا یہ حالت ہو گئی کہ درزی سے کپڑا سی رہا تھا۔ سوئی کی آواز پر وجد میں آجاتا۔

برتن سازی پر وجد:۔ سیرانی بادشہ کے ایک مُرید کی یہ حالت ہو گئی کہ ٹھٹھیرے ظروف بنا رہے ہوتے تو اُن کے ہتھوڑوں کی آواز پر حق حق کر کے وجد میں مست ہو جاتا تھا۔

دودھ دوہنے پر وجد:۔ سیرانی سائیں بادشہ کے ایک مرید کا یہ حال تھا کہ دودھ دوہنے کی آواز پر وجد آجایا کرتا تھا

چور کو دُرویش بنا دیا:۔ ایک مشہور چور اور راہ زن جو دن دہاڑے مسافروں کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ سیرانی سائیں کا بھی دوران سیاحت اُس راہ سے گذر ہوا۔ وہ ڈاکو پیچھے سے دوڑ کر سیرانی سائیں کے کندھے سے کمبل کھینچ لیا۔ سیرانی سائیں نے جو پلٹ کر نگاہ کی تو فوراً یہ نگاہ کیمیا اثر اسکے جگر کے پار اُتر گئی اور بسمل کبوتر کی طرح تڑپنے لگ گیا۔ شام کو جب وہ گھر نہ پہنچا تو گھر والوں نے سرِ راہ اسکو مستی کی حالت میں دیکھ کر اُس کو اٹھایا۔ اور ایک گانے والے فقیر کی آواز سے اِسے ہوش آیا۔

مطیع الاسلام ہندو:۔ ملتان میں حضرت مخدوم کی دربار کے متصلہ پر حضرت سیرانی بادشہ بیٹھے تھے کہ ایک ہندو پتاشوں کا تھال لے کر آیا۔ عرض کی دعا فرما دیں کہ مولیٰ پاک مجھ سے راضی ہو آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا اچھا تیری خواہش ہے کہ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ بار بار اسی کلمہ کو دُہرایا۔ یہاں تک کہ اُس ہندو پر ایک جذبہ طاری ہو گیا۔ اور زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ اسی دوران

نواب مظفر خاں آگیا۔ اس نے خوش ہو کر نو مسلم کو گھوڑا اور ایک خلعت عطا کی۔ جب وہ اپنے گھر سے شہر کے دروازہ پر پہنچا تو اس کی ماں بیوی اور دوسرے ہندو جو اسے دیکھنے آئے سب نے اسے دیکھتے ہی کلمہ اسلام پڑھنے لگے۔ ہندو مذکور کا نام مطیع الاسلام رکھا گیا[له]

عبد السلام:۔ آپ ہندو جوگی تھے لیکن جوں ہی نگاہ سیرانی کا شکار ہوئے تو نہ صرف ولی اللہ۔ بلکہ ولی گر بن گئے۔ آپ کے اسلام لانے اور ولایت پانے کی تفصیل آتی ہے۔ (انشاءاللہ)

دہقان کو ولی بنا دیا:۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحؒ کا ایک کھیت میں سے گذر ہوا تو دہقان نے کھیت میں سے گذرتے دیکھ کر اس طرح للکارا "بھڑوا واڑ وچوں نہ لنگھ" آپ ٹھہر گئے اور خادم سے پوچھا کہ بھڑوا کس کو کہتے ہیں۔ خادم نے بیان کیا کہ اس زبان میں بھڑوا دلال اور دو کو ملانے والے کو کہتے ہیں۔ اس پر حضرت پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور فرمایا کہ اس زمیندار نے مجھے بھڑوا سمجھ کر بھڑوا کہا ہے۔ میرا بھی یہ فرض ہونا چاہیئے کہ میں دو کو ملا دوں۔ یہ کہہ کر اُس دہقان پر ایک نظر کیمیا اثر ڈالی۔ اس کو آشنائے اسرار و رموز بنا دیا۔ اسی لئے علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا:۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی ٭ بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی۔

مجھ سے سوا لکھ حضرت راجو شاہ حضور سیرانی بادشہ کو دبا رہے تھے۔ آپ کے خوش وقت کو دیکھ کر عرض کی۔ میرا ہاتھ پکڑ لیں جب آپ نے انکا ہاتھ پکڑا تو عرض کی ؎

بچپال پریت نوں پال دے نیں ٭ جیدی بانہہ پکڑیے اوتوں چھوڑیئے متن

له مصباح نورانی صـ۲۸

آپ جس طرح اب میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں۔ اسیطرح ہی مجھے خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیں آپ جوش میں آگئے۔ راجو شاہ صاحب کا ہاتھ چھوڑ کر فرمایا سید تنہا تم نہیں بلکہ میں تو تمام محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کی دستگیری کا ارادہ رکھتا ہوں۔

فائدہ : سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مظہر اتم جو تھے اسی لئے جو چاہیں کر دکھائیں

غریبوں کا حج :- قصبہ مبارک پور ضلع بہاول پور کے ایک قاضی کشکوری نے جب دیکھا کہ لوگ حضرت سیرانی بادشہ کے عُرس کے لیئے دُور دُور سے جوق در جوق جا رہے ہیں تو ان کے خیال میں آیا کہ اگر ولی اللہ کی کشش ہوتی تو میری حاضری عُرس پر ہوتی کیوں کہ میں قریبی ہمسایہ ہوں۔ یہ لوگ تو محض کھانے کے لیئے جا رہے ہیں۔ اسی خیال و فکر میں تھا۔ کہ رات کو میں نے خواب دیکھا کہ شرق سے غرب تک بے شمار آدمی دربار سیرانی کے شرقی دروازہ میں جمع ہیں۔

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ لوگ حج کے منتظر ہیں۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ صفیں باندھی جا رہی ہیں۔ انہیں نگراں درست کر رہے ہیں۔ ان میں ایک نگران نواب بہاول خاں بھی ہیں۔ اچانک ایک پالکی آسمان سے اُتری اور جب وہ روضۂ سیرانی کے قریب ہوئی تو نورانی شعاعیں نکلنی شروع ہوئیں جو شمالی و جنوبی میناروں سے خارج ہوتی تھیں۔ اس کے بعد توپ کی آواز آئی۔ اسمیں کہا جا رہا تھا۔ حج قبول[1]۔

فائدہ :- جیسے جمعہ کو غرباء کے حج سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہاں شرعی معنیٰ مُراد نہیں۔ بلکہ من وجہ ایک قسم کی معنوی تشبیہ ہے جیسے میلاد النبی کو عید کہہ دیا جاتا ہے یہاں وہی حج سمجھیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب "میلاد النبی کیوں" میں ہے۔

شجاع آبادی کو بچایا :- شجاع آباد کے رئیس (نواب) نے حضرت کے ایک مرید (نساج) کی لڑکی پہ عاشق ہو کر اس کو طلب کیا حضرت کا قیام بھی وہیں تھا۔ وہ بے چارہ غریب ڈر کے مارے حضرت کی خدمت میں

[1] : یعنی عرس کی حاضری

دوڑ کر آیا اور ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے جوش میں آکر فرمایا کہ تم اپنی لڑکی کو فوراً ئیس کے پاس بھیجدو۔ ہرگز تامل نہ کرو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ اس نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ نواب شجاع خاں نے دیکھ کر یہ کہا۔ کہ یہ لڑکی میری دُختر ہے اور بزرگانہ سلوک کے ساتھ اسکو خلعت دے کر اپنے والدین کے پاس واپس کیا۔ اور ہمیشہ اس کی اپنے لڑکیوں کی طرح خبر لیتا رہا[1]

ہندو ذاکر بن گیا :- ایک ہندو نے پانی کی سبیل جاری کی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضرت کا گذر ہوا۔ ہندو مذکور تو پانی بھرنے گیا ہوا تھا دو گھڑے پانی کے علیحدہ رکھے ہوئے تھے۔ حضرت نے ان میں سے پانی پی لیا۔ اسی اثناء میں وہ ہندو بھی واپس آگیا۔ اُس نے دیکھتے ہی شور کیا کہ فقیر ان گھڑوں میں سے پانی نہ پینا۔ یہ ہندوؤں کے لئے ہے۔ حضرت نے تبسم فرما کر نظرِ عنایت اُس پر ایسی ڈالی کہ معاً اُس کی زبان سے کلمہ طیبہ کا ذکر جاری ہو گیا۔ اور وہیں بے تاب ہو کر ذکر جہر کرنے لگا[2]۔

نگاہ ولی کی تاثیر :- ایک بزرگ (صاحبِ نسبت) نے اپنے بیٹے کو راہِ ہدایت پر چلانے کی بے حد سعی کی۔ لیکن ناکامی کی صورت میں لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر حضرت صاحب السیرؒ کے سپرد کیا کہ اگر کسی کا کوئی جانور اپنے ہاتھ سے سیدھا نہیں ہوتا تو وہ زیادہ زور والے کے سپرد کرتا ہے۔ اُسے صراط المستقیم پر چلائیں خواجہ صاحب نے کمال مہربانی سے لڑکے کو تلقین مؤثر فرمائی۔

کچھ مدت گذری کہ لڑکے کو شوق زیارت حضرت صاحب نے ناچار کیا۔ تو باپ سے رخصت چاہی۔ لیکن باپ جب کسی صورت میں اجازت دینے پر تیار نہ ہوا۔ تو وہ

---

[1] لطائف سیریہ ص ۱۱۲ - [2] ایضاً ص ۱۲۳

بغیر اجازت کے روانہ ہوا۔ باپ نے کہا کہ "اے لڑکے اس مُنہ کے ساتھ واپس اس جگہ آنا"۔ لڑکا جس وقت مشرّف زیارت ہوا تو باپ کے کلام کو حضرت کے گوش گذار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کل جانا۔ جب رُخصت ہو کر اپنے شہر کے باہر آیا تو کسی شخص نے اس کو نہ پہچانا۔ حتیٰ کہ جب گھر میں آیا تو خویش، برادری اور والدہ بھی نہ پہچان سکی اس وقت اپنے باپ کی خدمت پہنچا تو وہ پہچان کر نہایت خوش ہوا اور کہا کہ الحمد للہ کہ ایسے محبوبانِ خدا اس دور میں بھی زندہ موجود ہیں جو لاکھوں کی بگڑی قسمتیں سنوارتے ہیں

کسان کو رنگ دیا:۔ ایک دفعہ حضرت سیرانی سائیں قدس سرہٗ کنوئیں کی نالی سے وضو فرمایا۔ اور وضو سے فارغ ہو کر پانی کو اُچھال رہے تھے کہ کسان نے اس فعل کو ناگوار سمجھ کر سیرانی سائیں کو اسسے منع کیا۔ اور منع بھی کیا تو اس شان سے کہ ایک ڈنڈا آپکے سر پہ مارا۔ اور کہا کہ کیوں پانی خراب کر رہے ہو اتفاقاً اسس ضرب سے آپکے سر سے خون جاری ہوگیا۔

جب خون بہہ کر کپڑوں اور چہرے پہ آیا تو آپ پر (یہ معلوم کر کے) ایک حالت جذب پیدا ہوگئی۔ اور اُس حالت میں کسان کو فرمایا کہ تو نے مجھے رنگین کر دیا ہے آمین۔ تجھے رنگ دوں۔ یہ کہہ کر نگاہ فیض اثر سے اس کی تمام انانیت کو جلا کر کُندن بنا دیا۔ فوراً اس کا قلب جاری ہوگیا۔ اور وُہ ایک صاحب بصیرت بزرگ ہوگیا۔

کُفر ٹوٹا:۔ ایک دفعہ حضرت سیرانی سائیں ہندوستان کی ایک ریاست ماڑ جسے سورت بندر بھی کہا جاتا تھا۔ میں ایک راجہ کے تالاب پہ پاجامہ دھو رہے تھے تالاب کے نگہبان نے آپکو تالاب پر پاجامہ دھونے سے منع کیا۔ لیکن آپ نے کوئی توجّہ نہ دی۔ نگہبان شکایت کے لئے راجہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں راجہ کا لڑکا مل گیا جو کہ شکار سے واپس آرہا تھا۔ نگہبان نے اس سے شکایت کی۔ ایک آدمی تالاب کو خراب

کر رہا ہے۔ منع کرنے سے باز نہیں آتا۔ راجہ ایک لشکر لے کر تالاب پر پہنچا اور حضرت صاحب کو کہنے لگا کیوں ناجائز کام کیا ہے۔ آپنے سر اٹھا کر راجہ کے لڑکے کی طرف دیکھا۔ حضرت صاحب کا دیکھنا تھا کہ راجہ کے لڑکے اور اس کے ہمراہیوں کے مُنہ سے بے اختیار کلمہ طیبہ جاری ہوگیا۔ حضرت صاحب شہر کی مسجد کی طرف روانہ ہوگئے۔

جب یہ سرگذشت راجہ تک پہنچی تو راجہ بہت بڑا لشکر لے کر مقابلہ کے لئے مسجد کے دروازہ پہ پہنچا۔ حضرت صاحب مسجد سے باہر تشریف لے آئے۔ لوگوں نے حضرت صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہی ہے۔ راجہ نے حضرت صاحب کی طرف دیکھا۔ دیکھتے ہی مُنہ سے بے اختیار کلمہ جاری ہوگیا۔ اور حضرت صاحب کا مُرید ہوا۔

فائدہ: یہ تھے ہمارے پیر جو ہندوؤں کو کلمہ پڑھا گئے، لیکن جشن دیوبند نے مسلمانوں کا ندامت سے سر جُھکا دیا کہ اندرا گاندھی کے پاؤں پہ ہزاروں مسلمان نُما مولویوں نے اپنی مُلّائیت کو نثار کیا۔

ہندو مُسلمان ہوگئے:۔ شہر ماڑ کے لوگ بتوں کو بلند مکانوں پہ نمایاں کر کے رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ان مکانوں کے نیچے ایک کُوچے سے حضرت کا گُذر ہُوا۔ تمام بُت نیچے گر پڑے۔ کفار آ کر مشرف با اسلام ہوگئے

ریاست ماڑ کے راجہ نے عوام پہ بھاری ٹیکس لگایا ہُوا تھا۔ عوام ادا کرنے سے قاصر تھے۔ وزیر نے راجہ کو لکھا کہ اتنا ٹیکس عوام ادا نہیں کر سکتے اسس پہ راجہ نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور زبردستی ٹیکس وصول کرنے کا حکم دیا جب عوام پہ سختی کی گئی تو لوگ فرار ہونے لگ گئے۔ کئی گرفتار کر لئے گئے۔

دو ہندو فرار ہو کر جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ان کی نظر حضرت صاحب [illegible] پر پڑی۔ آپ ڈھیلہ سے پیشاب خشک کر رہے تھے) ہندوؤں نے آپ کی شکل [illegible]

دیکھ کر سمجھ لیا - یہ کوئی بزرگ ہیں - لہٰذا انہوں نے حضرت صاحب کو زار و قطار رو رو کر اپنا حال سُنایا - اور آپ سے امداد چاہی - آپنے وہ پیشاب والا ڈھیلہ زمین پر دے مارا - زمین میں ۲ مربع فٹ کا گڑھا ہو گیا - اور فرمایا کہ اس سے جس قدر دولت چاہو لے جاؤ - اور جا کر ٹیکس ادا کرو - وہ بہت سی دولت اُس گڑھے سے لے گئے - اور دوسرے لوگوں کو بھی حال سُنایا - سب لوگ آکر روپوں کی جھولیاں بھر لے گئے اور ٹیکس ادا کیا ا - جب ٹیکس ادا کر دیا گیا - تو راجہ نے وزیر کو لکھا - کہ تم تو کہتے تھے کہ لوگ اس قابل نہیں کہ اتنا ٹیکس ادا کر سکیں - ان پر رحم کیا جائے - لیکن دیکھا سختی سے کیسے ٹیکس وصول ہو گیا - وزیر اعظم نے راجہ کو سارا واقعہ سُنایا - اور یہ بھی بتایا اُس میں ابھی تک زرِ کثیر موجود ہے - راجہ نے جگہ کا معائنہ کیا اور مسلمان ہو گیا - ساتھ ہی بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے - اس جگہ کو صاف کر کے وہاں زیارت گاہ بنائی گئی جو کافی عرصہ تک موجود رہی نامعلوم اب موجود ہے یا مسمار ہو چکی ہے -

سونے کا ڈھیر:- ایک شخص حضرت کی خدمت میں آیا اور اکسیر اعظم کی پُڑیا پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ لنگر میں کام آئے گی - حضرت صاحب نے فرمایا - اسے اپنے پاس رکھو - شام کو جب رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو اُس شخص کو لوٹا لانے کے لئے فرمایا -

رفع حاجات سے فراغت کے بعد ڈھیلہ زمین پہ مارا - پُڑیا پیش کرنے والے آدمی کے گرد سونے کا ڈھیر لگ گیا - اُسے فرمایا کہ فقیر کو سونے کی ضرورت نہیں اگر تم کو ضرورت ہو تو جس قدر چاہو لے لو - وہ شخص فوراً قدموں پہ گر پڑا - اکسیر سازی سے توبہ کی اور مسلمان ہوا - خلیفہ محمد موسیٰ داجلی سے نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ دریا کے کنارے پہنچے کشتی موجود نہ تھی - اتفاق سے ایک کشتی آگئی - جس میں برات تھی - کشتی والوں کی نظر حضرت پر پڑی تو فوراً کشتی لے آئے - حضرت صاحب سے عرض کی آپ اپنے ہمراہیوں

سمیت دریا عبور فرمالیں - دریا عبور کر چکنے کے بعد سنیاسیوں کے سردار نے آپ کی خدمت میں اکسیر کا ٹکڑا پیش کیا - حضرت صاحب نے ریت کی ایک مُٹھی لے کر کپڑے پر رکھ دی جو سونا بن گئی - سنیاسی کو فرمایا دونوں لے لو - سنیاسی فوراً مسلمان ہو گیا اور اکسیر سے توبہ کر لی -

بے اختیار کلمہ سید مسو شاہ بخاری سے روایت ہے کہ میں رنگ پور میں جب پڑھتا تھا - ہمارا اُستاد کسی کام کو باہر گیا ہوا تھا - ایک فقیر سیاہ کمبل میں ملبوس لوٹا اور مصلّٰی ہاتھ میں لئے مسجد میں داخل ہوا اور ہم سے پوچھا کہ میاں نور محمد کہاں ہے - ہم نے بتایا کہ وہ کہیں کام کو گئے ہیں - یہ سُن کر آپ شمال کی طرف ہو گئے - جہاں ہندوؤں کی سبیل تھی - اس جھیل میں ہندوؤں کے لئے دو الگ مٹکے رکھے ہوئے تھے - حضرت صاحب نے اس مٹکے سے پانی لیا - ہندو اُس وقت پیشاب کرنے گیا ہوا تھا -

جب اُس نے آپ کو پانی پیتا دیکھا تو زور سے چلایا کہ فقیر اس مٹکے سے پانی نہ پینا - یہ ہندوؤں کے لئے ہے - آپ نے اس کی طرف اس نظر سے دیکھا کہ ہندو کے مُنہ سے بے اختیار کلمہ طیبہ جاری ہو گیا - اور وہ مسلمان ہو گیا - چند لمحے بعد جب میرا اُستاد آیا - اور اُسے تمام واقعہ سُنایا گیا تو میرے اُستاد نے فرمایا یہ حضرت محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے - دوڑتا ہوا مسجد کی طرف گیا - اور حضرت صاحب کی زیارت سے مشرّف ہوا -

بدزبان لڑکا:- ایک دفعہ سیرانی بادشہ ایک چاہ پہ پاجامہ دھو رہے تھے کہ نگہبان نے کہا کہ یہاں پہ مسلمانوں کے تصرف کی اجازت نہیں ہے لہٰذا آپ اُٹھ جائیں - آپ نے فرمایا کہ اب تو پاجامہ دھو کر ہی اُٹھوں گا کہ اتنے میں راجہ کا لڑکا جو کہ نہایت بدزبان تھا - آگیا - اور حضرت کے اُٹھانے کے لیے

دونوں ہاتھ بلند کئے ہی تھے کہ حضرت صاحب نے اس کی طرف دیکھا اس کے مُنہ سے بے اختیار کلمہ طیبّہ جاری ہوگیا۔ اور لڑکا وجد میں آگیا۔ راجہ بھی اُس موقع پر آپہنچا۔ اور حضرت صاحب کو خدا کا واسطہ دے کر عرض کیا کہ لڑکے کو ٹھیک کر کے میرے حوالے کیا جائے۔ آپنے فرمایا ابھی تو دوزخ سے آزادی حاصل کر کے بہشت میں آیا ہے کیا اسے پھر دوزخ میں ڈال دوں۔ نہ صرف وہ لڑکا مسلمان ہوگیا۔ بلکہ مسلمانوں کی بڑی خدمت کرنے لگا۔ بالخصوص حُجاج پر خصوصیت سے دل سے فدا تھا۔

راجے مہاراجے مُسلمان:۔ حضرت سیرانی بادشاہ کا گذر ملک ماڑ یا ملک سورت بندر سے ہوا۔ اور ایک مسجد میں قیام تھا۔ مُلّا بار بار فریاد کرتا تھا کہ کوئی محمدی صاحب برکت کا اس زمانہ میں نہیں رہا۔ کہ کل صبح اس ملک کا راجہ اس مسجد کو گرا کر اپنے گھوڑوں کے اصطبل میں داخل کریگا۔ تاکہ حویلی مربع ہو جائے۔ حضرت صاحب السیرؒ نے مُلّا کو فرمایا کہ محمدی موجود ہیں جاؤ اور فقیر کی طرف سے راجہ کو کہو کہ تمہارا اصطبل بغیر مسجد گرانے کے درست ہو جائے گا۔ مسجد کو مت گراؤ۔

مُلّا نے عرض کیا کہ مجھ کو یہ توفیق نہیں ہے کہ راجہ صاحب بے عزّت کرے گا آپ [illegible] طرف [illegible] روانہ ہوا اور پیغام پہنچایا۔ راجہ نے سُن کر دو خدمتگار ملا کے ہمراہ دیئے کہ فقیر کو جا کر کہیں۔ کہ اگر فقیر ہو تو کرامات دکھائیں۔ ورنہ چُپ رہیں۔ اُنھوں نے آکر راجہ کا پیغام خدمت میں پہنچا دیا۔

حضرت خواجہ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ کرامت جلالی یا جمالی دکھائیں؟ فقیر کے پاس دونوں کرامات موجود ہیں۔ واپس جا کر خادموں نے یہ حال بیان کیا۔ راجہ نے ڈر کر کہا کہ جلالی کرامت سے پناہ مانگتا ہوں۔ جمالی دکھاویں۔ خدمت گاروں نے واپس آکر عرض کیا۔

اتفاقاً ایک خدمت گار کے ہاتھ میں پیالہ کلاں تھا۔ حضرت قبلہ نے اُس کو خدمت گار سے لے کر اپنی انگلیوں میں رکھ دیا۔ اس کامل مکمل کے انگلیوں سے دودھ کا فوارہ جاری ہو کر طشت کو بھر دیا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ راجہ کے پاس لے جاویں کہ وہ نوش کرے۔ راجہ نے دیکھتے ہی پی لیا۔ اور کلمہ طیبہ اس کی زبان اور دل سے جاری ہوگیا۔ راجہ نے حاضر ہو کر شدت قدم بوسی حاصل کی۔ اور اپنے متعلّقین بمعیت مسلمان ہوگیا۔

نور شاہ مجذوب:۔ آپ کا عُرف جو پائی شاہ تھا۔ حضور سیرانی بادشہ کے مرید دل سے تھے فرماتے کہ ڈیرہ اسماعیل خانؒ کے تمام فقراء حضرت سیرانی بادشہ کے فیض یافتہ ہیں جو پائی شاہ اِس لئے مشہور ہوئے کہ ایک دفعہ ایک پئی یعنی چار ٹوپا یعنی تقریباً ۱۶ سیر چنے چبا گئے تھے۔ یہ مجذوب بہت بڑے کامل تھے۔ ان کی کرامات بھی مشہور ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ آپ کی بھینس بکریاں جو چرنے میں جاتی تھیں۔ اُن کے بچّوں کو بھی ساتھ چھوڑ دیتے تھے اور جو تھا یا آدھا حصّہ جس قدر جو پائی کی مرضی ہو پیتے تھے اسی سے زائد کی ان کو ہمّت نہ ہوتی تھی۔ لوگوں کو اس سے تعجب ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کاملوں کو کتنا تصرّف بخشا ہے[1]۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں:۔ میاں محمد مرحوم فرماتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی کے گھوڑے تو کل کے آگے دوڑتا جاتا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میاں آؤ، تاکہ تجھ کو خدا کی راہ میں واصل کردوں۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت بغیر علم کے فقیری معتبر نہیں ہے۔ علم سے فارغ ہونے کے بعد عنایت فرمادیں۔ فرمایا جس قدر راہ میں علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ فرشتے تعلیم کر دیتے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا حضرت کسبی علم وحی اور الہامی پر ترجیح ہے۔ فرمایا تو جان! پھر یاروں کی سواری جو پیچھے رہ گئی تھی وہ بھی

---

[1] لطائف سیریہ صفحہ ۹۴ کہ حیوانات میں بھی استعداد ہے لیاقت ہے کہ عقل مندوں کی طرح ان کی اطاعت کرتے ہیں۔

پہنچ گئی۔ پس میاں محمد علم ظاہر میں اس قدر لیاقت رکھتا تھا۔ کہ مطول پڑھنے کے وقت میں گلستان سُننے کی استطاعت نہ رکھتا تھا۔ بعداز وصال حضرت سیرانی بادشاہ اِس ماجرا کو یاد کرتا تھا۔ اور روتا تھا کہ اس وقت دریائے فیض کے جوش سے میں نے نصیبہ اُٹھا۔ اور محروم رہا۔

لیہ کا نواب:۔ محمد خاں سدوزئی نواب لیہ نہایت افلاس کے دن بسر کر رہا تھا۔ حضرت سیرانی بادشاہ کا وہاں سے گذر ہوا تو آپ کو دیکھ کر فرطِ ادب سے آگے پاپیادہ آکر ملا۔ آپنے اسے گلے لگا کر فرمایا۔ لیہ کی نیابت مع جملہ حُدود میں نے تیرے سپُرد کی۔ پھر فرمایا کہ اگر تم نے ہمارے مُریدوں اور جملہ فقیروں کی خدمت گذاری کی تو تیرے ایمان کا میں ذمہ دار ہوں۔ اور تیری کمان میں مَیں نے بہت سی وتر ڈال دیئے ہیں۔

فائدہ: دولت مند فقیر کے آگے جھک جائے تو صدیوں تک اس کی اولاد محفوظ ہو جاتی ہے۔ نظام دکن کئی پُشتوں کیوں شاہی کرتا رہا۔ اور ہمارے نواب بہاول پور عرصہ تک کس طرح شاہی کرتے رہے وغیرہ وغیرہ۔ صرف اور صرف اسی لیئے کہ انہوں نے محبوبانِ خدا کے آگے سر جُھکا دیئے اسی لیئے فرمایا گیا ہے "نعم الامیر علیٰ باب الفقیر" وہ امیر خوب ہے جو فقیر (اللہ والے) کے دروازہ کا گدا ہے۔

سندھ کے سچل سرمست رحمۃ اللہ علیہ:۔ حضرت سیرانی بادشاہ کا فیض نہ صرف سلسلہ اویسیہ تک محدود تھا۔ بلکہ بہت بڑے مشاہیر کو فیض یاب فرمایا چند ایک ملاحظہ ہوں۔

حضرت سچل سرمست کی ولایت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ بہاول پور کے ایک بزرگ حضرت محکم الدین سیرانی اس طرف سے گذرے مولانا

لہ لطائف سیریہ۔

عبدالحق نے حضرت سچل سرمست کو ان کے خیر مقدم کے لئے بھیجا۔ حضرت محکم الدین سیرانی نے ان کو دیکھ کر گھوڑا روک لیا اور کہا کہ آپ ہمارا استقبال کرنے آئے ہیں تو ہم بھی آپ کو تحفہ دیں گے۔ یہ کہہ کر آپ نے سارنگی سے ایک تار نکالا سچل کے سینہ پر پھیر دیا کہتے ہیں اسی وقت سے آپ پر جذب و مستی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہیں سے آپ کی شاعری کا آغاز ہوتا ہے گویا حضرت محکم الدین سیرانی نے ایک اشارے سے سچل سرمست بنا دیا۔

(سہ ماہی الزبیر بہاول پور پاکستان ۱۹۷۲ء صہ ۱۲۳/۲۲)

حضرت سُلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پر نظر کرم:۔ فقیر کوئٹہ بلوچستان دورہ تفسیر پڑھانے کے لیئے ۱۳۹۵ھ گیا تو غازئ کشمیر حضرت الحاج پیر غلام دستگیر مدظلہ، کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں اُویسی کیوں کہتے ہیں۔ میں نے کہا اس فقیر کو حضرت پیر طریقت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ کے سلسلہ سے وابستگی ہے۔ اور انھیں حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ کا ہمارے اجداد پر احسانِ عظیم ہے وہ اس طرح کہ ہمارے جدامجد سیدنا سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے فقر و فاقہ چھوڑا۔ اِس کے بعد ہمارے اجداد کو معاشی تنگی تھی۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ ہمارے شہر تشریف لائے ہماری دادی جان کو معلوم ہوا تو ایک بچے (ننھا) ننگے جسم بھیج دیا۔ تاکہ بزرگ کو ہماری تنگ معاشی کی طرف توجہ ہو۔ چناں چہ حضرت سیرانی سائیں کو کوائف معلوم ہوئے تو فرمایا کہ اِس بچے کو میرے ہاں بھیج دو جو میرا ہم نام ہو۔ تمام حیران ہوئے کہ محکم الدین نام کا کوئی بچہ ہمارے پاس نہیں۔ پھر خیال ہوا کہ فخر الدین نامی ایک صاحب زادہ صاحب ہیں اسی لفظ دین کی مناسبت فرما رہے ہیں چناں چہ اس بچے کو بھیج دیا گیا۔ آپنے اس پر نظر شفقت فرمائی تو اس کے بعد ہمارے خاندان میں خوشحالی ہے۔ اور سیرانی صاحب پھر

دربار پر حاضر ہوئے اور سلطان العارفین کے سرہانے کھڑے ہو کر عرض کی کہ آپ کی اولاد کو ہم نے فقر و فاقہ سے فارغ کر دیا ہے۔

نوٹ :۔ سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ کی یہ کرامت آج بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد جہاں بھی ہے صاحب ثروت ہے۔ اِن میں مفلس اور تنگ دست کوئی بھی نہیں۔

تونسہ اور کوٹ مٹھن پر فیض :۔ جس وقت حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی صاحب کے ارشادات و ہدایات سے اُن کے دو خلفاء اعظم یعنی حضرت خواجہ سلیمان تونسوی ؒ اور خواجہ عاقل محمد صاحب ؒ کوٹ مٹھن والے فارغ ہو کر اجازت لے کر اپنے مساکن کو واپس آئے تو حضرت خواجہ سیرانی ؒ نے ان دونوں بزرگوں سے دریافت فرمایا کہ ہمارے بھائی صاحب (حضرت قبلہ مہاروی علیہ الرحمۃ کو بھائی کہا کرتے تھے) نے آپ کو کیا کیا تبرک عطا فرمایا ہے۔ ان حضرات نے بہت سے عطیات کا ذکر فرمایا۔ اور ایک نقش کے متعلق بھی کہا کہ ایک نقش بھی مرحمت ہوا۔ اس نقش کو دیکھ کر حضرت سیرانی نے فرمایا کہ اس نقش میں ایک نقطہ ایک موقعہ پر اشارہ فرما کر بڑھا دیا جائے تو صاحب نقش دولت و دنیا سے ہمیشہ کے لئے مستغنی ہو جائے گا۔ اور اگر ایک لفظ اس موقع پر بڑھا دیا جائے تو صاحب نقش مرجع سلاطین رہے گا۔

چناں چہ دونوں بزرگوں کی استدعا کے مطابق حضرت خواجہ صاحب السیرؒ نے وہ (نقاط) نقوش میں اپنے ہاتھ سے بڑھا دیئے جس کی وجہ سے بارگاہ تونسہ میں دنیا کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ لاکھوں روپیہ کی آمدنی ہے اور کوٹ مٹھن کے سجادہ کی عموماً رئیس اور نواب مُرید ہوتے رہے ہیں۔ چناں چہ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ ہی کو دیکھ لیجئے کہ ان کے مریدین میں کتنا امراء و رؤسا۔ اور والیانِ سلطنت حلقہ بگوش اور مرید تھے مثلاً نواب بہاول پُور۔ نواب قیصر خاں مگسی (والئ مگسی) نواب ریاست ٹونک۔ جناب محمد عبد العلیم وغیرہ وغیرہ

قبلۂ عالم کے صاحب زادہ پر سیرانی سائیں کا فیض :۔ خلیفہ حاجی محمد اعظم صاحب اٹھول علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی نے اپنے فرزند صاحبزادہ میاں نور الصمد علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں بھجوایا صاحب زادہ صاحب جب حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مقصود پیش کیا تو حضرت خواجہ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ فقیر کے یہاں تو انگاروں کی انگیٹھی دہک رہی ہے اگر حوصلہ اور طاقت ہو تو حاضر ہے لیکن اگر دین و دُنیا کی کامیابی اور اعزاز کی ضرورت ہو تو اپنے والد ماجد صاحب سے بیعت کرو۔ صاحب زادہ صاحب اس جواب سے ڈر گئے اور بغیر بیعت کے واپس چلے آئے اور جب اپنے والد حضرت قبلہ عالم مہاروی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ذکر کیا تو حضرت قبلۂ عالم نے تاسّف کیا اور اپنے صاحب زادہ کی کمی ظاہر کی اور فرمایا کہ لوگ تو ایک چنگاری کے لئے عمر بھر خراب اور مضطرب رہتے ہیں تمہیں دُھکتی ہوئی انگیٹھی ملتی تھی۔ تمہاری قسمت نہ تھی۔ (لطائف سیریہ)

انتباہ :۔ یہ واقعہ سن ہجری سے ملایا جائے تو صحیح ہے ویسے حضرت قبلۂ عالم مہاروی قدس سرہٗ کے حالات میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔ سن ہجری کے مطابق یوں کہ حضرت سیرانی بادشہ کا وصال ۱۱۹۷ھ میں ہے اور حضرت میاں نور محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ۱۲۰۶ھ میں ہوا۔ آپ کی رفاقت میں دو تین آدمی اور بھی تھے جن میں سے ایک میاں پیر محمد سروڑا بھی تھا۔ یہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمہ اللہ کے مُرید تھے۔ انہیں حضرت سیرانی بادشہ چاچا پیر محمد کہا کرتے تھے۔ (لطائف سیریہ صـ ۹۲)

دلیل مزید :۔ اگرچہ اس واقعہ کے لیئے مزید دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں لیکن احباب کے اطمینان قلب کے لیئے عرض ہے شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ مجھے بھی ایک ایسے بزرگ سے واسطہ پڑا۔ ان سے میں نے بیعت کی

درخواست کی۔ تو انہوں نے فرمایا میرے پاس آگ کی انگیٹھی ہے تم اسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حضرت یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پانی ہے تم ان کے پاس جاؤ اور اپنا حصّہ لو۔ اس بزرگ کے ارشاد پر میں مدینہ منورہ گیا۔ اور حضرت یحییٰ مدنی سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ یاد رہے کہ یہ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ عالم مہاروی کے پیران پیر ہیں (قدس سرہٗ) اس قصّہ کی مزید تفصیل لطائف سیریہ میں ہے۔

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ:۔ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ نے بھی واقعہ مذکور کا ذکر اشارات فریدی میں بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ اُردو

اُویسی غفرلہٗ کا معروض:۔ فقیر اُویسی نے حوالہ جات اس لئے پیش کئے ہیں کہ کوئی یہ تصور نہ فرمائے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ نے خود کیوں نہ اپنے صاحب زادے کو نوازا تو اس کا جواب سہل ہے کہ حضرت مہاروی حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ کے متعلق سمجھتے تھے کہ لمحوں میں سالک کو منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔ دوسرا آپ خود ایسے کر سکتے تھے لیکن تعلق خصوصی کا بھی لحاظ ہوا کرتا ہے کوئی مصلحت بھی ہوا کرتی ہے۔ بہت بڑے علماء کرام اور مشائخ عظام اپنی اولاد کو دوسروں کے ہاں تربیت کے لئے بھیجدیا کرتے ہیں یہ قدیمی شیوہ ہے جو آج بھی مروّج ہے اسمیں شک کی گنجائش کیوں؟

تعارف میاں نور الصمد:۔ حضرت صاحب زادہ میاں نور الصمد حضرت مہاروی قدس سرہٗ کے سب سے بڑے صاحب زادہ تھے۔ اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے متعلق مولانا فخر الدین دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اے نور محمد! اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹے عطا کرے گا۔ ان میں سب سے پہلا بیٹا میرا ہوگا۔ آپ کو قوم

مہاران نے شہید کر دیا تھا۔ ان کی قبر مبارک روضۂ قبلہ عالم کے اندر ہے۔[۱]

خواجہ نور محمد قدس سرہٗ نارووالہ:۔ آپ اگرچہ حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہٗ کے مرید اور خلیفہ تھے لیکن اس کے باوجود حضرت سیرانی سائیں قدس سرہٗ سے بھی نہ صرف عقیدت تھی۔ بلکہ بارہا اکتساب فیض فرمایا اور اسمیں حرج بھی نہیں۔ بلکہ یہی حضرت ہیں جو حضرت سیرانی بادشہ کا اتنا ادب کرتے کہ جس کپڑے پر ان کی نگاہ پڑ گئی۔ اس پر پاؤں رکھنا گوارا نہ تھا۔[۱]

آپ بارہا حضرت سیرانی قدس سرہٗ کے حضور حاضر ہوئے اور سلوک کی پُر اسرار باتوں کے استفسار کے علاوہ علمی استفادہ فرماتے اور اپنے مریدین اور دوسرے لوگوں کو کمالاتِ سیرانی سے آگاہ فرماتے۔ لطائف سیریہ میں متعدد مقامات پر آپ کا ذکرِ خیر آیا ہے۔

بھر چونڈی شریف پر فیض خاص:۔ حضرت پیر سید محمد مغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور خواجہ صاحب السیرؒ کا اس بستی جندو ماڑی جہاں حضرت پیر بھر چونڈی شریف (پڑھتے تھے) سے گذر ہوتا ہے

گفت بُوئے بوالعجب آمد بمن ❊ ہمچناں کہ مر نبی را از یمن۔

یہاں مکتب میں کسی کامل کی خوشبو آرہی ہے خادم نے عرض کی ایک تھان کپڑوں کا لے کر طلباء میں تقسیم کریں پتہ چل جائے گا۔ ایک ایک طالب علم کو خادم بلا کر پیش کر رہا ہے۔ حضور خواجہ اپنے مقدس ہاتھوں سے کسی کو قمیص کا کپڑا اور کسی کو چادر عنایت فرما رہے ہیں طلباء ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ایک بچہ دُور ایک گوشے میں کھڑا ٹکٹکی باندھے حضور خواجہ کو دیکھ رہا ہے۔ سب طلباء فارغ ہو گئے۔ تو حضرت خواجہ نے اس بچے کو بُلا کر چادر دینے کا ارادہ کیا۔ بچے نے عرض کیا۔ حضور میں تو ایسی چادر چاہتا

---

[۱] مناقب المحبوبین صفحہ ۱۲۱۔

ہوں جو نہ کہنہ ہو نہ کوتاہ اور نہ پھٹے۔ حضور خواجہ نے چادر عنایت فرماتے ہوئے فرمایا یہ وہی ہے وہ چادر اب تک آستانہ عالیہ بھرچونڈی شریف میں موجود ہے۔[۱]

مفتی سندھ و بلوچستان:-

حضرت مولانا ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ جن کی فقاہت کا شہرہ سندھ و بلوچستان سے نکل کر علمائے ہندوستان پر اثر انداز ہوا۔ ان کے گاؤں سے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا گذر ہوا تو بستی والوں کو فرمایا۔ یہاں سے مجھے علم کی خوشبو آرہی ہے۔ چنانچہ آپ کے وصال کے تقریباً ایک صدی بعد حضرت مولانا ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ جن کا فتویٰ سندھ و بلوچستان تاحال حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

فائدہ:- اسی طرح کئی ایسے بزرگوں پر سیرانی بادشاہ کے فیضان نے سرفراز فرمایا۔ جو گوشہ گمنامی میں ہیں چونکہ اس وقت حضرت سیرانی بادشاہ کے متعلق کوئی یادداشت سپرد قلم نہ ہو سکی۔ اسی لئے اب یہ مسئلہ پیچیدہ ہے۔ کاش اس وقت کوئی صاحب دل آپ کی زندگی کے حالات قلم بند کر لیتا۔ تو آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے کہ شہباز طریقت کے کمالات سے ہم بے خبر سے نظر آتے ہیں۔

سوبھا سندھی:-

سوبھا نے لال پیر کو جا کر عرض کی کہ مجھے کچھ دیا جائے تو انہیں بشارت ہوئی کہ کچھ دن چلہ اور ریاضت کرکے ہی کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔

حضرت سوبھا صاحب[۲] نے فرمایا کہ سوبھا چلہ کاٹنے والوں میں سے نہیں۔ اگر کچھ دینا ہے تو بغیر مجاہدے کے دو انہیں جواب ملا کہ اگر بغیر مجاہدے کے اور اتنی جلدی کچھ حاصل کرنا ہے تو حضرت خواجہ محکم الدینؒ سے جا کر لو وہ فیض کا دریا ہیں۔ چنانچہ آپ نے سیرانی بادشاہ

---

[۲] سوبھا صاحب ایک مشہور بزرگ ہیں جن کا مزار علاقہ میرپور (تحصیلو سندھ) میں واقع ہے (حالات سیرانی)

[۱] عباد الرحمٰن صفحہ ۳۰، ۳۱ و قلمی تحریر از حفید مولانا مرحوم مملوکہ فقیر اویسی غفرلہ۔

سے آکر فیض پایا۔[۱]

سوبھا صاحب مشہور شاعر تھے اپنے شیخ کے حق میں لکھتے ہیں ؎

آمل سیری تانگھ ہے تیری	نت نت کانگ اُڈاراں
حضرت سیری جو رنگ لایا	پاک پیغمبر دا سرمایہ
شہر بجروح فیض کھنڈایا	اکھیاں باغ بہاراں
نور احمد سائیں نور نورانیؒ	ڈیکھ حسن تھئی حور حیرانی
سوبھا ہے سائیں سگ دربانی	روز ازل دی تیڈی بانی
کرم کرو تساں پیر سیرانیؒ	ہے لاج تیڈے گل باراں

(ترجمہ اُردو)

۱:- اے میرے پیر سیرانیؒ بادشاہ تیرے آنے کی اُمید میں ہر روز کوے اڑاتی ہوں کہ کب میرا مرشد آرہا ہے۔

۲:- حضور سیریؒ نے مجھ پر جب نظر کرم کی تو مجھ پر پیغمبروں کا سایہ ہو گیا۔

۳:- حضرت سیریؒ نے شہر و جنگل میں فیض پھیلایا۔ آنکھیں دیکھ دیکھ کے خوش ہیں

۴:- نور احمد سائیں نور سے بھرا ہوا جس کے حسن کو دیکھ دیکھ کر حوریں حیران ہوتی ہیں

۵:- سوبھا حضور کے در کا کتا ہے۔ یہ قیامت تک تیرا غلام رہے گا۔

۶:- میرے حال پہ پیر سیرانی کرم کرو۔ کیوں کہ میری لاج آپ کے ہاتھ ہے۔

ایک اور جگہ حضرت سوبھا صاحب خواجہ صاحب کی کس خوب صورت پیرائے میں تعریف کر رہے ہیں۔ اور اپنے جذبات کا اظہار کس خوب صورت الفاظ میں بیان کرتے ہیں ایک جگہ پر فرماتے ہیں۔

؎ توں ناحق نہ مار زبان ڈھی
میڈا ہوت پنل ہے خان ڈی۔

اوتاں اصلوں ہئی نادان ڑی

(ترجمہ اُردو)

اے ناصح تو خوامخواہ کی مجھے نصیحت نہ کر میرا محبوب تو خاں ہے وہ کوئی عام آدمی نہیں۔ ہاں البتہ وہ بھولا بھالا معصوم ہے۔

ایک اور جگہ پر فرمایا۔ ؎

۱۔ ؎ میڈا ہوت پُنل لج پال ہے

۲۔ جیندا ازلی قرب کمال ہے۔

۳۔ اوتاں صاحب سیر سُلطان ڑی

(ترجمہ اردو)

۱۔ میرا محبوب لاج پالنے والا ہے۔ وہ میری لاج پالے گا اور میری رہنمائی اور مدد کرے گا۔ مجھے راستے میں اکیلا نہ چھوڑے گا۔

۲۔ میرا محبوب وہ ہے جو مجھے شروع سے اخیر تک یعنی ازل سے ابد تک اپنے پاس رکھے گا۔ یعنی مجھے بھی اپنے ساتھ جنت میں لیجائے گا مجھے چھوڑے گا نہیں۔

۳۔ اور کیا تو جانے کہ وہ کون ہے؟ وہ صاحب السیر سُلطان ہے۔

اور فرمایا ؎

اوتاں کیچ شہر دا والی ہے ؞ جیندی ٹُھہنی عجب تاں چالی ہے
اوتاں نوری نام نشاں ڑی

ستڑے ساتھ لڈا یم ڑی ؞ دل مُنہ توں پلڑو نہ چایم ہی
تیکھے کوڑے غیر گماں ڑی

والی واگ دلیم ڑی ؞ اوتاں سو بھے نال نھیسم ڑی

اوتاں شافعی کل جہاں ڑی

اُردو ترجمہ:۔

۱:۔ وہ کیچ مکران کا بادشاہ ہے جس کی خوب صورت چال اور اسکی نشانی نور ہے
۲:۔ میں نے سوئے ہوئے ہی اُس سے فیض حاصل کیا اور منہ سے کپڑا نہ اُٹھایا اور دل میں کوئی گمان نہ کیا
۳:۔ میرا مالک یعنی سیری بادشاہ واپس آئیگا اور لاج نبھا کر مجھے اپنے ساتھ لیجائیگا کیونکہ میرا محبوب ہم سب کے لئے رحمت کا پیغام ہے [1]

لکرہ مجذوب بلوچستانی:۔ مؤلف لطائف سیریہ نے فرمایا کہ کاتب الحروف کو شہر قلات میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بتاریخ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ زبدۃ العرفاء قدوۃ الاولیاء فرشتہ خصلت جناب ملا عزت اللہ الصوفی القادری الملامتی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہ ایک وقت حضرت صاحب السیر قدس سرہٗ کا گذر شہر بھاگ سے ہوا۔ آپنے لکرہ نامی فقیر مجذوب کامل (جو رات کے وقت بند ہو جاتا تھا) کو بغل گیری فرمائی اور فرمایا جو کچھ تم میں سرمایہ فقیری کا تھا۔ میں نے سلب کر لیا۔ پھر دوسری دفعہ بغل گیری کر کے فرمایا جو کچھ تو رکھتا تھا۔ اس سے زیادہ میں نے تجھ میں ڈالا۔

میاں لکرہ کی پہلے یوں عادت تھی کہ حضرت سیرانی بادشہ کے ذکر سُننے کے وقت چنداں التفات نہ کرتے تھے۔ اور آپ کو اپنے برابر خیال کرتے۔ لیکن اب یہ حال ہو گیا کہ جوں ہی سیرانی بادشہ کا ذکرِ خیر سُنتے سر جھکا دیتے [2]

بلوچستان کے فقراء پر سیرانیؒ کا فیضِ عام:۔ حضرت ملا عزت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قدوۃ الافاضل حضرت میاں قادر بخش و نجارہ ملک کا چھ کی موجودگی میں ایک فقیر مداری بھاگ[3] میں آیا۔

---

[1] حیات سیرانی مرتبہ حضرت صاحبزادہ نظام الدین اویسی مدظلہ، [2] بلوچستان ۔ ایضاً

اور اس فقیر یعنی اخوند ملا عزت اللہ کو راہ باطن میں کوئی عقدہ پڑ گیا یعنی مجھ سے وہ سلب احوال کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے میاں قادر بخش کی خدمت میں عرض کی تو انھوں نے توجہ نہ دی۔

میاں بھوٹہ نام (جو غلامان حضرت صاحب السیر سے تھے) میاں قادر بخش کو کہا کہ اس کی مدد کر دیجئے پھر بھی انھوں نے توجہ نہ دی۔ پھر میاں بھوٹہ نے خود فرمایا کہ بہ برکت حضرت صاحب سیر کے اس کو یعنی مداری مذکور اس ملک سے باہر کر دیا۔ یہ کہہ کر بھوٹہ گھر کو روانہ ہو پڑا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مداری کوچ کر کے جا رہا ہے اور میری طرف دیکھ کر کہا کہ مجھ کو فقیر نے یہاں سے نکال دیا۔

میاں بھوٹہ کا کمال:- میاں بھوٹہ مجذوب حضرت سیرانی بادشہ کا فیض یافتہ تھا۔ سندھ میں لوگوں میں چرچا پڑا ہوا تھا کہ زمین میں پانی کی طرح غوطہ کھا کر غائب ہو گیا ہے واللہ اعلم کہاں گیا[2]

اخوند صاحب کا بیان:- ملا عزت اللہ بلوچستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا اعتقاد اس شخص کے حق میں جو ایک روز کی صحبت میں حضرت صاحب السیر کے ہاں حاضر ہونا دیگر سلسلوں کے بزرگوں کے ہاں سالوں سے بہتر ہے[3]

فائدہ:- اس سے دوسرے سلاسل کا مرتبہ گھٹانا مطلوب نہیں۔ بلکہ اپنے شیخ سے عقیدت کا اظہار مطلوب ہے۔

خلفاء کرام:- حضرت سیرانی بادشہ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے لیکن ان کے فیضان خاص سے بعض خلفاء کو نعمت ابدی کا

---

[1] لطائف سیریہ [2] ایضاً [3] ایضاً

وافر حصہ نصیب ہوا تھا۔ جن کا مختصر ذکر اس عنوان کے تحت میں کیا جاتا ہے مندرجہ ذیل تو خلفاء حضرت خواجہ صاحب کے یہاں گنے گئے ہیں[1] جو انوار باطنی سے آراستہ تھے

۱:- حضرت خواجہ سلطان احمد الدین صاحب سجادہ نشین اوّل دربار سیرانی رحمۃ اللہ علیہما

۲:- حافظ قمر الدین علیہ الرحمۃ سکنہ موضع قائم پور (گوٹھ قائم رئیس) یہ بزرگ نواب سرفراز خاں ملتان کے پیر تھے۔

۳:- شیخ محمد سلیم صاحب علیہ الرحمۃ قریشی سامانی

۴:- خواجہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ ان کا مزار شریف حضرت شیخ کے مزار کے متصل ہے

۵:- شیخ محمد انور صاحب ملتانی علیہ الرحمۃ یہ بھی اپنے شیخ خواجہ صاحب کے مزار کے قریب مدفون ہوئے

۶:- شیخ اللہ داد صاحب علیہ الرحمۃ جن کا مزار بیرون پاک دروازہ نزد اسٹیشن ملتان میں ہے یہ بزرگ ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے تھے۔ شیخ کی اتباع میں سیر سیاحت کی ۱۲۶۵ھ میں وصال ہوا۔

۷:- شیخ نتھو مرحوم (دانڈیا دہراجی) جنھوں نے آپ کی زہر آلود سے توسشں فرمائی۔

۸:- شیخ دوست محمد صاحب علیہ الرحمۃ جہاں گڑھ میں ان کا مزار مرجع خواص اور زیارت گاہ عوام ہے۔

۹:- حافظ عبد الکریم قاری علیہ الرحمۃ ان کی حسن قراءت کا جواب پورے پنجاب میں نہ تھا

۱۰:- میاں عبد السلام (یہ نو مسلم بزرگ تھے ان کا تفصیلی واقعہ آتا ہے۔

۱۱:- مولوی غلام محمد صاحب کا نام بھی فہرست خلفاء سیرانی میں داخل سمجھا جاتا ہے۔ یہ بزرگ ریاست بہاولپور کے اتالیق خاندان نواباں بہاولپور کے تابعین آخرم ممبر اور صاحب دل تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ ان کا ایسا ربط و نیاز تھا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب نے ان پر اپنی خاص عنایت مبذول فرمائے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کے مزار مبارک کا اندرونی خوب صورت اور

---

[1] لطائف سیریہ وغیرہ

عالی شان کٹہرہ انہوں نے بنوایا تھا۔ بہت سی کرامات ان کی ذات سے منسوب ہیں

۱۲:- خلیفہ محمد صدیق صاحب داجلی۔ (۱۳) خلیفہ محمد وارث صاحب (۱۴) خلیفہ محمد اعظم صاحب

۱۵:- خلیفہ محمد مقبول صاحب کھوکھر (۱۶) مہر دخاں صاحب پرجانی رئیس و بانی گوٹھ مہر خان (علاقہ بہاول پور) (۱۷) میاں سلطان محمود صاحب بزنڈی بھی حضرت کے خلفاء کی فہرست میں داخل کیئے جاسکتے ہیں۔ (۱۸) حافظ محمد جمال مارٹواڑ (ہند) جن کا مختصر بیان فیض عام کے باب میں گذرا (۱۹) حاجی کچی معروف بہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ اُویسیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"از من تا اُویس قرنی علی نبیّنا و علیہ السلام صرف سہ واسطہ درمیان اند بدیں طور کہ شیخ عبدالخالق بلا واسطہ مُرید حضرت اُویس قرنی بودند وبرادر زادہ شان محکم دین قدس سرہٗ مرید و خلیفہ عبدالخالق بود و حاجی کچی خلیفہ محکم دین قدس اسرارھم[1]"

تعارف حاجی کچی رحمہ اللہ تعالیٰ:- حضرت شاہ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ اگرچہ اجمیر شریف میں حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ کے ساتھ میری ملاقات ہوتی تھی۔ اور مجھے بارہا علم باطنی کی طرف اشارہ فرمایا لیکن میں عرض کرتا علم ظاہر حاصل کر لوں۔ آپ مجھے فرماتے۔ "بمراد خواہی رسید" مراد پالوگے۔

حضرت حاجی کچی کا مقام عرفان:- مولانا شاہ عبدالرحمٰن اپنی خلافت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "بعد رفتن شیخ محکم دین حاجی کچی ملقب شیخ صاحب در اجمیر شریف، ماندند و مشہور بود کہ ایشان بحضور حضرت خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ رسوخ و رسائی بسیار دارند لہٰذا من نیز استفادہ از حاجی موصوف خواستم فرمودند کہ بدون اذن حضرت خواجہ مرید نخواہم کرد گفتم کہ استجازت

[1] : انوار الرحمٰن۔

فرمایند۔ گفتند پرسیدہ جواب خواہم داد بروقت معہود کہ از اندرون روضہ منوّرہ برآمدند حال پرسیدم فرمودند کہ عندالاستیذان حضرت خواجہ طمانچہ بر رویم زدہ فرمودند کہ عبدالرحمٰن لائق آن ست کہ مرید کُنی۔ فقط[1]"

اِسی کتاب میں حضرت خواجہ عبدالخالق کا سیدنا اُویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ فیض پانے کا قصہ تفصیلی مذکور ہے جو حاجی صاحب نے خواجہ سیرانی سے براہِ راست پوچھا جسے فقیر نے کتاب کشف الحقائق میں درج کیا ہے۔

۱۲۰:- مولوی محمد مراد مُلتانی آپ کا مزار پُرانی کوتوالی بیرون لوہاری گیٹ ملتان احاطہ کے اندر ہے مولانا علی مردان مصنف لطائف سیریہ آپ کے خلیفہ ہیں۔

۱۲۱:- حافظ نور احمد آپکا مزار تار گنج ملتان میں ہے ان کی تاریخ وفات ۶ محرم ۱۲۶۲ھ ہے

۱۲۲:- شاہ ابوالفتح مؤ مبارک ضلع رحیم یار خاں۔

۱۲۳:- شیخ ابوطالب مرحوم جنھوں نے بوقت وصال تمام خدمات سرانجام دیئے۔

۱۲۴:- حضرت دیوان محمد غوث صاحب جلال پوری المعروف خوش دل از اولاد حضرت پیر لال قتال) صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے فراق میں فرماتے ہیں۔

ہائے نی ہائے ہک جوگی آیا ؛ جوگن کر گیا جگدی۔
نیناں والی نشتر مار کے ؛ رَت کڈھ گیا رگ رگ دی
ناں ہائی اُمید ایں ماہی توں ؛ جو کھس ویسی بھیج ڈیسی

---

[1] انوار الرحمٰن ص

خوشدل سیری میرڑے باجھوں ﴿ میکوں مٹھڑیاں گالھیں کون سنیسی

اُردو ترجمہ :۔ اے ماں ! ایک جوگی نے آکر مجھ پر ایسا جادو کیا کہ میں اُس کے عشق میں جوگن بن گئی۔

اُس نے اپنی مست آنکھوں کا جادو کر کے میری رگ رگ کا خون نکال لیا۔ اُس محبوب سے یہ اُمید نہ تھی کہ وہ مجھے دیوانہ بنا کر چلا جائے گا۔ خوشدل حضرت خواجہ سیری کے بغیر مجھ سے میٹھی اور دل لبھانے والی باتیں کون کرے گا۔

حضرت مخدوم خوشدل رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت سیرانی بادشہ کو بہت بڑا پیار تھا یہاں تک کہ بوقتِ وصال انھیں سے الوداع کر کے دھراجی پہنچے اور وہ بھی اپنے شیخ پر جان چھڑکتے تھے۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب "تاریخ مشائخ اویسیہ" میں ہے

۱۲۵۔ حضرت سوبھا سندھی مرحوم جن کا مزار علاقہ میرپور بتھیلو سندھ میں ہے

۱۲۶۔ حضرت نور شاہ (ڈیرہ اسماعیل خاں صوبہ سرحد) بہت بڑے کامل صاحب کرامات مشہور تھے

۱۲۷۔ شیخ عبد السلام جوگی :۔ ان کو بھی حضرت خواجہ کے خلفاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان بزرگ کے اسلام سے مشرف ہونے کا قصہ اس طرح لکھا ہے کہ دورانِ سیاحت میں حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ اتفاقاً کوہستان سنگل گڑھ میں ہوا۔ رات کو جہاں حضرت کا قیام تھا۔ وہاں ایک جوگی استدراج کر رہا تھا اس نے حضرت سے کرامت دیکھنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ ہم فقیر مسافر لوگ ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے دروازہ کے گداگر ہیں۔ کرامت اور خوارق کا اظہار ہمارا کام نہیں ہاں اگر آپ کوئی تماشہ دکھائیں تو آپ کو اختیار ہے جوگی اپنے استدراج کے زور پہ بیٹھے بیٹھے غائب ہوگیا اور پھر نمودار ہوا۔ اسی طرح کئی بار متواتر نظر سے غائب ہوتا رہا اور پھر ظاہر ہوجاتا رہا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس کے کمال کی نسبت دریافت فرمایا کہ

یہ مرتبہ آپ کو کیونکر حاصل ہوا۔ جوگی نے جواب دیا کہ خلاف نفس سے۔ جو کچھ جی نے چاہا۔ میں نے اس کی پیروی نہ کی اور اس کے خلاف کیا۔ اور عمر بھر ریاضت کے بعد یہ درجہ حاصل کیا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے اس پہ جوگی کو فرمایا میں مسلمان فقیر ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میری طرح مسلمان ہوجاؤ۔ اس امر کے متعلق تمہارا نفس کیا چاہتا ہے۔ جوگی چیں بجبیں ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ میرا نفس اس امر کو قبول نہیں کرتا۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس جوگی کو فرمایا کہ اپنے اصول کے مطابق جس کی پیروی آپ نے عمر بھر کی ہے۔ اب تم کو مسلمان ہوجانا چاہیئے کیونکہ نفس کا خلاف اسی میں ہے جوگی نے اس استدلال پر کچھ توجہ نہ کی۔ مگر معاً جوگی نے اپنے کمالات استدراج کو مفقود پایا اور چاہا کہ پھر کوئی شعبدہ دکھائے۔ مگر اس کی طاقت جاتی رہی۔ اور کسی امر پہ بھی وہ اپنے استدراج کے ذریعہ عمل نہ کرسکا۔ نہایت تنگ آگیا اور اپنی تمام عمر کی کمائی کو اس طرح جاتا ہوا دیکھ کر حضرت کے قدموں پہ گر پڑا۔ اور معذرت چاہی۔

اسلام کے نور سے حضرت نے اپنی پوری توجہ کے ذریعے اسکی دل و دماغ کو روشن کردیا۔ اور نظر کیمیا اثر سے کمالات باطنی بھی ظاہری اسلام کے ساتھ مرحمت فرمائی۔ اس جوگی کا اسلامی نام عبد السلام رکھا گیا۔ اس بزرگوار نے اسلامی نعمت حاصل کرنے کے بعد تبلیغ کا کام کیا۔ اور اس قدر مقبول ہوا کہ اس کو بھی خاص خلفاء حضرت میں شمار کیا جاتا ہے (خزینۃ الاصفیاء)

۱۲۸۔ میاں بھوڑ سندھی۔ جن کا ذکر خیر باب کرامات میں آچکا ہے۔

۱۲۹۔ ملا اخوند عزت اللہ بلوچستانی کا بھی ذکرِ خیر آچکا ہے۔

۱۳۰۔ حافظ جمال (مارٹ) ہند۔

ممکن ہے اور بھی خلفاء و فیض یافتگاں ہوں۔ جن کا ہمیں علم تھا لکھ دیا ہے اللہ تعالےٰ نے چاہا تو تاریخ مشائخ اویسیہ میں مزید عرض کیا جائے گا۔

جس مبارک دور میں حضرت سیرانی بادشاہ اس عالم دنیا کو فیض یاب

معاصرین عظام :- فرما رہے تھے تو دہلی میں حضرت مولانا فخر جہاں علیہ الرحمۃ نے علم و
عمل کا وہ بازار گرم تھا۔ ہندوستان کے باہر تک اُن کی شہرت اور عظمت قائم تھی یہ بزرگ
حضرت سیرانی صاحب کے استاد تھے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا
شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی زمانہ میں حدیث اور تفسیر کے علم و عمل کا سبق ایک زمانہ
کو دیتے تھے۔ جن کی روشنی سے اس وقت تک دنیا کے علمی مجلسیں منور ہیں۔ تونسہ شریف
میں حضرت خواجہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ کوٹ مٹھن میں حضرت خواجہ قاضی
عاقل محمد صاحب کا دورہ تھا۔ یہ دونوں بزرگواران حضرت خواجہ قبلہ عالم نور محمد صاحب مہاروی
علیہ الرحمۃ کے دلربا تھے جو حضرت خواجہ سیرانی صاحب کے کمالات باطنی کے عاشق تھے۔
ملتان میں بھی متعدد بزرگ موجود تھے۔

تعظیم و تکریم اور عقیدہ ادب و احترام و نسبت و محبت :- محبوبان خدا سے عقیدت اور ادب و
احترام روح اسلام اور جان ایمان ہے۔ لیکن افسوس! آج یہ باتیں دُنیا سے اُٹھ
رہی ہیں۔ بلکہ ادب اور تعظیم و تکریم کو بدعت و شرک کے ساتھ ملایا جا رہا ہے۔ اور بے ادبی
و گستاخی کو عین اسلام ثابت کیا جا رہا ہے۔

بزرگوں کا ادب و عقیدت :- ہمارے دور میں پیری و مُریدی رسمی بن کر رہ گئی ہے
ورنہ مشائخ اور اولیاء سے سوء ظنی کی بیماری نہ پھیلتی
اولیاء کرام و مشائخ عظام ولایت کے مرتبہ کو تب پہنچے جب ان میں عقیدت و ارادت کمال
کو پہنچی۔ حضرت سیرانی سائیں قدس سرہ کے ادب شیخ اور ان سے عقیدت کے چند واقعات
ملاحظہ ہوں۔ بلکہ جملہ اولیاء اللہ نہ صرف اپنے شیخ بلکہ ہر ولی اللہ کا اسی طرح ادب کرتے
نظر آتے ہیں۔

شیخ کے وصال سے بے قراری :- پاک پتن شریف پر عرس کی تقریبات
سے گئے ہوئے تھے کہ حضرت کو اپنے

پیرو مرشد حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب کے انتقال پُر ملال کی اطلاع ملی۔ فوراً وہاں سے
روانہ ہو پڑے۔ اگرچہ عُرس ابھی تک ختم نہ ہوا تھا۔ اور حضرت قبلہ مہاروی نے بھی استدعا
کی۔ کہ ختم کے بعد تشریف لے جائیں۔ مگر نہ رہا گیا اور فوراً روانہ ہو گئے۔

پیرو مرشد کے غلاف کا ادب :- اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب
علیہ الرحمۃ کے مزار کے لئے بہاولپور سے ایک
غلاف تیار کرایا تھا۔ اور خانقاہ پر چڑھانے کے لئے لے جا رہے تھے۔ ہر روز
صبح کو اُٹھ کر خاص طور پر باادب ہو کر اس غلاف کی زیارت کرتے۔

شیخ کے شہر کا کتّا :- حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب قدس سرہ کے خدام
جو قوم کے ککڑے تھے حضرت کی خدمت میں آئے
حضرت نے اس کی خدمت کے لئے مطبخ کے منتظم کو ہدایت کی کہ ان کی منشاء کے
مطابق ان کی خدمت کی جائے۔ جیسا کہ عام دستور ہے۔ خدام نے سلسلہ پیری کو مدنظر
رکھ کر ایسی فرمائشیں کیں کہ منتظم مطبخ نے تنگ آ کر حضرت کی خدمت میں شکایت کی۔
حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ یہ لوگ مانگیں۔ ان کی منشا کے مطابق دے دیا جائے اور ہرگز
ابی (انکار) نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ تو حضرت کے غلام ہیں لیکن اگر حضرت کا کتا بھی آئے
تو بھی اس کی بے انتہا عقیدت کے ساتھ تواضع کرنا میرا فرض ہے۔

شیخ کے پیامی کا ادب :- ایک دفعہ اپنے گھوڑے کے سائیں میاں گڈن
کو اپنے پیر کی خدمت میں کسی غرض کے لئے بھیجا
تھا۔ جب وہ واپس آیا تو خود اس کے استقبال کے لئے کچھ فاصلہ تک گئے اور بڑی
عزت اور احترام سے اُس کو لائے اور ظاہر کیا کہ یہ میرے پیر کی طرف سے آیا ہے
اس لیئے اس کا احترام واجب ہے۔

شیخ کے شہر کا بھرڑ :- سیرانی بادشاہ ایک ندی کے کنارے وضو فرما رہے تھے۔

کہ ایک بھڑ (زنبور) اس بھڑ کو اڑانا چاہا تو حضرت نے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ نہ اڑاؤ یہ اُدھر (مشرق) کی طرف سے آیا ہے یعنی میرے مرشد کی طرف سے اُڑتا ہوا آیا ہے اس کو نہ اُڑاؤ۔

فائدہ:۔ بھڑ اگرچہ موذی ہے لیکن چوں کہ وہ پیر سے منسوب تھا اسی لئے اس سے پیار کرنا پڑا۔

شیخ کی اولاد کا ادب:۔ جیسا کہ پہلے گذرا کہ بی بی سپوراں (رحمہا اللہ) نے عرض کی کہ آپ میری لڑکی سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا مائی جی! فقیر کی منی جل گئی ہے۔ لیکن پیر و مرشد کے سامنے کچھ اور کہا جب کہ آپ نے شادی نہ کرنے کا سبب پوچھا تو آپ نے عرض کی حضور! مجھے ادب اجازت نہیں دیتا کہ میری اولاد پیدا ہو تو پھر وہ کہیں بے ادب ہو کر آپ کی اولاد کا مقابلہ نہ کرنے بیٹھے۔ یہ کلمات سُن کر شیخ کو جلال آگیا۔ اور فرمایا۔ اگر یہی بات ہے تو میری اولاد کی پہچان بھی صرف تیرے نام سے ہوگی۔

فائدہ:۔ حضرت خواجہ حافظ عبد الخالق قدس سرہٗ کا یہ کلمہ ایسا پُر اثر نکلا کہ آج بھی ہم بزرگوں کے منکر کو اپنے شیخ کی زندہ کرامت دکھا سکتے ہیں کہ حضرت شیخ حافظ عبد الخالق قدس سرہٗ کی اولاد ہو یا حضرت خواجہ پیر محکم الدین سیرانی کے بھائیوں کی اولاد ہو حضرت صاحب السیر کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حالاں کہ حضرت صاحب السیر قدس سرہٗ کی اولاد کیا۔ آپ نے سرے سے نکاح بھی نہیں کیا۔

شیخ کا ادب:۔ آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت خواجہ حافظ عبد الخالق قدس سرہٗ آپ کے رشتہ میں کیا ہیں۔ اگرچہ آپ مُرشد کے عم زاد تھے لیکن آپ از راہ ادب کہا کہ وہ میرے آقا و مولیٰ ہیں۔ اور ہماری تمام برادری کے سرتاج۔

فائدہ:۔ باوجودیکہ آپ کے شیخ آپ کو اپنے رشتہ داروں سے بڑھ کر اپنے دُکھ سُکھ

میں شریک کار رکھتے اور رشتہ داری کی حیثیت سے ہی آپ کے ساتھ وابستہ رہتے لیکن سیرانی بادشہ نے اسے لطف و کرم پر محمول کیا اور حقیقی رشتہ سامنے رکھ کر وہی نسبت پیش کی جو صحابہ کرام حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادب اور تعظیم و تکریم سے پیش آتے مثلاً صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کبھی نہیں کہا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے داماد ہیں یا کبھی سیدنا عثمان و سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم داماد ہیں یا حضرت عباس و حمزہ رضی اللہ عنہما نے کبھی کہا ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے بھتیجے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ جس طرح سیرانی بادشہ نے اپنے مرشد کے ساتھ رشتہ داری کے باوجود کہا وہ میرے آقا ہیں ایسے ہی وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رشتہ داریوں کے باوجود حضور علیہ السلام کو آقا و مولیٰ وغیرہ ایسے الفاظ سے یاد کرتے جن میں سے ادب و تعظیم کا اظہار ہوتا۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھ ہر صاحب نسبت کا ادب اور تعظیم ضروری ہے۔ ورنہ محرومی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

دیگر مشائخ کا ادب و عقیدت:۔ بزرگانِ دین سے آپ کو عقیدت اور محبت تھی کسی بزرگ کی خانقاہ سے بغیر فاتحہ پڑھے یا ایک رات بسر کئے بغیر نہ گذرتے تھے۔

گنج شکر کا بہشتی دروازہ بلکہ پاکپتن کا ٹیلہ بھی بہشت کا در ہے:۔ ایک دفعہ عرس کے موقعہ پر پاک پتن میں ایک ٹیلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مولوی صاحب نے آکر سوال کیا کہ حضرت یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ کے خانقاہ مبارک کے اس دروازہ سے ایام مقررہ کے اندر گذر جائے تو وہ بہشتی ہے اس خیال کی حقیقت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب فقیر کا اعتقاد تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اس ٹیلہ سے

جہاں غوث فروکش تھے۔ کبھی گذر جائے تو وہ بہشتی ہے۔

سڑی بستی کا واقعہ:- سیرانی بادشاہ ایک مرتبہ شہر فرید سے گذر رہے تھے۔ مولوی بھی آپ کے ہمراہ تھے جو آپکے معتقدین میں سے تھے۔

دوران سفر شہر فرید کے قریب نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ ایک ٹیلہ پر سربسجود ہوگئے آپ نماز میں مشغول تھے کہ وہاں سے ایک شخص گذرا حضرت کو نماز میں مشغول دیکھ کر کہنے لگا۔ یہ بھی تو فقیر ہے کہ کوزہ اور مصلیٰ ہمراہ ہے۔ وضو کے واسطے پانی مانگنے کی ضرورت نہیں اور وہ بھی فقیر ہیں کہ کل سے اُن کے ہمراہیوں کے گھوڑوں کے کیلئے گاڑھتے گاڑھتے لوگ عاجز آگئے ہیں۔ اس آدمی کا اشارہ حضرت نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ سے تھا۔ آپ نماز سے فراغت پاکر مولوی سے فرمایا جلدی اُٹھو اور اس بستی سے نکل چلو۔ یہاں ابھی ایک آدمی نے فقیر کا گلا کیا ہے اس بستی کی خیر نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت صاحب نے بستی سے قدم باہر رکھا ہی تھا کہ بستی کو آگ لگ گئی۔

مہاروی سائیں کا کمال:- حضرت حافظ جام پوری فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے پیر حضرت مہاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے جارہا تھا کہ راستہ میں اُوچشریف کے قریب مقام تلیری میں جب پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب یہیں ایک مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ میں حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے اس مسجد میں چلا گیا۔ اور دل میں یہ ارادہ کرتا گیا۔ کہ میں جناب قبلہ مہاروی علیہ الرحمۃ سے اپنا رشتۂ بیعت توڑ کر حضرت خواجہ صاحب کی قبلہ کی جناب میں توسل اختیار کرلوں۔ میں جب حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں قدم بوس ہوا۔ تو حضرت نے میرے خیال پر کشف کے ذریعہ سے مطلع ہوکر تبسم فرمایا اور مجھے ارشاد کیا۔ کہ حافظ صاحب! فقیر کا تعلق ایک مُرید کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ جیسے پتھر میں میخ گھس جائے اور مستحکم ہوجائے۔ یہ پیری مُریدی کا تعلق ایسی میخ کا سا نہیں جو مٹی میں گاڑ دی اور جس طرف چاہا اس کو پھیر لیا۔ میں دل میں نادم

ہُوا اور اپنے پیر حضرت مہاروی علیہ الرحمۃ کے فسخ بیعت کے ارادہ سے توبہ کی۔[۱]

مہاروی صاحب کا ادب:- حضرت سیرانی بادشاہ حضور گنج شکر کے عرس سے فراغت پاکر ایک گلی سے گذر رہے دیکھا کہ مہاروی صاحب قدس سرہٗ دوسرے کوچے میں جارہے تھے تو ان کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہوگئے۔[۲]

نمونہ کے طور میں نے صرف ایک واقعہ درج کیا ہے۔ ورنہ صورت حال یہ ہے کہ دونوں حضرات جب بھی آپس میں کبھی ملتے تو دونوں ایک دوسری کی تعظیم وتکریم میں کسر نہ چھوڑتے یہاں تک کہ ایک دوسرے پر پیر مُرید ہونے کا شک گذرتا۔

ایسے ہی ان کے مُریدین کا حال تھا کہ حضور مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا مُرید سیرانی بادشاہ کا مُرید سرکار مہاروی پر نثار تھا۔ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید نے سُنا کہ حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیتے ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں روانہ ہو پڑا۔ ایسے ہی جب کسی دوسرے کے مرید میں اپنے پیر سے سرمو انحراف کا وہم پاتے تو اسے فوراً اپنے پیر سے منسلک رہنے کی تنبیہہ فرماتے۔

غرضیکہ ان کو آپس میں محبت و پیار بے حد تھی۔ آج کے دور کی طرح حسد یا بُغض کا نام و نشان تک نہ تھا۔

غوث اعظم کی تقلید:- ایک بی بی (مُریدنی) کی زندگی سے مایوسی پر اس کی صحت کا عرض کیا گیا تو سیرانی بادشاہ کا دریائے فیض جوش میں آیا فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ نے بھی قضائے مبرم کو بدلا تھا۔ ہم بھی ان کے صدقے سے) وہی کرکے دکھلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی دُعا کی برکت سے مائی صاحبہ (مریدنی) صحت یاب ہوگئی۔

---

[۱] لطائف صـ۱۴۷ [۲] لطائف سیریہ صـ۸۱ [۳] اشارات فریدی صـ۷۹

فائدہ :- سیرانی بادشہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تقدیر مُبرم کا ذکر کرکے حضرت غوثیتؒ مآب میں اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا۔

ازالہ وہم :- تقدیر تین قسم ہے (۱) معلق :- یہ عام ہے اسکے متعلق بے شمار احادیث مبارکہ وارد ہیں (۲) مبرم یہ کبھی نہیں ٹلتی اگر کسی وقت بوجہ مصلحت انبیاء و اولیاء بارگاہ اللہ میں عرض کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حکمت سے آگاہ کرکے اسی طرح ایسے بدستور رہنے دیتا ہے۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے دفع ہونے کے لئے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ابراهيم اعرض عن هذا انه قد جاء امر ربك اے ابراہیم اسے چھوڑ دیے یہ امر ہو کر رہے گا۔

(۳) مُبرم شبیہ بہ معلق :- اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوح محفوظ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ امر ہو کر رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے کہ فلاں محبوب فرمائے گا یا فلاں امر ایسے ہوگا تو یہ تقدیر ٹل جائے گی۔ اسی کے لیے حدیث شریف میں ہے لا یرد القضاء الا الدعاء۔ تقدیر کو دعا ہی ٹالتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یمحوا الله ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتٰب مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے اسکے ہاں ام الکتاب ہے۔ تفصیل فقیر کی شرح مثنوی میں ہے۔

اپنے مرشد کا فیض :- سیرانی بادشہ ایک دفعہ سوار چلے جا رہے تھے کہ کسی شخص نے دوڑتے ہوئے پیچھے سے آکر سوال کیا کہ یا حضرت میں فلاں بزرگ کا مُرید ہوں۔ مجھے پیر نے وظیفہ آیت شریفہ لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظلمین کا وِرد ارشاد فرمایا۔ میں ان کے فرمان کے مطابق وقت مقررہ پر یہ وظیفہ مدت سے پانچ سو بار روزمرہ پڑھ رہا ہوں۔ مگر کوئی نتیجہ ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہوا۔ حضرت کوئی وظیفہ فی سبیل اللہ عنایت فرماویں حضرت نے سُن کر دو تین دفعہ اس وظیفہ کا تکرار فرمایا اور پھر اس شخص کو ارشاد فرمایا کہ فقیر بھی تم کو اسی وظیفہ کی تلقین کرتا ہے اسی وظیفہ کو اسی مقدار میں بعد از نماز مغرب پڑھا

کرو۔ اور جو کچھ اس وظیفہ کی برکت سے حاصل ہو۔ وہ اپنی پیر کی طرف سے سمجھو۔

فائدہ :- مُرید کی ارادت کو پختہ کرتے ہوئے اسے صحیح راستہ تبلادیا کہ اگرچہ اس وظیفہ کا اثر ہمارے تبلانے پر ظاہر بھی ہو تب بھی اسے اپنے شیخ کا فیض سمجھنا۔ اور یہی طریقت کا قانون ہے کہ سالک کو فیض جہاں سے ملے تب بھی اسے اپنے مُرشد کا فیض سمجھے۔

رابعہ زماں :- حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ زبید* میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ وہاں ایک عورت عارفہ صاحبہ مقامات عالیہ (اسے رابعہ ثانیہ بھی کہنا درست ہوگا) زیارت نصیب ہوئی اور ماسوی اللہ سے اتنا فارغ تھی کہ اس کے نزدیک مٹی اور سونا برابر تھا۔ بہت مراتب کی مالکہ تھی۔ کسی نے خیال کیا کہ آپ نے اس سے بھی کچھ فیض پایا ہوگا۔ آپ نے فوراً فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔

فائدہ :- یہ اسی لئے فرمایا کہ اپنے شیخ سے فیض پانے کے بعد کسی دوسرے سے فیض کے حصول کا خیال چھوڑ دینا ضروری ہے یہ بھی سلوک کے آداب میں سے ہے۔

امراء و حکام اور افسروں سے برتاؤ :- عام اولیاء کرام کی عادت مبارکہ ہے کہ وقت کا بادشہ اگر تکبر و غرور کو چھوڑ کر عجز و نیاز سے ان کے ہاں حاضر ہو تو اُسے اولوالامر سمجھ کر وہ اس کی عزت و احترام کرتے ہیں لیکن حضرت سیرانی بادشہ ان کے برعکس کسی بھی حاکم اور والئ ملک اور افسر کو منہ نہ لگاتے۔ بلکہ ان کو احکام الٰہی کی تلقین فرماتے۔ اگر کوئی اس کے خلاف ہوتا تو اس کی سختی سے سخت سرزنش فرماتے۔

نواب نصیر برھمی (بلوچستان) :- ایک دفعہ نواب بہاول خاں مرحوم کو آرزو ہوئی کہ کسی طرح حضرت سیرانی بادشہ کے منہ مبارک سے میرے متعلق بکلمۂ خیر بھلائی ظاہر ہو۔ اسکے میرا انجام بالخیر ہو جائے گا۔

اتفاق سے حضرت سیرانی بادشہ بہاولپور تشریف لائے میاں محمد حسن مرحوم کی مسجد میں

* ملک یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔

قیام فرمایا نواب موصوف نے اپنے دو خاص آدمیوں کو بھیج کر سمجھایا کہ آپ کے سامنے اسکی داد گستری اور رعایت پروری اور عدالت اور اتباع شرع کا ذکر کریں۔ اور آپ کو اس کے دُنیا و دین کے لئے نیک ہونے کا یقین دلائیں۔ جب وہ دونوں حاضر ہو کر اوصاف مذکور بیان کئے تو آپ نے فرمایا کہ ایسے اوصاف تو نصیر بڑہی کے سوا اور کسی میں نہیں پائے جاتے۔[1]

نواب بہاول پُور:- گذشتہ واقعہ سے یہ مطلب نکالنا بے جا ہو گا کہ نواب بہاولپور میں اوصاف موجود نہ تھے۔ بلکہ دراصل بات یوں تھی کہ حضرت سیرانی بادشہ نواب بہاول پور کے خیالات کی اصلاح فرمانا چاہتے تھے کہ یہ جملہ امور لفظوں سے نہیں عملوں سے موزوں ہے چناں چہ بفضلہ تعالیٰ ایسے ہی ہوا کہ نواب بہاول پُور کی ایسی اصلاح ہوئی کہ باقی تمام نوابوں سے اہلیت وصلاحیت میں بازی لے گئے۔ نہ صرف خود بلکہ اولاد میں بھی ایسی تاثیر پھونکی کہ پشتوں تک تاحال نوابان بہاول پور اولیاء اللہ کے نیاز مند رہے۔ جیسا کہ تاریخ نوابان بہاول پُور اس کی شاہد ہے۔

گورنر ملتان:- حضرت سیرانی بادشہ ایک دفعہ ملتان میں رونق افروز تھے۔ بہت لوگ زیارت کے لیے جمع ہو گئے۔ اسی اثنا میں نواب مظفر خاں گورنر ملتان بھی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت والا کے چہرۂ مبارک پر آثار وحشت نمودار ہوئے۔ اسکے ساتھ بہت ہی کم التفات فرمایا۔ اور نہایت ہی مختصر گفت گو کے بعد اُس کو رُخصت فرما دیا[1]

والیٔ ریاست بہاول پُور:- ایک دفعہ نواب محمد بہاول خاں (مرحوم) والیٔ بہاول پُور رحمۃ اللہ مخادیم صاحبان اوچ کی کسی دیوار کے تصفیہ تنازعہ کے متعلق اوچ شریف میں تھے۔ حضرت سیرانی بادشہ کا حال معلوم کر کے حضرت کی خدمت میں یوں حاضر ہوئے قدم بوسی کی اداتے آداب کے نیاز عرض کی کہ غلام اس ملک ریاست

---

[1] مصباح نورانی: ۱۲۶

بہاول پُور آپ کا نائب ہے۔ اِس کلمہ سے حضرت سیرانی بادشہ کو جوش آگیا۔ فرمایا تو میرا کیسا نائب ہے تو نہیں جانتا کہ نائب کا گناہ مُنیب کے نام لکھا جاتا ہے۔ یہ سُن کر نواب صاحب کے لب خشک ہو گئے اور حضرت کی ہیبت سے کانپنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ بہاول خاں یہ مملکت تمہیں دوسروں سے ملی ہے۔ اسی طرح تیرے بعد اوروں کو ملے گی فلہٰذا تمہیں لازم ہے کہ تم خلق خدا کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسی میں خوش اور راضی ہوتا ہے اور یہ یقین رکھو۔ کہ تمہارے اہل کار چھوٹے یا بڑے جو ظلم کریں گے ان کا حساب تم سے لیا جائے گا۔ اور قیامت میں تم سے ذرہ ذرہ کا حساب ہو گا۔

نواب مبارک خاں کو تنبیہ:- حضرت سیرانی بادشہ سے مبارک خاں نے سلوک طے کرنے کا وظیفہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ (فقراء) سے پناہ مانگتے ہو تو ہم (فقراء) بھی آپ لوگوں (دنیا داروں) سے پناہ مانگتے ہیں۔

فائدہ:- اس سے آپ نے نواب کو سبق سمجھایا کہ اللہ والے بے نیاز ہوتے ہیں۔

نواب بہاول خاں کو نصیحت:- نواب (والیٔ ریاست بہاول پور) جناب محمد بہاول خاں مرحوم نے وظیفہ پوچھا تو حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہ نے انہیں فرمایا کہ آپ کا وظیفہ یہی ہے کہ خلق خدا کے ساتھ عدل و انصاف کرو اور رعایا کے کسی ایک فرد پر بھی ظلم نہ ہونے دو۔

حضرت پیر ملوک شاہ بہاول پوری کی خواجہ صاحب سے ملاقات۔

بہاول پور کے بڑے قبرستان کو جن بزرگوار کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے وہ بھی بحالت مجذوبی یعنی حضرت ملوک شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی اُس وقت زندہ موجود تھے۔ اور حالت جذب و کیف میں ہر وقت سرمست رہا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کا اُن کے ساتھ لسانی و ذاتی عجیب عجیب حالات میں مکالمہ اور تبادلۂ خیالات ہوتا تھا۔

ان تمام بزرگواروں کی عموماً ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں حضرت پہلے شاہ صاحب بھی اسی زمانہ کے قریب قریب موجود تھے۔

کشف و کرامات:

کشف و کرامات اولیاء اللہ کی ولایت کو ضروری نہیں۔ ہاں ان کی کرامات کا انکار گمراہی ہے۔ چونکہ کشف و کرامات عقل و فکر کی رسائی سے باہر ہے اسی لیے فلسفی مطلقاً منکر ہے اس کی پیروی میں معتزلہ نے اسلامی دعویٰ کے باوجود نہ صرف منکر بلکہ اس کے قائل کو گمراہ سمجھتے تھے۔ آج وہ فرقہ دنیا میں ناپید ہے لیکن اس کی تقلید میں وہابی، دیوبندی مطلقاً تو کرامات کا منکر نہیں۔ البتہ جزئیات کا انکار کرکے فرقۂ معتزلہ کی یاد تازہ کردیتا ہے۔ مثلاً غوث اعظم رضی اللہ عنہ بڑھیا کے بیڑے اور دیگر بے شمار کرامات کا ان سے انکار ہے۔

اولیاء اللہ حتی الامکان کرامات چھپاتے ہیں۔ صرف تین مقامات پر اس کے ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ۱: شرع شریف کی عزت بچانے کیلئے جب اسباب ظاہر کے کفایت نہ کریں ۲: پختہ کرنے عقیدت اور ارادت کے لئے۔ تاکہ مشقت ریاضت کی برداشت کرسکے ۳: مخالف اسلام کو نیچا دکھانے کیلئے۔ یہ تینوں ایسے مقام ہیں کہ جن میں کرامات از خود ظاہر کرنی پڑتی ہیں۔ خواہ اس کی کسی نے طلب کی ہو یا نہ۔

کرامت امام شافعیؒ:

فتاویٰ برہنہ میں آیا ہے کہ روم سے ہر سال ہارون رشید کو مال بھیجتے تھے۔ ایک دفعہ مال نہ بھیجا اور کہا کہ تمہارے علماء ہمارے پادریوں سے مناظرہ کریں۔ اگر تمہارے علماء غالب آئیں تو ہم مال بھیجیں گے ورنہ نہیں۔ ہارون رشید نے حضرت امام شافعی کو کہا۔ اور دریائے دجلہ کے کنارہ پر مناظرہ مقرر ہوا۔ بغداد کے لوگ حاضر ہوئے۔ اور امام صاحب بھی اپنے کپڑے کو کندھے پر ڈال کر تشریف لائے۔ اور کپڑا دریا میں ڈال کر خود دریا میں چلے گئے۔ اور کپڑے کے اوپر جا بیٹھے اور فرمایا۔ جس شخص کو ہمارے ساتھ مناظرہ کرنا ہے اندر چلا آوے۔ چار سو کافر زنار توڑ کر مسلمان ہوگئے۔ ایک عیسائی بادشاہ نے کہا کہ اگر امام صاحب ہمارے ملک میں تشریف لاتے تو ہم سب گمراہ ہوجاتے اور اعتقاد الاعتقاد شرح العقید لا الحافظیہ میں ہے کہ شیخ پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس مرید کو

کرامات دکھلائے جسے وہ راہ سلوک طے کرانا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ کرامات سے تسلی قلب اور سکون و قرار پاکر آسانی سے منازل سلوک طے کرسکے۔

کرامت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ:

حضرت شیخ سہروردی کی کرامت ملاحظہ ہو۔ ایک فلسفی خلیفہ کی خدمت میں آیا اور اپنی کتابیں ہمراہ لایا اور چاہا کہ خلیفہ کو راہ حق سے پھیرے اور خلیفہ کو بھی اس کی تعلیم کی طرف رغبت ہوئی یہ خبر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچی۔ شیخ متوجہ ہوئے اور کہا کہ جس وقت خلیفہ دین فلسفہ کی طرف مائل ہوگا تو جہاں سیاہ ہوجائے گا۔ شیخ متوجہ ہوئے اور خلیفہ کی حویلی کے دروازہ پر آئے اس وقت خلیفہ اور وہ حکیم بدبخت خلوت کئے ہوئے تھے اور اسی علم کی بحث میں مشغول تھے۔ خبر والوں نے خبر پہنچائی کہ شیخ آئے ہیں۔ بادشہ نے شیخ کو اندر طلب کیا۔

حضرت شیخ اندر آئے تو خلیفہ اور حکیم کو دیکھا اور پوچھا کہ اس وقت تم کس بحث میں تھے۔ خلیفہ نے کہا نجی باتیں کررہے تھے۔ بحث فلاسفہ کو پوشیدہ رکھا۔ حضرت شیخ نے فلسفی سے پوچھا کہ تم کس بات میں مشغول تھے۔ فلسفی نے کہا ہم اس وقت اس بحث میں تھے کہ حرکت آسمان کی تین قسم ہے طبعی، ارادی، کسری۔ حرکت طبعی وہ ہے کہ اپنی طبیعت سے پھرے اور جاوے۔ جیساکہ پتھر کو ہاتھ سے چھوڑیں تو زمین پر پڑے گا اور حرکت ارادی وہ ہے کہ وہ اپنے ارادہ سے حرکت کرے۔ اور جس طرف چاہے جاسکے اور حرکت کسری وہ ہے جو اس کو کوئی اور شخص حرکت میں لائے۔ جیساکہ پتھر کو مثلاً کوئی ہوا میں پھینکے اس کو حرکت کسری کہتے ہیں۔ پھر جب اس کی قوت کم ہوجاتی ہے تو وہ اپنی خاصیت سے زمین پر پڑتا ہے اس کو حرکت طبعی کہتے ہیں۔ اب ہم اس بحث میں تھے کہ حرکت آسمان کی طبعی ہے کسری نہیں۔ شیخ نے فرمایا کسری ہے جو اس کو فرشتہ پھیرتا ہے انہوں نے کہا کہ کس طرح۔ شیخ نے فرمایا کہ فرشتہ اس صورت اور شکل کا جو آسمان کو حکم اللہ تعالیٰ سے پھیرتا ہے جیساکہ حدیث میں

آیا ہے۔ حکیم ہنس پڑا۔ اس کے بعد شیخ علیہ الرحمۃ نے حکیم کو جس چھت کے نیچے بیٹھے تھے باہر لائے اور آسمان کی طرف منہ کر کے نگاہ فرمائی اور کہا یا اللہ جو کچھ تو اپنے بندوں کو دکھاتا ہے ان کو بھی دکھا۔ اس کے بعد منہ مبارک خلیفہ کی طرف کر کے فرمایا آسمان کو دیکھئے ہر دونوں نے آسمان میں فرشتہ کو دیکھا کہ آسمان کو پھیر رہا ہے اسی وقت خلیفہ اس مذہب بد سے تائب ہوا۔ (فوائد الفوائد)

نوٹ: حضرت سیلانی بادشہ کی اکثر کرامات انہی اقسام میں سے ہیں۔

کرامات اولیاء حق:-

اسلامی عقائد میں یہ عقیدہ بھی ازبس ضروری ہے کہ ولی اللہ کی کرامت حق ہے۔ اس کا انکار گمراہی اور بے دینی ہے اس لئے کہ ولی اللہ کی کرامت دراصل نبی علیہ السّلام کی نبوت کی جھلک ہوتی ہے اور نبوت قدرت ایزدی کا عکس اس معنی پر کرامت کا انکار درحقیقت قدرت ایزدی کا انکار ہے۔

بالخصوص ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاءِ کرام کی کرامات کا اقرار اس لیئے ازبس ضروری ہے کہ آپ پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ آپکے بعد کسی بھی نبی کا آنا ممتنع ہے۔ آپ کی نبوت کے وارثین اولیاءِ کرام تا قیامت وراثت کو سرانجام دیں گے یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد اولیاءِ کرام نے اپنے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر پیغام گھر گھر تک پہنچایا۔ انہوں نے مشکلات، بھوک، پیاس اور تکالیف کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ اور اللہ اور اُس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان مال اور اپنی اولاد کی محبت کو بھی قربان کر دیا۔

رسول اللہ کے اِن شیدائیوں نے اپنے ان فرائض کی ادائیگی میں نہ صرف ہزاروں میل کی مسافت کی۔ بلکہ خدمتِ خلق اور اصلاحِ معاشرہ کیلئے اپنے بال بچوں اور وطن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔

کرامات کے منکرین:-

دشمنانِ اسلام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی تھے اور بندگانِ خُدا کے دَور میں بھی پیدا ہوتے اور پیدا ہوتے رہیں گے یہ بزرگانِ دین اور اولیاءِ کرام پر تنقید کرتے رہے لیکن کوشش کے باوجود اللہ کے اِن مجاہدین کے راستہ میں دیوار نہ بن سکے۔ یہی بزرگانِ دین لوگوں کے دلوں میں خدا اور رسول اللہ کی محبت اور عشق کا بیج دلوں میں بوتے رہے اور بذریعہ کرامات منکرین کا مُنہ بند کرتے رہے لیکن پھر بھی انکار سے باز نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کی تصدیق کیلئے سائنس کو ذریعہ بنایا۔ چناں چہ سائنس نے ترقی کی۔ سائنس کی ترقی نے چاند پر پہنچنے کا دعویٰ کر دیا اور زمین سے چاند تک درمیانی مسافتوں کا قریب بُعد کا توہم بھی ختم کر ڈالا۔ یہاں سے وہاں تک دیکھنا، سُننا، جاننا، ہدایات لینا سب کا سبب آنکھوں سے مشاہدہ کرا دیا۔ تب بھی آنکھ نہ کھلی کہ جب ایک آلہ سائنس کا یہ کمال ہے تو نبوت و ولایت سے انکار کیوں؟ جب کہ کرامت میں تجلّیِ حق کی جلوہ گری ہے لیکن پھر بھی منکرین ابلیس کی پیروی کرنے لگے اور سائنس کی ترقی ہیں کہ ریڈیو اور ٹیلیفون اور ٹیلی وژن اور ہوائی جہاز ایجاد ہو گئے لاکھوں میل کے فاصلے گھنٹوں میں طے ہونے لگے۔ گھر بیٹھ کر تمام دنیا کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ ٹیلی فون کی ایجاد پھر ٹیلی وژن نے تمام زنجیریں توڑ کر رکھ دیں، جو تقریباً ہر گھر میں اسلام کے قاعدہ کی گواہی دے رہا ہے کہ اِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًالَہٗ فَیَسْمَعُ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی بَصَرًا فَیَبْصُرُ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ الخ (تفسیر کبیر)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور بندے کا کان ہو جاتا ہے تو اس کے لئے قریب و بعید برابر ہے۔ ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نُور بندے کی آنکھ ہو جاتی ہے تو قریب و بعید اس کے لیے برابر ہے۔ یہ اس حدیث قدسی کی شرح ہے۔ جسمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ کا کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ میرے جلوہ کا عکس ہیں گویا وہ بندہ

کی قوت نہیں۔ بلکہ ربانی طاقت ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے کے کمالات کا انکار اللہ کی قدرت کا انکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بھی ولی اللہ کا گستاخ ہے میرا اس کے ساتھ جنگ کا اعلان ہے۔ اسی لئے ہم نے بارہا تجربہ کیا کہ اولیاء اللہ کے گستاخ اور بے ادب کا خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل مطلوب ہو تو فقیر کی کتاب "گستاخوں کا انجام بد" کا مطالعہ کیجئے۔

ذیل میں فقیر موجودہ دَور کی سائنس کا ایک کارنامہ پیش کرکے بحث کو ختم کرتا ہے۔

قمری گاڑی:

ابھی چند سال ہوئے ہیں کہ اخبارات میں آیا تھا کہ امریکہ کے تین خلا باز خلائی سفر طے کرنے کے بعد اپنی قمری گاڑی میں بیٹھ کر چاند سے ہو آئے ہیں۔ اخبارات میں پیہم یہ خبریں آتی رہی ہیں کہ امریکہ نے جو زمین پر خلائی اسٹیشن بنا رکھا ہے۔ اور جو ایک نیا کارنامہ ہے۔ سائنس دانوں نے اپنے اس اسٹیشن سے ان تینوں خلا بازوں سے رابطہ قائم رکھا۔ اور خلا باز لاکھوں میل دُور پہنچ جانے کے باوجود زمین سے ہدایات پاتے رہے اور زمین سے ان کیلئے نشر کردہ پیغامات اُن تک پہنچتے رہے اور خلا باز لاکھوں میل دُور اوپر سے چاند کی جو تصویریں زمین پر بھیجتے رہے۔ وہ تصویریں ٹیلیویژن کے ذریعہ زمین پہ پہنچتی رہیں چناں چہ اُن کی بھیجی ہوئی وہ تصویریں اخبارات میں آنے لگی ہیں۔

یہ خلا باز جب واپس آرہے تھے تو ایک خبر کے مطابق جب وہ زمین سے ایک لاکھ، ۸۰ ہزار میل دُور تھے۔ انہیں زمین سے ایک گانا سنایا گیا جو ان خلا بازوں نے ایک لاکھ، ۸۰ ہزار میل دُور سے سُنا اور محظوظ ہوئے۔

اِس قسم کی خبریں پڑھ سُن کر کسی نے بھی تو یہ نہیں کہا۔ اور نہ لکھا کہ لاکھوں میل دُور کی آواز کا سُن لینا یہ تو خدا کی صفت ہے۔ اور کسی مخلوق میں اس کے ماننے سے

چاہے اللہ ہی کی عطا سے مانا جائے۔ بہر حال شرک ثابت ہوتا ہے۔ تعجب ہے۔ کہ اگر ہم یہ کہیں اور اس حقیقت کا اظہار کریں کہ ہمارے شہر میں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللہ پڑھنے والے کی آواز صرف گیارہ بارہ سو میل دور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سُن لیتے ہیں۔ تو بعض لوگ کہنے لگتے ہیں کہ دُور سے سننا تو اللہ کی شان ہے ایسے صاحبان ان امریکی خلا بازوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ جہاں سینکڑوں نہیں لاکھوں میل دُور کی آواز سُننے کے دعویٰ ہیں اور خلاء سے بھی پرے جاکر زمین کی آواز سُن لینے کا ادعا ہے۔ ہم اگر سینکڑوں میل کی دُوری اور پھر زمین کی آواز کو زمین پہ ہی سُن لینے کا کہدیں تو شرک۔ اور امریکہ اگر لاکھوں میل کی دُوری اور پھر زمین کی آواز کو خلاء سے بھی پرے تک سُنا دینے کا اعلان کرے تو یہ سائنس کا کمال۔

انتباہ:

سائنس کا کمال مانتے ہو تو مانو۔ تمہیں کون روکتا ہے۔ مگر خدا را مسلمان کہلوا کر ولایت نبوّت کا کمال بھی تو مانو اور یقین رکھو کہ نبوت کا کمال اس سائنس کے کمال سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے اس کمالِ نبوّت سے فرش پر عرش کی آواز بھی سُن لیتے تھے۔ اور ان کے طفیل اولیاء کرام بھی بہت دُور سے سُنتے دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں اور باذن خدا بندوں کا وسیلہ بن کر اُنکی مدد وغیرہ کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ اس موضوع میں بکثرت وارد ہیں۔ فقیر صرف دو حدیثوں پہ اکتفا کرتا ہے:-

دُور و نزدیک سُننے والے کان:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دریافت فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اور اس آسمان دنیا کے درمیان کتنا

فاصلہ ہے ؟ صحابہ نے عرض کیا۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَہَا خَمْسُ مِائَۃِ عَامٍ۔ ترجمہ یہ کہ تمہارے اور آسمان کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو۵۰۰ برس کی راہ کا ہے۔

پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس آسمان کے اوپر کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یہ بھی اللہؐ اور اس کا رسولؐ ہی جانے۔ تو فرمایا۔

سَمَاءَانِ بُعْدُ مَا بَیْنَہُمَا خَمْسُ مِائَۃِ سَنَۃٍ

"دو آسمان ہیں یعنی اس آسمان کے اوپر جو دوسرا آسمان ہے ان دونوں آسمانوں کے درمیان بھی پانچسو۵۰۰ برس کی راہ کا فاصلہ ہے"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویںؑ آسمان تک گنتی فرماتے ہوئے یہی فرمایا کہ ہر دو آسمان کے درمیان پانچ پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے اور پھر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ساتویں آسمان کے اوپر کیا ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا یہ بھی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو فرمایا۔ اوپر عرش ہے اور ساتویں آسمان سے عرش تک کا راستہ بھی پانچسو۵۰۰ برس کا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۵۰۲)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحَقَّ لَہَا اَنْ تَئِطَّ لَیْسَ فِیْہَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اِلَّا وَمَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْہَتَہٗ سَاجِدًا لِلّٰہِ۔ (خصائص الکبریٰ صہ ۶۷/۱ وجحۃ اللہ العالمین صہ ۴۹۴) یعنی میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرکتا ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ چرکے۔ کیوں کہ آسمان پر ایک جگہ چپہ کی بھی خالی نہیں جس پر کوئی فرشتہ اپنا ماتھا رکھ کر اللہ کو سجدہ نہ کر رہا ہو"

فائدہ :- پہلی حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آسمان تک کی راہ پانچ سو۵۰۰

برس کی ہے۔ اور دوسری حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ آسمان کی بات حضور علیہ السلام نے زمین پر سُن لی۔ گویا پانچسو۵۰۰ برس کی راہ تک کی آواز بھی حضور نے سُن لی۔

اہلِ کمال کے کمالات کا موازنہ

چونکہ سائنس کے کمالات عالم شہادت (دُنیا) تک محدود ہیں اسی لیئے ہم مان جاتے ہیں اور نبوت و ولایت کے کمالات کا تعلق عالم غیب سے ہے اور وہ ہمارے بس سے باہر ہے اسی لئے اسلام کا منکر انکار کر دیتا ہے لیکن مسلمان کو تو انکار نہ ہو کیونکہ مسلمان کی شان میں ہے یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ: یعنی مسلمان اَن دیکھا سودا کرتا ہے اسی لئے مسلمان ہو کر کبھی بھی معجزہ و کرامت کا انکار نہ کریگا۔ سائنس کے کارناموں اور حیرت انگیز کرشموں سے کسی کو انکار نہیں حالاں کہ اسلام کا قانون ہے کہ سائنس کی جہاں انتہاء ہوتی ہے وہاں ولایت کی ابتداء ہوتی ہے مثلاً سائنس چاند پر تو کمند ڈال سکتی ہے لیکن قبر میں سوئے اور مرے ہوئے مُردے کے حالات سے بے خبر ہے اور یہ اولیاء کرام کیلئے معمولی بات ہے بلکہ ان کے طفیل ان کے فیض یافتوں کو حاصل ہو جاتا ہے۔

چناں چہ حضرت جُنید کے کسی مُرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا۔ آپ سے سبب پوچھا تو بربنائے مکاشفہ اس نے کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جُنید نے ایک لاکھ پچھتّر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا۔ یوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پہ وعدۂ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مُرید کی ماں کو بخش دیا۔ اور اس کو اطلاع نہ دی۔ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نوجوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اپنی ماں کو جنّت میں دیکھتا ہُوں۔ سو اس پر آپ نے فرمایا کہ اس نوجوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔

اور اسلام بتاتا ہے کہ جہاں ولایت کے کمال کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے نبوت کے کمالات کا آغاز ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ مسلّم قاعدہ ہے کہ ولی اللہ کسی بھی نبی کا ہم پلّہ نہیں ہو سکتا

خواہ وہ کتنی پرواز کرے۔ اور اسلام کا قاعدہ ہے کہ جہاں مَلَکی نبوّت کے کمال کی انتہاء ہوگی وہاں سے بشری نبوّت کے کمال کا آغاز ہوگا۔

دیکھئے موسٰی کلیم اللہ علیہ السلام نے عزرائیل کو تھپّڑ مارا۔ فتح الباری وغیرہ میں ہے کہ اگر اللہ تعالٰی کی تقدیر آڑے نہ ہوتی تو عزرائیل علیہ السلام ساتوں زمینوں کے نیچے چلے جاتے اور قربان جاؤں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جہاں تمام انبیاء کے کمالات کی انتہاء ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء ہوگی۔

دیکھئے یہی موسٰی علیہ السلام ایک پَرتَوِ صفاتی سے بے ہوش ہوگئے لیکن آپ عین ذاتِ خداوندی کو دیکھ کر تبسّم فرماتے رہے۔ اِن دلائل کے بعد بھی کوئی اولیاء کرام کی کرامات کا انکار کرتا ہے تو پھر وہ اپنی قسمت کا ماتم کرے۔

سیرانی بادشہ کی کرامات :-

آپ کی تمام زندگی سادگی اور سفر میں گذری اِس تمام علاقہ میں جو کہ پنجاب اور سندھ کے حدود پر مشتمل ہے حضرت خواجہ کو لوگ اس محبّت اور اعتقاد کے ساتھ دیکھتے تھے جس طرح کوئی مُرشد اور رہنما کی عزّت کرتا ہے۔ اگرچہ حضرت کے مُریدوں کا سلسلہ بھی ان علاقوں میں بہت ہی وسیع تھا لیکن جو لوگ مُرید نہ تھے وہ بھی حضرت خواجہ صاحب کا پورا احترام اور عزّت کرتے تھے۔

رُؤسا اور زمینداروں سے لیکر ادنٰی طبقہ کی مستورات کے ساتھ بھی حضرت کا جو خُلوص اور مِلنے جُلنے کا طریقہ تھا وہ مساواتِ حقیقی کا بہترین نمونہ تھا۔ خوش اعتقاد مُریدوں کے لئے ہر ایک واقعہ پیر اور راہنما کی کرامت سمجھا جاتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ایک باصفا مُرید اپنے روشن ضمیر پیر میں کسی مافوق الفطرت اور خرقِ عادات پر اعتقاد نہ رکھتا ہو تو وہ اس زمانہ میں حلقہ ارادت مندی میں داخل ہونے کو ناقابل سمجھا جاتا ہے۔ (لطائف سیریہ) میں اِس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ (۱) حضرت کو رجال الغیب کھانا کھلاتے تھے (۲) مُریدوں کے مصائب اور مُشکلات میں خود پہنچکر امداد فرماتے تھے۔ (۳) حضرت کی دُعا، پس خوردہ، لُعاب یا دستِ شفقت یا ارشاد و وظیفہ یا نظرِ کیمیا سے مرض جاتا رہتا۔ (۴) عقیمہ کو بچہ ہوا۔ (۵) بہت لمبا سفر جلدی طے ہوگیا۔ (۶) ڈاکو چور تائب ہوگیا۔ (۷) کافر مسلمان ہوگئے (۸) زخم جلد اچھے ہوگئے (۹) زبان کی لکنت درست ہوگئی۔ (۱۰) غیبی امداد سے رزق ملنے لگ گیا۔ (۱۱) بچھو اور سانپ کے کاٹے کا آرام ہوگیا۔ (۱۲) کوّے اور چڑیاں ذکرِ الٰہی میں مست ہوگئے۔ (۱۳) باغ میں درختوں کے پتّوں میں سے ذکرِ جہر کی آواز آنے لگی۔ (۱۴) درخت کے نیچے آرام کرنے سے درخت سبز اور خوشبودار ہوگیا۔ (۱۵) تھوڑے سے طعام میں ایسی برکت ہوئی کہ وہ بہت عرصہ تک اور بہت لوگوں میں تقسیم ہوکر وافر رہا۔ مُردے زندہ کر دیئے خود موت کے بعد زندہ ہوئے۔ بعد وصال فیوضات و برکات سے نوازا وغیرہ وغیرہ۔ اِس قسم کے روحانی جذبات اور تصرفات کی وجہ سے حضرت مرجع خواص ہوگئے تھے اور دُور دور سے بندگانِ ملت آپ کی تلاش کرتے ہوئے لطفِ زیارت اور سعادتِ صحبت حاصل کرتے تھے۔

اکثر حاجت مند اور اہلِ ضرورت، بیمار اور طالبانِ صادق حضرت کی راہ تکتے رہ جاتے تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مقصودِ دین و دنیا حاصل کرتے تھے۔ اگرچہ کراماتِ اولیاء اور خوارقِ خاصانِ خدا کے لیئے ایک بسیط مضمون کی ضرورت ہے لیکن جو شخص حضرت خواجہ صاحب کی زندگی کے حالات پر ذرا بھی غور کریگا تو اُس کو حضرت کی زندگی کے لمحات کرامات سے بھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ حضرت کی زندگی کا ہر ایک شعبہ ان کی دریائے عرفان کی ایک موج نظر آتا ہے ہدایت اور ارشاد کے جو بیش موتی حضرت نے اس علاقہ میں تقسیم فرمائے ہیں اور اب تک حضرت کے مزارِ پُرانوار سے بہرہ مند خوش نصیبوں کو اُن کا حصہ مل رہا ہے اس کا نظارہ کوئی شخص دربارِ خواجہ پر حاضر ہوکر اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اُس وقت وہ کچھ اندازہ کر سکتا ہے۔ قلم اُس کے صحیح بیان اور اندازہ سے قاصر ہے۔ ہم چند کرامات بطور

نمونہ عرض کرتے ہیں۔ تفصیلی کرامات لطائف سیریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مادرزاد ولی اور بچپن کی کرامات:- حقیقت یہ ہے کہ سیرانی بادشہ مادرزاد ولی تھے آپ کی بچپن کی کئی ایسی کرامات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بچپن ہی سے ولایت اور بزرگی کے مرتبے پر فائز تھے۔

چناں چہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ کے جسم کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ آپ کی کھیتی کو کوئی کاٹنے آتا تو اس نے محافظ کو پایا۔ آپ جو بھی پیشین گوئی فرما دیتے تو وہی پوری ہوتی چنانچہ کئی ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بچپن ہی سے فیض یاب تھے

مُردہ بی بی زندہ ہوگئی:- ٹھٹھہ (سندھ) کی بچی قرآن مجید کی حافظہ تھی۔ آپ جب بھی وہاں تشریف لے جاتے تو اس کا قرآن مجید ضرور سنتے ایک دفعہ اس بی بی نے آپ سے عرض کی مجھے بھی اللہ اللہ سکھائیے کہ جس سے مجھے مشاہدات واردت حاصل ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اس کی متحمل نہیں ہو سکے گی۔ اسی نے عرض کیا میں اسی لائق نہیں ہوں آپ تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔

بچی کے بار بار اصرار پر آپ نے توجہ ڈالی تو بچی مدہوش ہو گئی۔ اس کے بعد آپ ایک کمرے میں جا کر مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ لیکن بچی بعد کو تڑپتی تڑپتی دو ٹکڑے ہو گئی بچی کے رشتہ دار روتے ہوئے حضرت سیرانی سائیں قدس سرہٗ کے ہاں حاضر ہوتے اور بعجز والحاح بچی کا حال سنایا۔ آپ نے انہیں تسلی دلائی۔ اور اپنا پس خوردہ پانی دے کر فرمایا کہ جسم کے دونوں ٹکڑوں کو ملا کر یہ پانی پلا دیں۔ انہوں نے فرمان کے مطابق پانی پلایا تو وہ بچی بطفیل حضرت خواجہ زندہ ہو کر تندرست ہو گئی۔ لیکن حضرت خواجہ سیرانی کی توجہ کی دوسری برکت یہ ہوئی کہ اس بچی کو آئندہ زندگی بھر کھانے پینے کی حاجت نہ رہی[۲]

---

[۱] آبائی گاؤں سے برآمدہ تحریری مواد از حیات سیرانی (مرتبہ) صاحبزادہ نظام الدین اویسی
[۲] لطائف سیریہ۔

منکر و نکیر کا آنا موقوف:- حضرت سیرانی حوض کے نزدیک جو حضرت غوث العالم غوث بہاؤالدین قدس سرہٗ کے روضہ کی مغربی جا پر واقع ہے کے شرقی کنارہ پر کھڑے تھے۔ تو دو تین مرتبہ تبسم فرمایا۔ حاضر خدمت ہونے والوں میں سے کسی نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا اس شخص کو (جو اس وقت حویلی غوث صاحب کے اندر دفن کیا ہے) منکر اور نکیر پرسش کیلئے اس کی طرف آ رہے تھے تو حضرت غوث صاحب ان کے منع کرنے کیلئے خود تشریف فرما ہوئے اور منکر و نکیر کو اس جگہ نہ آنے دیا۔ اور آئندہ بھی نہیں آئیں گے۔

فقیر (سیرانی) نے بھی غوث صاحب کی معروض کے مطابق بارگاہِ حق میں عرض کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرما لیا۔ اب اس جگہ پہ آئندہ نکیرین کا آنا موقوف کر دیا گیا ہے

تاحال موجود کرامت:- حضرت سیرانی کے بھائی حضرت امان اللہ صاحب آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ شادی کر لیں۔ تاکہ آپ کی اولاد سجادہ نشین ہو سکے۔ حضرت امان اللہ صاحب کے دو لڑکے تھے۔ آپ نے فرمایا بڑا لڑکا تمہارا ہے۔ چھوٹا فقیر کا۔ گویا اپنے بھتیجے کو حضرت احمد الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کا چھوٹا بھتیجا آپ کے مزار کا سجادہ نشین اور صاحبِ دستار ہوا۔ آج تک آپ کے بھائی کی اولاد آپ کی درگاہ کی وارث ہے۔

اعجوبہ یا کرامت:- یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت کے وصال کو دو سو سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔ آپ کی درگاہ کا سجادہ نشین چھوٹا بھائی ہوتا آیا ہے یہ محض رسم نہیں۔ بلکہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ یا تو بڑا بھائی باپ سے پہلے فوت ہو جاتا ہے یا کوئی ایسی وجہ ہو جاتی ہے جس سے چھوٹا بھائی صاحبِ دستار بنتا ہے۔ تو فقیر اویسی کے پیر و مرشد کے سجادہ نشین حضرت الحاج میاں سردار احمد اویسی (مرحوم) جن کا وصال سفرِ حجاز میں ہوا۔ ان کے بعد تاحال امر تصفیہ طلب ہے لیکن یہ کرامت تو تسلیم کرنا

پڑے گی کہ سیرانی بادشاہ نے چھوٹے بھتیجے کو اپنی سجادگی کیلئے پسند فرمایا تو اللہ تعالےٰ نے پشتوں تک اسے ایسے جاری رکھا۔ جیسے اس کے پیارے کا انتخاب عمل میں آیا

نصیحت وصال کے بعد:۔ حضرت سلطان احمدالدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں حضرت سیرانی سائیں رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد کسی ولی اللہ کے ہاں فیض لینے گیا تو نہ صرف مجھے بلکہ خود اس ولی اللہ کو بھی عالم بیداری میں ملے اور ان سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ چناں چہ جب میں اسی فقیر کے پاس واپس گھر لوٹا تو میں دو تین روز کے بعد آستان کے تھلہ پر بیٹھا تھا کہ ایک شخص آکر ملاقی ہوا اور بہت گریہ وزاری سے کہا کہ حضرت خدارا مجھے معاف فرمائیں میں فلاں ہوں جس وقت آپ ملتان شریف میں میری ملاقات کے ارادہ پر آرہے تھے اسی وقت حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی (قدس سرہٗ) میرے ہاں تشریف فرما تھے اور فرمایا کہ میرا فرزند تمہاری طرف آرہا ہے اور تمہاری طرف ان کا آنا اچھا نہیں ہے۔ پھر آپ کی طرف روانہ ہوئے اس وقت تک آپ واپس تشریف نہیں لائے اس سے پہلے سیرانی سائیں کے دیدار مطلع انوار سے میں ہمیشہ مشرف ہوتا تھا۔ اب اس وقت سے فراق میں تلملا رہا ہوں۔ اور آپ کی جناب میں التجا کرتا ہوں کہ دعا فرمائیں کہ آپ کی بدولت پھر زیارت نصیب ہو[1]

ازالہ وہم: بعض فرقے ایسی کرامت بلکہ ایسے عقیدہ کے نہ صرف منکر بلکہ ماننے والے کو گمراہ کہتے ہیں۔ حالاں کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام انبیاءؑ عظام اور وصال کے بعد زندہ ہونے اور خلق خدا کو فیوض و برکات سے نوازتے ہیں۔ بلکہ سلسلہ اولیسیہ کی بنیاد بھی اسی اصول پر ہے اس پر بے شمار دلائل اور

---

[1] ضیائے نورانی۔

اَن گنت براہین۔ ایک قاعدۂ اسلام یہ ہے کہ جب ولی اللہ عنایت ازلی اور متابعت نبوی علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء کی بدولت مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا پر عمل کر کے فنا کے بعد بقا پاتا ہے تو صاحب کرامات میں سے ہو جاتا ہے اور قاعدۂ اسلام اور عقیدۂ دین کے مسلمات سے ہے کہ "کرامات الاولیاء حق" اس کی مزید تحقیق فقیر کی کتاب "فنا و بقا" میں پڑھیئے۔

موجود تھے آپ اور میں بیداری اور خواب میں:۔ ایک مرید نے شادی کی دعوت کی۔ آپ نے کہیں دور ضروری جانا تھا۔ آپ نے فرمایا شادی پر ضرور آؤں گا۔ اسنے عرض کی دور کے سفر سے کیسی واپسی ہوگی۔ آپ نے اسے تسلی دلائی۔ عین شادی کے موقعہ پر مرید نے خواب دیکھا کہ حضرت سیرانی سائیں تشریف لائے اور باقاعدہ گھر پہ نماز ادا فرمائی۔

صاحب خانہ فرماتے ہیں بعر صہ کے بعد حضرت تشریف لائے اور میری طرف دیکھا اور تبسم فرماکر خواب کا واقعہ بیان فرمایا اور کہا کہ فقیر شادی پر حاضر ہو گیا تھا[1]

فائدہ:۔ جسے ہم خواب میں دیکھتے ہیں وہ اللہ والوں کے لئے بیداری ہوتی ہے اور یہ دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔

وصال کے بعد بیداری میں زیارت کرانا:۔ حضرت خواجہ سلطان[2] احمددین رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کو تمنا و آرزو پیدا ہوئی کہ بعد وصال حضرت سیرانی سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہو جائے فرماتے ہیں کہ میں اسی خیال سے اٹھ کر صفہ میں متفکر و متحیر ہو کر تنہا آکر بیٹھا تھا کہ یک لخت آپ مزار سے باہر تشریف لائے اور فرمایا شریعت نبویہ کا پاس بھی ضروری ہے ورنہ ہمارے لیئے

---

[1] ضیائے نورانی [2] حضرت خواجہ سیرانیؒ کے بھتیجے اور درگاہ سیرانی کے اول سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ

یہ کوئی مشکل بات بھی نہیں۔ تھوڑی سی دیر بیٹھ پھر واپس چلے گئے۔[1]

طی الارض:- حضرت سائیں سیرانی کے عرب کے ایک بزرگ کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے۔ عرب کے ایک آدمی نے اُس بزرگ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت سیرانی صاحب سے سفارش کریں کہ آپ مجھے سفر میں ہمراہ رکھیں۔ جب اس بزرگ نے حضرت سیرانی بادشہ سے کہا تو آپ نے قبول کر لیا۔ جب آپ روانہ ہوئے تو وہ آدمی بھی ساتھ تھا۔ واپس آکر اُس نے بتایا کہ میں جس قدر تیز دوڑتا تھا حضرت سیرانی سائیں کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ حالاں کہ آپ چل رہے ہوتے تھے۔ اور آخر میری نظروں سے دور ہو گئے۔ یہ بات سُن کر بزرگ نے اسے جواب دیا۔ کہ تیری کیا طاقت ہے کہ تم حضرت صاحب کے ساتھ چل سکو۔[2]

فائدہ :- طی الارض کی یہ ایک معمولی صورت ہے اور وہ بھی اسلئے کہ عرب صاحب کا ساتھ کیا ہوا رفیق تھا۔ ورنہ یہ حضرات تو آنکھ جھپکنے سے پہلے کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں واقعات آرہے ہیں۔

بیک وقت دو جگہ موجود:- شاہ ابوالفتح کبھی میں سیرانی بادشہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے آپ کو وہاں ناموجود پاکر شاہ صاحب پریشان ہوئے واپس گھر کو جا رہے تھے تو راستہ میں حضرت کی زیارت ہو گئی۔ آپ نے فرمایا۔ اب تو زیارت ہو گئی۔ فلہذا گھر جائیے بعد کو معلوم ہوا کہ اسی دن آپ پاک پتن شریف میں تھے۔[3]

دوسرا موقعہ:- سیرانی بادشہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم خاص کی اہلیہ بیمار ہوئی عرض کی۔ حضور دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا گھر جاؤ اہلیہ شفایاب ہو گئی اس کا گھر ٹامیوالی خیر پور (ضلع بہاولپور) میں تھا۔ اور آپ اسوقت پاکپتن شریف تھے وہ صاحب

---

[3] ضیائے نورانی

گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ سیرانی بادشہ اس کے گھر پہنچکر اس کی اہلیہ کیلئے دعا بھی فرمائی اور شفایابی کی تسلی دلائی اور اس کے بعد غائب ہو گئے۔[1]

فائدہ: ایسے ہزاروں واقعات اولیاء اللہ سے صادر ہوئے دلائل کیلئے فقیر کی کتاب "الانجلاء" اور "رسالہ" ولی اللہ کی پرواز ترجمہ فقیر اُویسی اور تصنیف عربی "المنجلی للامام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ کیجئے۔

ایسے واقعات ہمارے مادہ پرستی کے دور میں بعید از قیاس سمجھے جاتے ہیں حالاں کہ ایسے واقعات سے انکار محرومی کی دلیل ہے اس لئے کہ ایسے واقعات مبنی بر کرامت ہیں اور "کرامات الاولیاء حق" ہمارے عقائد میں داخل ہے۔ اور قرآن کریم کی سورۃ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ولی کا قصہ مشہور ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے ایسے واقعات کی شمار ہی نہیں۔ نمونہ کے طور اپنے قریبی زمانہ کی کرامت کا عرض کئے دیتا ہوں۔

حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکہ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ (جو محدث مفسر کے علاوہ ولی اللہ تھے کہ یہ قطب زمانہ ہیں) نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا ظہر کی نماز پڑھ کے میرے دل میں خیال آیا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوں۔ حضرت نے میری دعوت نہیں کی۔ یہ خیال اس وقت آیا جب کہ میں مواجہ شریف کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ادھر دل میں خیال آیا اُدھر پانچ منٹ گزرے کہ ایک بدو آیا اور کہا کہ رات کو مولوی صاحب آپ کی دعوت ہے میں نے کہا کہ میں کسی کی دعوت نہیں کھایا کرتا۔ اُس بدو نے کہا کہ میں اپنی طرف سے نہیں کرتا۔ حضرت آپ کی دعوت کرتے ہیں وہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ وہ بدو مغرب کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر بارہ میل تک مدینہ منورہ سے شمال کی جانب پہاڑ میں لے گیا مولوی صاحب کی عمر اسی برس کی تھی۔ بدو نے وہاں اپنے مکان میں اپنی عورت سے پوچھا کہ کیا کھانا تیار ہے

[1] ضیائے نورانی۔

اُس نے جواب دیا نہیں۔ مولوی صاحب نے دل میں خیال کیا روزہ رکھا ہے اتنی دُور سے آئے ہیں صرف افطار کیا تھا۔ یہاں پہنچے تو کھانا ندارد۔ معلوم نہیں کیا حال ہوگا اتنے میں بدّو باہر گیا اور ایک پیالہ بڑا شہد کا اس میں دودھ گھی تھا۔ شکر تھی اور کوئی نعمت اور بھی تھی۔ مجھے دیا۔ اور میں نے پی لیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ جو لذت اس کے پینے سے مجھے ملی۔ ساری عمر اس سے پہلے۔ یا بعد کبھی نصیب نہ ہوئی۔ اس کے بعد بدّو نے کہا کہ میں بھی کچھ کھاتا ہوں۔ اور پانچ آدمیوں کا کھانا حرم شریف لے جانا ہے۔ آپ کو ساتھ لے کر چلتا ہوں۔ پھر وہ مولوی صاحب کو ساتھ لے کر چلا۔ حرم شریف میں مولوی صاحب کو داخل کر کے دوسروں کا کھانا پہنچانے کے لئے وہ بدّو چلا گیا۔ حرم شریف میں روشنی موم بتیوں کی تھی۔ فانوس جل رہے تھے۔ مولوی صاحب کے دل میں خیال آیا کہ اچھی دعوت ہوئی بارہ میل گئے بارہ میل آئے چوبیس ۲۴ میل کا سفر ہوا۔ مغرب اور عشاء کی نماز با جماعت ترک ہوئی۔ نماز بھی جاتی رہی۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا وقت ہے لوگوں نے کہا ابھی تو مغرب کی نماز سے فراغت ہوئی ہے اور عشاء کی تیاری ہو رہی ہے۔

چوبیس ۲۴ میل کا سفر کیا۔ ایک گھنٹے تک بدّو کے مکان میں ٹھہرے رہے۔ واپس ہوئے تو وہی وقت تھا جب کر چلے تھے مولوی صاحب بڑے حیران ہوئے۔ دعوت کا خیال آیا تھا کہ دعوت بھی ہوئی۔ اور اس طور پر کہ جس کی اوپر تفصیل ہے۔

عطیۂ دستار از نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم: بموجب ارشاد شیخ ہمیشہ سیر میں زندگی بسر فرمائی۔ خلقِ خدا پروانہ وار خواہانِ بیعت ہونے لگے۔ لیکن بباعث آزادگی ہمیشہ فارغ رہا کرتے جب سیر سے مراجعت فرمائی اور موسم حج قریب تھی اپنے مربّی کامل کی خدمت میں آ کر اجازت طلب کی۔ حضرت اطہر نے پسند فرما کر رخصت کیا اور زیارت روضۂ اطہر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تاکید فرمائی سلطان التارکین بیت اللہ پہنچے اور مراسم و مناسک حج ادا کر کے مشاہدہ جمال حضرت سرورِ کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مدینہ منوّرہ میں حاضر ہوئے۔ آپ مجمع کثیر میں روضۂ انور جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے تھے کہ خادم خاص حضور معلّٰی نے اسم میاں صاحب سے پکارا۔ لیکن کسی نے اس کی جانب التفات نہ کیا۔ آخر کار ایک شخص کو شناخت کر کے نام دریافت کیا۔ آپ نے کہا کہ میرا نام عبداللہ ہے۔ خادم نے دوبارہ بتاکید فرمایا کہ تمہارا وہ نام جو مخصوص ہے۔ تب کہا کہ حکم الدین ہے۔ خادم نے کہا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے یاد فرمایا ہے، خواجہ صاحب اُٹھ کر روضۂ اقدس میں داخل ہوئے اور خلیفہ نے وہاں باہر ٹھہر کر کہا کہ آپ تنہا اندر جائیں مجھے اندر جانیکا حکم نہیں جب منزل پر فائز ہوئے اور زیارت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیاتِ جسمانی بچشمِ عیاناً حاصل کی۔

آں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جناب الٰہی سے تم کو ارشاد و رہنمائی خلق اللہ کا حکم ہو چکا ہے۔ پھر دستارِ مبارک عطا فرمائی۔ خواجہ صاحب نے منظور فرما کر رخصت طلب کی چونکہ مخلوق دروازہ پر منتظر تھی جب باہر تشریف لائے تو خلقِ خدا نے آپ کی سرفرازی کو دیکھ کر آپ کے پیراہن مبارک جو کہ زیب تن تھا از راہ عقیدت و تبرک پارچہ پارچہ کر کے لے گئی۔

خواجہ صاحب جوش و جذبہ اور غلو ہمت سے اس اژدہام سے عبور کر کے روانہ ہوئے۔ بعد ازاں خلق کو فیضانِ عام سے فیض پہنچانے میں مشغول ہو گئے۔

بیداری میں زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: حضور میرانی بادشاہ قدس سرہٗ کی طرح بے شمار محبوبانِ خدا کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں زیارت سے مشرف فرمایا اس موضوع پر فقیر دو کتابیں "تحفۃ ہدایۃ الصلحاء فی زیارۃ النبی واسرِ یاد" اور "ہدایۃ الفحول فی زیارۃ الرسول" مشہور اور مطبوع ہیں۔ تبرکاً ایک واقعات کتاب ہذا کی زینت بناتا ہوں۔

غوثِ اعظم کو زیارت بیداری میں: ایک دن حضرت شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی منبر پر بیٹھے ہوئے وعظ کہہ رہے تھے اثناءِ وعظ میں منبر پر سے اُتر کر نیچے کے تختہ پر بیٹھے اور قوم کی طرف پشت کر کے چُپ ہو رہے بعد تھوڑی دیر کے اُٹھے۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ شاید شیخ دیوانے ہو گئے ایک معتقد خاص نے عرض کیا یا حضرت آپ کی زبان سے چند مرتبہ وعظ سُنا گیا مگر جو حرکت اس مرتبہ آپ سے واقع ہوئی وہ کبھی نہیں دیکھی گئی۔ شیخ نے جواب دیا کہ اس وقت جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور منبر پر بیٹھ گئے میری یہ مجال نہ تھی کہ حضورؐ کے برابر بیٹھا رہوں یا زبان ہلا سکوں۔ اسی وجہ سے مَیں منبر پر سے اُتر آیا اور چُپ ہو رہا۔ (بہجۃ الاسرار)

سمندر سے فقراء سمیت پار: حضرت صاحب البیر عرب سے وطن (ہندوستان) کیلئے روانہ ہوئے۔ فقراء بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ فقراء نے آپ سے بہت عرض کیا۔ کہ سمندر میں طغیانی ہے۔ واپسی کا ارادہ فی الحال ترک کر دیں۔ لیکن آپ نے فرمایا مجھے یہاں سے روانگی کا حکم مل چکا ہے۔ اب فقیر یہاں نہ رہے گا۔ جب آپ معہ سمندر کے کنارے تشریف لائے۔ تو وہاں کوئی جہاز موجود نہ تھا۔ آپ نے فقراء سے کہا

نوٹ: اس روز میں ساٹھ ہزار آدمی مجلس سے فوت ہو گئے اور صاحب کہ جو شخص کرامات اولیاء سے تصدیق رکھتا ہے اور قائل ہے کہ اولیاء کو ہر عالم علوی اور سفلی کی چیزیں منکشف ہوتی ہیں تو اس پر کوئی چیز مشتبہ نہیں ہوتی۔ اور امام غزالی نے فرمایا کہ جو چیز عوام لوگ خواب میں دیکھتے ہیں اسے خواص بیداری میں پاتے ہیں اور جو چیز ان کو کسب سے حاصل ہوتی ہیں خواص کو عطا سے حاصل ہوتی ہیں۔

کہ آپ آنکھیں بند کر لیں اور چل پڑیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے آنکھیں کھولنے کا حکم دیا۔ تمام فقراء کو جوتوں کے تلوے گیلے تھے۔ لیکن حضرت صاحب کا جوتا بالکل خشک تھا۔ اور سب فقراء سمندر عبور کر چکے تھے[1]

الحیاۃ بعد المماۃ:- سیرانی بادشہ کے ایک خلیفہ کا بیان ہے کہ میں بستی لاہی کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آیا۔ حضرت صاحب اِسے دُور سے آتا دیکھ کر اُٹھے اور ملے۔ اور کان میں کچھ بات کہی۔

فقیر صاحب اُس آدمی کو دُور لے گئے اور پوچھا حضرت صاحب نے آپکو کیا کہا تھا بہت اصرار کے بعد اس شخص نے بتایا کہ حضرت صاحب میرے سامنے بغداد میں وفات پا گئے تھے۔ میں نمازِ جنازہ میں شریک تھا۔ اور دفن کرتے وقت بھی موجود تھا۔ اب میں حضرت صاحب کو یہاں زندہ دیکھ کر بہت حیران ہوا ہوں۔ یہی بات حضرت صاحب نے مجھے کہی ہے کہ اس بات کو عام مت کرنا[1]

ایضاً:- حضرت سیرانی بادشہ بستی بیرواہ میں ایک مُرید کی دعوت پر تشریف لے گئے لنگر چل رہا تھا کہ ایک مسافر وہاں آیا آپنے اُسے دیکھ کر منہ اس طرح پھیر لیا جیسے کوئی کسی سے شرم کرتا ہے اور فرمایا کہ مسافر کو جلدی کھانا دیکر روانہ کرو چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب مسافر جا رہا تھا تو ایک فقیر اس کے ساتھ روانہ ہو پڑا۔ اور اجنبی سے دریافت کیا کہ حضرت صاحب تم سے کیوں شرم کر رہے تھے تو اُس اجنبی نے بتایا کہ حضرت صاحب میرے مصاحب (دوست) تھے اور ایک حجرہ میں مقیم تھے مرض دُنبل سے آپ کی وفات ہو گئی۔ میں نمازِ جنازہ میں شریک ہوا۔ اور دفن کے وقت بھی موجود تھا۔ یہاں حضرت صاحب کو زندہ دیکھ کر بہت حیران ہُوا ہُوں آپ اس وجہ سے مُنہ چُرا رہے تھے۔

---

[1] ضیائے نورانی :- صفحہ ۱۸

قبر میں بھی زبان بند:۔ میاں محمد اعظم ایک متقی شخص تھے مُحب السماع کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے ازراہِ ادب میاں محمد انور مرید حضرت بادشہ سیرانی ان کے جوتے سیدھے کر کے جوتوں کی نگرانی میں بیٹھ گئے۔ چوں کہ میاں محمد اعظم کو شہر کے قاضی نے میاں محمد انور کے لئے سماع کی چغلی کھائی اسی رنجش سے میاں محمد اعظم نے میاں محمد انور کو فرمایا "کُتّے دُور ہو جا" میرے جوتے سے۔ میاں محمد انور گھبرایا کہ ایک نیک آدمی نے ایسا کلمہ فرمایا۔ ممکن ہو میرا خاتمہ خراب ہو پریشانی سے سو گیا حضرت سیرانی بادشہ کی زیارت ہوئی فرمایا کہ فکر نہ کرو، قاضی چغل خور اور میاں محمد اعظم ہر دو نوں مزہ چکھ لیں گے۔ چناں چہ ایسے ہی ہوا کہ مرتے وقت قاضی کا غائبانہ سر کُچلا گیا۔ اور میاں محمد اعظم کی زبان بند ہو گئی حضرت سیرانی نے فرمایا کہ قبر میں بھی اس کی زبان بند رہے گی۔

الحیاۃ بعد المماۃ:۔ جناب میاں عبدالرحمٰن[1] گھیجہ کا بیان ہے کہ ہم سیرانی بادشہ کو تلاش کرتے ہوئے ایک مقام پر جا ملے۔ قدمبوسی سے مشرف ہوئے اچانک ایک قوال آگیا۔ آپ نے اسے قوالی کا فرمایا۔ قوال کے گانے پر آپ کو وجد شروع ہوا۔ اسی حالت وجد میں آپ کے دائیں بائیں، اَبرو اور پیشانی پر تیوری سی محسوس ہوئی بعدہٗ پیشانی مبارک سے گوشت جدا ہو کر ٹھوڑی کے نیچے سے لٹکنا شروع ہوا پھر وہ لٹکتا ہوا زانو تک پہنچا۔ ایسے ہی تین بار وہی گوشت ٹھوڑی زانو تک اوپر نیچے ہوا۔ پھر اسی گوشت نے ایسا جوش مارا کہ حضرت کا تمام وجود گوشت کا لوتھڑا دکھائی دینے لگا۔ آپ کا بدن کا کوئی حصہ بھی اپنی اصلی حالت پر نہ رہا، آخر گوشت کا سیل یہاں تک جوش زن ہوا کہ میں گھٹنوں تک گوشت میں دب گیا۔ حالاں کہ آپ مجھ سے کافی فاصلہ دُور بیٹھے تھے میاں صاحب موصوف بحالت اضطراب گوشت کے لوتھڑے پر پاؤں مارتے تو ان کے پاؤں کا نشان گوشت پر اس طرح پڑ جاتا جس طرح ریت کے تودے پر ظاہر ہوتے ہیں۔ قوال یہ حالت دیکھ کر

[1] یہ صاحب حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ کے مُرید تھے۔ ۱۲ لطائف صـ۶۳

ڈر گیا۔ میں نے ہر چند اسے تسلی دی۔ بلکہ انعام کے طور پر اپنا کُرتا بھی دیا۔ لیکن نہ مانا اور بھاگ گیا۔ کافی دیر کے بعد بطریق سابق تین بار چکر لگا کے پھر اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت کے عالم دین مولانا محمد حاصل چشتی حنفی نے فرمایا کہ مدت کے بعد عشق کا قصہ سُنا گیا اور میاں صاحب نے کہا کہ جو اس وقت میں نے اسرار و رموز دیکھے بیان سے باہر ہیں[1]

نوری غسل:۔ حضرت سیرانی بادشہ ۲ ر ذوالحجہ ۱۲۶۱ھ میں تاجن شیر کے کنوئیں پر غسل کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ تاجن شیر غسل فرما رہے تھے۔ آپ بستی کے قریب کے کنواں پر تشریف لے گئے وہاں بھی تاجن شیر خرق عادت کے طور غسل فرما رہے ہیں۔ جب آپ نے آنکھوں سے یہ واقعہ پانچ چھ بار ملاحظہ فرمایا۔ تو پھر آپ نے اپنا منہ مبارک کنواں کی نسار کے ساتھ لگا دیا جیسے عام لوگ پانی پیتے ہیں۔ اتنے میں خرق عادت کے طور پر آپ کی ہر رگ اور ہر بال سے پانی کے فوارے جاری ہو گئے اسی حالت میں تاجن شیر کو بتایا کہ غسل اس طریقہ سے ہونا چاہیئے تم ظاہر بدن کو دھو رہے ہو اندر کا بھی غسل ہونا چاہیئے۔ تاکہ اندر کے رگ و ریشہ بھی صاف ہو جائیں۔

فائدہ:۔ اس غسل کو اہل خرق عادت غسل نُوری کہتے ہیں اور کروڑوں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتا ہے[2]

بوئے حق:۔ حضرت شاہ ابوالفتح صاحب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ پھلی میں تشریف فرما تھے۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ ریگستان میں وضو فرما رہے تھے کہ میں نے اچانک مُشک کی خوشبو محسوس کی مرا خیال تھا کہ صاحب نے سنتِ رسول اللہ کی پیروی میں لگائی ہو گی حضرت نے اپنے

[1] لطائف سیریہ [2] ضیائے نورانی صـ۱۱

کشف سے میرا ارادہ بھانپ لیا۔ اور مسکرا کر فرمایا کہ شاہ صاحب ہٰذا من عند اللہ۔ یعنی یہ خوشبو منجانب اللہ ہے۔

تیرے نام سے بلا ٹلی:۔ میاں صالح محمد نے کہا کہ میں ایک مرتبہ محمد عاقل والد پوترہ پوترہ کے باغیچہ میں صبح کے وقت گیا تو پتوں اور درختوں کو ذکر اسم پاک کرتے سُنا۔ میں بہت حیران ہوا کہ کیا ماجرا ہے۔ آگے چل کر دیکھا کہ ایک بزرگ ذکر الٰہی میں مصروف ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ آپ کی وجہ سے ہے۔ واپس آکر قاضی صاحب کو تمام ماجرا سُنایا۔ قاضی صاحب بھی میرے ہمراہ باغ میں آئے۔ اور فقیر صاحب کی زیارت کی رئیس نے دل میں ارادہ کیا کہ حضرت صاحب میری دُختر سے شادی کرلیں۔ آپ جب وظیفہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ تم جس حال میں فقیر کو پھنسانا چاہتے ہو۔ فقیر اس میں کبھی نہ آئے گا۔

اِسکے بعد قاضی صاحب کھانا لے آئے آپ نے تناول فرمانے کے بعد فرمایا فقیر کا نام محکم الدین ہے اگر ضرورت پڑے تو یاد کرلینا فقیر حاضر ہوجائیگا۔

کچھ عرصہ کے بعد رئیس مذکور کی لڑکی کا انتقال ہوگیا۔ اور لڑکی کی شکل بگڑ کر بدصورت ہوگئی۔ رئیس کو حضرت صاحب کا قول یاد آیا۔ فوراً مسجد میں گیا اور حضرت صاحب کا نام زور سے پکارا۔ آپ محراب میں تشریف لے آئے اور فرمایا صبر کرو۔ خیر ہے گھر جاؤ۔ یہ کہہ کر غائب ہوگئے۔ گھر آکر لڑکی کے منہ سے کپڑا ہٹایا تو چاند کی طرح منوّر تھا۔

حجام کا لڑکا واپس:۔ ایک حجام کا بیٹا خراسان سفر پر گیا ہوا تھا۔ حجام بے حد پریشان تھا کہ اس کا بیٹا کس طرح واپس آئے گا

حجام حضرت مہاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کام فقیر کے بس میں نہیں ہے اگر شہباز وقت یہاں آجائیں تو وہ تمہارے لڑکے کو منگا سکتے ہیں۔

ایک دن حضرت صاحب مسجد میں تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب نے حجام کو بتایا کہ یہی شہباز وقت ہے۔ ان سے جاکر عرض کرو۔ حجام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا اگر اجازت ہو تو حجامت بنادیں۔ آپنے اجازت دیدی۔ حجام ڈر کیوجہ سے کچھ عرض نہ کرسکا۔ لیکن دوران حجامت دردِ فراق کی وجہ سے حجام رو رہا تھا آپنے پوچھا کیوں روتا ہے حجام نے تمام ماجرا سُنایا۔ آپ نے فرمایا ذرا رُک جاؤ۔ آپ مسجد کے حجرہ تک گئے اور پھر واپس آگئے اور حجام نے اپنا کام شروع کردیا۔ ابھی حجام حجامت بنا ہی رہا تھا۔ کہ ایک شخص نے آکر اُسے خوش خبری سنائی کہ تمہارا لڑکا گھر واپس آگیا ہے حجام فارغ ہوکر جب گھر پہنچا تو بیٹے سے حال دریافت کیا۔ لڑکے نے بتایا کہ میں کابل کے بازار میں سودا خریدنے جارہا تھا کہ ایک آدمی جس کا آدھا سر مونڈا ہوا تھا آیا۔ اور مجھے بازو سے پکڑکر ایک ہی جھٹکے سے گھر پہنچادیا۔ رقم اور رومال بھی لڑکے کے ہاتھ میں تھا جس میں وہ سودا خریدنے جارہا تھا۔

ایمان بچالیا:۔ مولوی سکندر مرحوم حضرت سیرانی بادشہ کے مُرید ہوئے حضرت کے وصال کے بعد کسی دُور جگہ رِشتہ بیعت جوڑا۔ مرتے وقت حالت غیر ہوئی خواب میں حضرت سیرانی بادشہ تشریف لائے اور فرمایا اگرچہ تونے تعلق توڑ دیا تھا لیکن ہمیں لاج پالنی پڑی۔ تیرا ایمان زائل ہورہا تھا۔ ہم نے تیرا ایمان اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا ہے اب تو باایمان ہوکر مریگا۔ چناں چہ مولوی صاحبنے کلمۂ شہادت پڑھ کر وفات پائی۔

سیرانی بادشہ:۔ ایک شخص سیرانی بادشہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں حج کیلئے بیت اللہ شریف جارہا ہوں۔ لیکن میرے پاس خرچ نہیں ہے میری امداد فرمائیں۔ آپ نے پوچھا تمہارے پاس اسوقت کیا ہے۔ اُس شخص کے پاس چند سکّے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ان سکّوں سے جو کچھ تم کو پسند آئے خرید کر بنالاؤ۔ وہ شخص

گیا۔ اُن سکوں سے گھی، آٹا، شکر خرید کر کے حلوا تیار کیا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے اپنا ہاتھ حلوا میں ڈال دیا۔ اور فرمایا۔ اب اسے لے جاؤ۔ جب بھوک لگے کھا لینا۔ کم نہ ہوگا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا حال ہے۔ سفر خرچ تو پورا ہو گیا تھا۔ اُس شخص نے حلوہ سامنے رکھ کر عرض کیا کہ سال تک اس میں سے کھاتا رہا ہوں۔ مگر مقدار بدستور وہی ہے۔ آپ نے وہ سارا حلوا فقراء میں تقسیم کر دیا۔

فائدہ:۔ اس کرامت کی نظیر حضرت ابوہریرہ رضؓ کا توشہ ہے جو صحاح ستہ میں مذکور ہے۔

پیر نے بیٹا عطا فرمایا:۔ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہماری شادی کو بیس۲۰ برس گذر گئے ہیں لیکن ہمارے گھر میں اولادِ نرینہ نہیں ہوئی۔ دُعا کریں۔ آپ خاموش بیٹھے سُنتے رہے اور فرمایا اپنے خاوند کو بلاؤ۔ جب اُس عورت کا خاوند آ گیا تو اُسے فرمایا کہ ولادت کے وقت جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اُن کی تیاری کرو۔ کل صبح تمہارے گھر اولادِ نرینہ ہوگی۔ دونوں میاں بیوی ابھی راستہ میں ہی تھے کہ عورت کے پیٹ میں بچہ حرکت کرنے لگا۔ حالاں کہ وہ حاملہ نہ تھی اور دوسرے دن صبح لڑکا پیدا ہو گیا۔

فائدہ: اِس کی نظیر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش ہے اور کراماتِ الاولیاءؒ حق۔ کے عقیدہ کیلئے اتنا کافی ہے اس لئے کہ کراماتِ اولیاء درحقیقت قُدرت ایزدی کا ظہور کا نام ہے۔

عطری بنا دیا:۔ اوباڑہ (سندھ) کی کسی مسجد میں سیرانی صاحب آرام فرما تھے ایک شخص نے آپ کے پاؤں دبانے لگا۔ اس شخص کے ہاتھ سے کستوری کی خوش بُو جاری ہو گئی۔ اور تا عمر قائم رہی (لطائفِ سیریہ)

مصری کی کنکر:۔ سیرانی بادشاہ ایک مسجد کے صحن میں جال کے درخت نیچے آرام فرمایا۔ عرصہ دراز تک لوگ درخت کے نیچے سے لوگ مصری کے کنکر چُنتے رہے۔

مؤلف لطائف سیریہ المتوفیٰ ۱۳؁ھ فرماتے ہیں کہ مَیں نے وہ درخت دیکھا ہے۔

عصر عرب شریف میں اور مغرب پاکستان میں:۔ حضرت سید موسٰن شاہ صاحب ایک شام خلافِ معمول شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ اور بارہ سکے بھی ہمراہ لے گئے۔ واپس آکر حکم دیا کہ فوراً طعام کا انتظام کرو۔ مہمان (جو جان سے عزیز ہے) کو طعام کی دعوت دینی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا۔ اور حضرت سید موسٰن شاہ صاحب کی خدمت میں چھ سکے اور تسبیح پیش کی۔ اور عرض کیا۔ ایک فقیر نے یہ تسبیح اور سکے دیئے ہیں۔ اور کہا ہے کہ یہ سکے تسبیح سے زائد ہوئے ہیں فلہٰذا یہ واپس ہیں۔ جب جماعت نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ عرب شریف تشریف لئے جا رہے تھے کہ میں نے جا کر بارہ۱۲ سکے دیئے کہ فلاں دکان سے میرے لئے تسبیح خرید لا دیں۔ حضرت صاحب نے عصر کی نماز عرب شریف میں پڑھی اور مغرب کی نماز میرے خیال میں یہاں آکر پڑھیں گے لیکن آپ کو مغرب کی نماز کا وقت بہاولپور ہوا ہے[1]۔ یہ کرامت طی الارض کے قبیل سے ہے[2]۔

منٹوں میں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا:۔ ایک شخص مظفر نگر (انڈیا) سے ایک قاصد ہندوؤں کی ہُنڈیاں لیکر شجاع آباد کے ہندوؤں کے پاس روانہ ہوا۔ جب ہندوؤں نے دریافت کیا کہ کب روانہ ہوئے ہو تو قاصد نے بتایا کہ آج ہندو سُن کر ہنسنے لگے اور اُس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ قاصد نے کہا کہ ہنڈیاں کھول کر تاریخ دیکھو۔ جب تاریخ دیکھی گئی تو واقعی آج کی تھی۔ سب لوگ حیران ہوئے اور وجہ پوچھی

---

[1] ضیائے نورانی و لطائف سیریہ صہ [2] ضلع ملتان (پاکستان)

تو قاصد نے بتایا کہ میں ٹھٹھہ نگر سے روانہ ہوا ہی تھا۔ کہ مجھے ایک فقیر دکھائی دیا۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ فقیر نے بتایا۔ شجاع آباد، میں نے عرض کیا مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ فقیر نے مجھے ہمراہ کر لیا۔ اور چند گھنٹوں کے بعد کہا۔ کہ یہ شجاع آباد ہے اور مجھے چھوڑ کر مسجد میں چلا گیا۔ ہندوؤں نے پوچھا کہ دریا کیسے عبور کئے۔ قاصد نے بتایا مجھے علم نہیں سب لوگ مسجد میں حاضر ہوئے۔ ایک پٹھان جو آپ کا مرید تھا شناخت کر لیا کہ یہ حضرت حکم الدین میرانی ہیں [1] (یہ کرامت بھی طی الارض سے ہے)

اناج غائب حضرت میرانی مُرید کی دعوت پر تھے کہ صاحبِ دعوت نے مٹکوں میں گندم کا ذخیرہ کیا ہوا تھا۔ نواب بہاول خاں بہاولپور کے حکم سے اناج ذخیرہ کرنے کی ممانعت تھی۔ جب پولیس کو علم ہوا تو انہوں نے مٹکوں کو مہر بند کر دیا داد پوتہ بہت گھبرایا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں اس عذاب سے بچائیں حضرت نے فرمایا فکر مت کرو اور حاکموں کو بلاؤ کہ مہر توڑ کر تلاشی کریں۔ جب حاکم علاقہ معہ پولیس آیا۔ اور مُہر سرکاری توڑ کر مٹکوں کو دیکھا تو مٹکے خالی تھے وہ سب شرمسار ہو کر چلے گئے۔ آپ نے اپنے میزبان سے فرمایا گھبراؤ مت۔ جا کر مٹکوں کو دیکھو۔ جب اُنہوں نے مٹکوں کو دیکھا تو پھر بھرے ہوئے تھے۔

بُت گر پڑے:۔ ماڑ کے ہندو بتوں کو اونچی عمارتوں میں نصب کرتے تھے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے کم تھی۔ ایک مرتبہ حضرت صاحب ایک کوچہ سے گذر رہے تھے کہ بُت آپ کے قدموں میں آگرے۔

روپیوں کی بارش:۔ مولانا محمد مقبول (جو لنگر کا منتظم تھا) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ لنگر کا خرچ ختم ہو چکا ہے۔ آپ خاموش رہے جس وقت فجر کی نماز کے لئے اُٹھے اور چادر کندھے پر ڈالی تو چادر سے روپوں کی بارش ہونے لگ گئی۔ (ضیائے نُورانی)

---

[1] ضیائے نورانی ص۶۲ [2] گھریلو ضروریات کی خاطر

دونوں جہان کی نعمتیں اُن کے خالی ہاتھ میں:۔ مولانا داجلیؒ نے فرمایا حضرت میرانی بادشہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کل عید ہے لنگر کا خرچ ہے یا ختم ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا ختم ہو گیا ہے آپ اپنا ہاتھ سینہ کے قریب لے گئے۔ اور مجھے روپیہ دیا کہا جاؤ جا کر فقراء کے لئے کھانے کا سامان خرید لاؤ۔ میں روپیہ لے کر دکاندار کے پاس گیا۔ دکاندار نے کہا روپیہ سکہ رائج الوقت سے کم ہے۔ میں واپس حضرت صاحب کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا حضرت دکاندار کہتا ہے یہ سکہ رائج الوقت سے کم ہے۔ آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور دکاندار سے کہو حساب کرے سکہ قدرتی ہے۔ دنیاوی سے زائد ہوگا۔ واپس جا کر ہندو کو دیا۔ اس نے حساب کیا تو روپیہ رائج الوقت سے ایک ٹکہ زائد نکلا۔

فائدہ:۔ یہ ادنیٰ کمالات ہیں لیکن اہلِ دل کیلئے ہے۔ سنگدل کے لئے "جوئے شیر" کے مترادف ہے۔

ریت کا ٹیلہ یا سونے کا ڈھیلہ:۔ ایک مرید نے حضرت میرانی سائیں سے عرض کیا کہ میں نے بچی کی شادی (بیاہ) کرنی ہے لیکن خرچ کیلئے رقم نہیں ہے۔ برادری طعن کرے گی خدا کیلئے میری امداد فرمائیں۔ آپ جنگل میں جا رہے تھے۔ ریت کے ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ جس قدر ضرورت ہو لے لو۔ اُس شخص نے مٹی کو ہٹا کر دیکھا تو تمام ٹیلہ روپیوں سے بھرا پڑا تھا۔ جس قدر ضرورت تھی رقم لے لی۔ اور اس جگہ پر نشان لگا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں پھر آیا۔ تو کوئی چیز موجود نہ تھی۔

امیر بننے کا نسخہ:۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بہت غریب ہوں۔ مجھے تعویذ دیں کہ میں دولت مند ہو جاؤں آپ نے گویا تعویذ لکھ دیا۔ اور فرمایا اسے اونچی جگہ لٹکا دو اور نیچے برتن رکھ دینا اور تعویذ کو آگ لگا دینا۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ تعویذ کے اجزا جب گل سڑ کر برتن میں گرتے تو

سونا اور اشرفیاں بن جاتیں وہ اس طرح سے وہ شخص بہت امیر بن گیا۔

سیرانی ثانی گنجشکر رحمہما اللہ:- ایک شخص نے آپ کی خدمت میں مصری پیش کی آپ نے فرمایا۔ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں ان میں تقسیم کر دو
وہ شخص بہت پریشان ہوا کیونکہ مصری کم تھی اور لوگ زیادہ۔ آپ سمجھ گئے مصری کو ہاتھ لگایا
اور فرمایا اب تقسیم کرو۔ اور دو آدمیوں کا حصہ بھی رکھ دو۔ چناں چہ مصری سب کیلئے کافی
ہو گئی۔ اور دو آدمیوں کا حصہ بھی رکھ دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ مصری کا وہ حصہ جو رکھا گیا تھا۔ ان کو دیدیا گیا۔

ہر مرید کے گھر میں:- دو مریدوں نے سیرانی بادشہ کو دعوت کا عرض کیا تو آپ نے دونوں کی دعوت قبول کر لی۔ دونوں مرید ایک دوسرے
سے شرمندہ تھے کہ آپ نے میری وجہ سے دوسرے مرید کی دعوت قبول نہیں فرمائی ان
کو بعد میں عقدہ کھلا کہ آپ ایک ہی وقت میں دونوں مریدوں کے ہاں ماحضر تناول
فرمانے میں مصروف دیکھے گئے۔

فائدہ:- امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "المنجلی" صرف اسی موضوع پر ہے
کہ ایک بندۂ خدا متعدد مقامات پہ بیک وقت موجود ہو سکتا ہے۔ فقیر نے اسے اُردو
ترجمہ مع حاشیہ شائع کیا بنام "ولی اللہ کی پرواز" پھر اسی موضوع پر ضخیم کتاب لکھی جس کا
نام "الانجلاء فی تطور الاولیاء" ہر دونوں مطبوع ہیں اور متعدد بار منظر عام پر آئی ہیں
خدا کرے قیامت تک مطبوع قلوب ہوں (آمین)

دودھ یا چاندی:- ایک مرید کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ فقیر بہت زیادہ تھے۔ اور میزبان غریب تھا۔ اس کی حالت پہ آپ کو
ترس آ گیا۔ مریدات کے وقت ایک مٹکے میں دودھ لایا جس کا وزن تقریباً ۵ سیر تھا
آپ نے برتن سے کپڑا اُٹھایا۔ اور نظرِ کیمیا ڈال کر پھر اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا اور صاحبِ خانہ

کو فرمایا کہ اسے لے جائے۔ جب اُس نے برتن سے کپڑا اُٹھایا تو اُسے ایسا معلوم
ہوا کہ دودھ جم گیا ہے۔ بغور سے دیکھا تو وہ چاندی بنی ہوئی تھی۔

فائدہ:- ہیئت تبدیل ہو گئی اور اسمیں شک نہیں کہ قادر مطلق نے اپنے
ولی کے ذریعہ سے اِسے تبدیل فرمایا۔ تو کیا حرج ہے۔

آنکھ جوڑ دی:- محفلِ سماع میں میاں مقبول کی آنکھ پر میاں کدن (حضرت مہاڑوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معتقد تھا) کا ہاتھ اس زور سے لگا۔
کہ میاں مقبول کی آنکھ باہر نکل آئی۔ اور سخت درد محسوس ہونے لگا۔ میاں مقبول آنکھ
پر ہاتھ رکھ کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا
تو اسکی آنکھیں درست ہو گئیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ آنکھ کو کچھ ہوا بھی نہیں۔

فائدہ:- پہلے عرض کیا گیا ہے کہ ولی اللہ کی کرامت درحقیقت معجزۂ نبی ہی ہوتا ہے
جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ۔ کی آنکھ چشم خانہ میں رکھوا کر آنکھ روشن
فرمادی تو آپ کے نائب سیرانی بادشہ نے بطور کرامت ویسے ہی فرمادیا تو کون سا حرج ہے

دانت ٹھیک ہو گئے:- ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ دانتوں کو چوٹ لگی اور ایک دانت ہونٹوں
پر گر پڑا۔ آپ کی نگاہ شاہ صاحب پر پڑی اور فرمایا خیر ہے۔ دانت کو اُٹھا کر اپنی جگہ
لگا دو۔ چناں چہ انہوں نے ایسا کیا اور فوراً شفا ہو گئی۔ جیسے کچھ کبھی بھی نہ ہوا ہو۔

نارِ عشق کا ظہور:- ایک مرتبہ حضرت سائیں سیرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً ایک بیاہ شادی پر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ
میں شام ہو گئی دریا کا کنارہ تھا۔ اور سخت سردی تھی۔ آپ نے لکڑیاں جمع کرنے
کے لئے فرمایا۔ ہم نے لکڑیاں جمع کر کے چاروں طرف دائرہ کی صورت بنائی لیکن
آگ جلانے کے لئے ماچس نہیں تھی۔ حضرت صاحب ذکر لا الٰہ الا اللہ میں مشغول

ہو گئے۔ اور لکڑیوں پر جہاں پھونک مارتے آگ لگ جاتی۔ اور ساری رات آرام سے بسر فرمائی۔

بول نہ بولنے والے:۔ محمد امین ساکن گڑھی اختیار خان کا بیان ہے کہ میں عہد طفلی میں بہت خوب صورت تھا۔ اور تقریباً آٹھ برس کا تھا لیکن بول نہیں سکتا تھا۔ اتفاقاً حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ گڑھی تشریف لائے میاں محمد مقبول اگرچہ حضرت مہاروی صاحب کا مُرید تھا۔ لیکن آپ سے بھی خاص عقیدت رکھتا تھا۔ مجھے آپ کی خدمت میں لے گیا۔ اور عرض کیا کہ یہ لڑکا کوئی بات نہیں کرتا۔ اسکی پوچھیں۔ آپنے پوچھا تو میں بولنے لگ گیا۔

مصلّی کی تسخیر:۔ صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ مسجد شریف بھاگ میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک سائل آیا۔ اور عرض کیا۔ حضرت سائل کا گھر اس جگہ سے بہت دُور ہے۔ سائل بہت غریب مستحق ہے۔ مہربانی فرما کر وظیفہ کشائش روزی عطا فرما دیں۔ آپنے ایک وظیفہ بتایا کہ اُسے صبح کی نماز کے وقت پڑھ لیا کرو سائل چلا گیا۔ اور صبح کی نماز کے وقت اس وظیفہ کو پڑھتا اور مصلّی کے نیچے سے ایک روپیہ چار آنہ اُٹھا لیتا۔ ساری عمر اُس کا یہی معمول رہا۔ جب قریب المرگ ہُوا تو اپنے لڑکے کو وہی وظیفہ بتایا۔ لیکن لڑکا صرف دس آنے اُٹھاتا تھا۔

بچھو کا جیاء:۔ بہاولپور شہر میں مسجد میاں محمد حسن میں تشریف فرما تھے کہ زیارت کرنے والوں میں سے ایک شخص کو بچھونے کاٹا وہ سخت پریشان ہُوا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں آکر نسخہ دریافت کیا آپ نے فرمایا۔ تین مرتبہ فقیر کا نام لیکر تھوکو اور اس تھوک سے جو مٹی گیلی ہو جائے اُسے بچھو کے کاٹے پر لگا دو۔ فوراً آرام ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور اُسے فوراً آرام آگیا۔

فائدہ:۔ اس کی تاثیر تا حال موجود ہے تفصیل "سلسلۂ اولیسیہ" کے اوراد وظائف میں ہے۔

المدد یا محکم دین:۔ محمد حسین کا بیان ہے کہ جمال خاں (جو کہ سردار ریاست تھا) کی میرے ساتھ سخت دشمنی ہو گئی۔ اور جس وقت مجھے ملتا۔ تو کہتا کہ رات کو تم کو مار ڈالوں گا۔ میں ساری ساری رات ہتھیار باندھ کر جاگتا رہتا۔ رات دن سخت پریشان رہتا تھا۔ ایک رات میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اپنے مرشد کو بُلاؤں اور امداد طلب کروں میں نے زور سے آواز دی محکم الدین میری مدد کرو۔ تھوڑی دیر میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میرا ڈر سے بُرا حال تھا۔ دروازہ کھولا تو ایک شخص گھوڑے پر سوار کھڑا پکار رہا تھا۔ محمد حسین میں نے فوراً پہچان لیا کہ حضرت صاحب ہیں اور قدم بوس ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے رُکنے کی اجازت نہیں ہے۔ تو مت گھبرا میں نے تمام بندوبست کر دیا ہے صبح کو معلوم ہوا کہ جمال خاں کو بہادر خاں کے آدمی پکڑ کر لے گئے ہیں۔

قبر کا عذابی اور سیرانی قدس سرہٗ کا کمال:۔ حضرت سیرانی بادشہ حاصل پور (ضلع بہاولپور) گھرانی والا کے باہر مشرق کی طرف ایک قبرستان میں سے گزر رہے تھے۔ مجھے فرمایا کہ تو یہاں ٹھہر جا۔ آپ ایک قبر کے نزدیک چلے گئے۔ میں دُور سے نظارہ دیکھ رہا تھا۔ قبر سے ایک آدمی نکلا جو بالکل ننگا تھا اور سر سے پاؤں تک جلا ہوا سیاہ۔ آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا فوراً اس کا سارا جسم نور سے منوّر ہو گیا۔ چند قدم آگے چل کر دیکھا تو بہت سے لوگ سفید لباس میں ملبوس قبروں سے باہر نکل آئے اور حضرت صاحب سے کافی دیر باتیں کرتے رہے میں دُور ہونے کی وجہ سے کچھ نہ سُن سکا۔ کچھ فاصلہ پر چل کر ایک ٹیلے کو سلام کیا۔ راستہ میں موقع دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت کالے جسم والا کون تھا؟ آپ نے فرمایا اس میں ایک مردِ خدا حبس کر کے بیٹھا ہے۔ میں نے دریافت کیا کب تک حبس میں رہے گا

آپ نے فرمایا قیامت تک۔

فائدہ:۔ اِس واقعہ سے وہی انکار کرسکتا ہے۔ جسے اولیاءِ کرام سے انکار ہے ورنہ اصحاب کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم تاحال اپنے جنگل و غار میں زندہ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کے وقت کعبہ معظمہ میں ان کے پاس پہنچ کر سب سے پہلے تصدیق کرنے والے یہی ہوں گے۔

اور حضرت عزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار پاک پتن شریف میں ہے بار ہا دنیا میں بسر کر کے مزار میں تشریف لے گئے اور امام مہدی کے وقت پھر ظاہر ہوں گے حالاں کہ وہ صالح علیہ السلام کے زمانہ سے چلے آرہے ہیں خود حضور سیرانی بادشہ کا اپنا قصہ پہلے گذرا ہے۔

حضرت شیخ احمد عبدالحق مُرید حضرت جلال الدین پانی پتی ایک مرتبہ مریدوں کی جماعت کے ساتھ مسافر ہو کر جنگل میں پہنچے اور جنگل میں ایک درخت تھا اور ہوا خوش تھی اور اس جگہ نزول فرمایا۔ ایک ساعت گُزری کہ ان کی روح پرواز کر گئی مریدوں نے فریاد اُٹھائی کہ عوام کہیں گے کہ مُریدوں نے پیر کو قتل کر دیا۔ وہ اس گفتگو سے " زندہ ہو کر یہ فرمایا کہ یہ مقام خوش تھا اور فقیر کو بہت پسند آیا تھا لیکن جب تم اس طرح کہتے ہو آؤ اور اُٹھو اور روانہ ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی جان کا اختیار دیا ہے ملک الموت میری روح قبض نہیں کرے گا۔ (اخبار الاخیار)

سماع اور حضرت اُویس قرنیؓ:۔ گھڑی کنڈی میں محفل سماع منعقد ہوئی حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت جوش میں تھے آپ جوش سے ہاتھ ہوا میں بلند فرماتے اور مٹھیاں روپوں کی بھر کر قوال کو دیتے۔

جب محفل ختم ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ روپے غیب سے آتے تھے۔ آپ فرمانے لگے حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ محفل سماع میں موجود تھے۔ وہ اپنے ہاتھ مبارک سے مجھے دیتے اور میں قوالوں میں بانٹ دیتا۔

فائدہ:۔ اِسمیں کئی کرامات کا ظہور و صدور ہوا (۱) سیرانی بادشہ کا عالمِ غیب سے روپوں پیسوں کا حاصل کرنا (۲) سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کا محفل میں تشریف لانا (۳) اس میں اپنا نائب حضرت سیرانی بادشہ کو بنانا وغیرہ۔

ازالہ وہم:۔ محفلِ سماع اور سیّدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیسے؟ اس کے جوابات آتے ہیں۔ (ان شاء اللہ)

تانگے کا گُچھہ یا روپوں پیسوں کی کان:۔ قاضی جان محمد رزق کی تنگی سے تلاش معاش کیلئے راجن پور سے کسی صاحب کے ہاں گھوڑی پر سوار جا رہے تھے۔ ایک دُرویش کمبل پوش ساتھ ہو لئے۔ ندی پار کرنی تھی۔ درویش نے قاضی صاحب کا ہاتھ بٹایا کہ گھوڑی کا ساز و سامان سر پہ اُٹھا لیا۔ قاضی حیران ہے کہ دُرویش ندی پار کر رہا ہے لیکن سامان (زین وغیرہ) کے سر کے اوپر سے خود بلا سہارا جا رہی ہے۔

دُرویش نے قاضی صاحب سے پوچھا کہاں جاتے ہیں۔ قاضی صاحب نے تنگیٔ معاش کا سُنایا تو فقیر نے ایک گُچھا تانگے کا دے کر فرمایا اِس سے جو پیسے میسّر ہوں کسی کو قرض نہ دینا۔ عرصہ تک اِس سے روپے پیسے حاصل ہوتے رہے۔ ایک دفعہ قاضی صاحب نے کسی کو اسی سے قرض دیا تو تاگوں سے پیسے بند ہو گئے۔ لیکن قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری خوشحالی بحال رہی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ دُرویش نُما حضرت سیرانی بادشہ ہی تھے۔

یُوں ہوئی معراج:۔ حضرت سیرانی سائیں بادشہ قدس سرہٗ ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے، ایک شخص نے مولوی صاحب سے سوال کیا کہ آپ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر گئے تھے۔ آسمان

جسمیں کہیں بھی سوراخ نہیں۔ پھر وہ آسمان سے کس طرح گذرے ہوں گے۔ مولوی صاحب اُس کے سوال کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔

حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تم کو جواب دیتا ہوں۔ آپؒ نے ایک دیوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں دیکھو کوئی سوراخ ہے۔ سوال کرنے والے نے کہا نہیں کوئی نہیں۔ آپ دیوار سے دسؔ دفعہ آر پار گذر گئے اور فرمایا جس طرح میں دیوار کے پار گذر گیا ہوں اس طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمان سے گذر گئے تھے۔

تیمور کا زور ٹوٹا:۔ اوچ شریف میں تیمور بادشہ کی آمد کی خبر مشہور ہوئی حضرت مخدوم گنج بخش صاحب بہت گھبرائے اور مخدوم ناصر الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ آپ حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کریں کہ حادثہ کو روکیں۔ جب مخدوم صاحب نے سید جلال الدین صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا یہ کام میرے بس کا نہیں ہے حضرت محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ یہ کام کر سکتے ہیں۔ البتہ حضرت صاحب کی زیارت وقت پر ہو گی۔ شام کو کسی شخص نے بتایا کہ میں حضرت سیرانی صاحب کو بستی بولن شاہ میں مل کر آیا ہوں۔ مخدوم ناصر الدین فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا سُنایا۔ آپ نے سفید کاغذ منگوایا اور رُقعہ لکھ کر فرمایا کہ لشکر سے باہر جو شخص بھیڑ بکریاں چرا رہا ہو اور گھاس اُٹھائے۔ اُس کو یہ رُقعہ دیدینا۔ مخدوم صاحب گھوڑے پہ سوار ہو کر روانہ ہوئے اور دو تین دن کی منزل ایک رات میں طے کرنے کے بعد لشکر کے قریب پہنچے۔ ایک شخص باہر کھڑا تھا۔ اُس نے مخدوم صاحب کو آواز دے کر کہا کہ میں تمہارے انتظار میں کھڑا ہوں۔ یہ بات سُن کر مخدوم صاحب بہت حیران ہوئے اور اُسے رُقعہ دیا۔ اُس شخص نے رُقعہ لے کر اوپر اُٹھایا۔ رُقعہ آسمان کی طرف پرندہ کی طرح

اُڑنے لگا۔ اور بادشاہ کا ارادہ اوچ شریف کینسل ہو گیا۔

اِشارہ کام کر گیا:۔ حضرت سلطان احمد دین قدس سرہٗ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ یہ فقیر برادرم عثمان نوریؒ کے ساتھ ایک مُرید کی دعوت پر حضرت خواجہ صاحب السیرؒ کے ساتھ گئے۔ موسم سردی کی تھی۔ دعوت والے لوگوں نے رات کو کپڑے جمع کیے اور حاضر کئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے جس طرح منشا میں آیا تقسیم فرما دیئے۔ باقی صرف ایک لحاف اور ایک کھیس بچا۔ ہم نے فکر کیا کہ ہمیں آپ نے کپڑے نہیں دیئے۔ اُس تنگی میں رات گذاریں گے۔ کیوں کہ کھیس اور لحاف حضور انور کے واسطے ہیں۔ آپ نے کھیس کو بچھایا اور سر مبارک قطب کی طرف فرما کر دراز ہوئے پس اس فقیر کو قبلہ کی طرف اور حضرت نوری صاحب شرق کیطرف سے اپنے ساتھ جگہ عنایت فرمائی۔ جس قدر ہم نے بوجہ ادب کے انکار کیا۔ آپ نے جائز نہ رکھا۔ جس وقت ہم اس طریق سے سوئے۔ تو میرے دل میں خیال آیا کہ اپنے ساتھ عالم قبور اس طریق سے مجھ کو اور برادرم کو جگہ دلویں۔ حضرت عثمان نوریؒ کا جب وصال ہوا اُن کا اتفاق حضرت کے ساتھ شرقی جانب سے حضرت خواجہ صاحب کے ہوا۔ اور اس فقیر کا واللہ اعلم۔ کیسا نصیب ہو گا۔

فائدہ: بزرگوں کے اشارے تقدیر کے نظارے ہوتے ہیں۔ یہ نظارہ آج بھی دربار سیرانی میں واضح طور نظر آ رہا ہے کہ نوری صاحب مشرق میں آرام فرما ہیں اور سلطان صاحب غربی جانب۔

قلیل طعام تھا لیکن سینکڑوں نے کھایا:۔ حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ حضور گنج شکر قدس سرہٗ کے عُرس پر تشریف لے گئے آپ کے ساتھ معتقدین کی خاصی تعداد تھی۔ آپ مسجد کے ایک حجرہ میں نماز مغرب کے بعد سُنتیں پڑھ رہے تھے کہ سجادہ صاحب تشریف لائے اور آپ کو نماز میں مشغول

دیکھ کر بیٹھ گئے۔ کافی دیر انتظار کرتے رہے لیکن آپ نماز سے فارغ نہ ہوئے۔ آخر سجادہ صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک خادم کو یہ پیغام دیکر چلے گئے کہ حضرت صاحب کی خدمت میں کہنا کہ میں حاضر ہوا تھا لیکن آپ مشغول نماز تھے۔ بوقت فراغت پھر حاضر ہوں گا۔ آپکے ساتھ جس قدر آدمی ہوں تعداد بتادیں۔ تاکہ ان کے طعام کا بندوبست کیا جائے۔ شیخ صاحب کی روانگی کے فوراً بعد آپ فارغ ہو گئے اور فرمایا۔ آدمی بہت ہیں شیخ صاحب کو تکلیف مت دو۔ اور ان سے کہنا کہ صرف پانچ چار آدمیوں کا کھانا بھجوادیں۔ چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب پانچ آدمیوں کا کھانا آیا تو آپنے صرف ایک لقمہ تناول فرمایا۔ آپ کی برکت سے تقریباً ایک سَو آدمیوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔

یا محکم دین:- میاں شاکر محمد سے نقل کیا ہے کہ میرا خالہ زاد بھائی قاضی عاقل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مُرید تھا۔ اور اُس کی والدہ حضرت محکم الدین سے رشتہ بیعت رکھتی تھی۔ دونوں ماں بیٹیوں میں بحث رہتی تھی۔

میاں شاکر قاضی صاحب کو محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ پر فضیلت دیتا ہے اور قاضی صاحب کو میاں صاحب سے افضل سمجھتا تھا۔ لیکن مائی صاحب حضرت محکم الدین کو برتر سمجھتی تھیں۔ میاں شاکر محمد ایک دن والدہ کی خدمت میں آیا۔ اور آکر کہا کہ میں اپنی باتوں سے تائب ہوں۔ والدہ نے جب وجہ پوچھی تو اُس نے کہا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ میں نابینا ہو گیا ہوں۔ مجھے جس قدر وظائف یاد تھے پڑھے لیکن آرام نہ آیا مجھے اچانک محکم الدین کا نام یاد آگیا۔ میں نے عرض کیا یا محکم الدین مجھے آنکھیں لوٹا دے تو میری آنکھیں درست ہو گئیں۔

سمندر کے موتی:- ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ حج کیلئے بیت اللہ شریف جارہے تھے آپ ایک جہاز میں سوار تھے۔ جہاز والوں نے جہاز کی مزدوری طلب کی۔ لیکن آپکے پاس رقم نہ تھی۔ جب انہوں نے بہت تقاضہ کیا

تو مچھلی نے سمندر سے منہ نکالا۔ اور آپکے دامن میں دُو موتی پھینک دیئے۔ آپ نے دُو موتی ملاحوں کے حوالے کر دیئے۔ ملاحوں نے آپ کو سوداگر سمجھا اور موتیوں کا ٹیکس ادا کرنے کے لئے تنگ کرنے لگے۔ آپ کے دل میں رنجش آگئی جس سے سمندر میں طغیانی آگئی۔ اور جہاز ڈوبنے کا خطرہ لاحق ہو گیا۔

ایک نیک آدمی جہاز میں موجود تھا وہ سارا ماجرا سمجھ گیا اور جہاز کے عملہ کو بتایا کہ یہ سب کچھ اس بزرگ کی ناراضگی کی وجہ سے ہے۔ چناں چہ جہاز کے عملہ نے آپ سے معافی مانگی اور طوفان فوراً رک گیا۔

شمارکشتی آوردمارا خدا:- سیرانی بادشاہ حج کے لیئے بیت اللہ جانے کا ارادہ کیا۔ ایک فقیر بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ اتفاقاً آپ کا ساتھی فقیر جہاز پر سوار ہو گیا۔ لیکن آپ کو کسی وجہ سے دیر ہو گئی اور جہاز روانہ ہو پڑا۔ جب آپ کنارہ پر آئے تو جہاز چل چکا تھا۔ فقیر نے ارادہ کیا کہ سمندر میں کود کر حضرت کے پاس پہنچ جاؤں لیکن آپ نے اُسے اشارہ سے منع فرمایا جب جہاز عرب شریف میں لنگر انداز ہوا تو فقیر یہ دیکھ کر حیران ہوا۔ کہ حضرت صاحب پہلے پہنچ چکے تھے اور نماز کا وضو فرما رہے تھے۔ فقیر نے دریافت کیا کہ آپ کیسے پہنچ گئے آپ نے فرمایا۔ خداوند کریم کے جہاز پر۔

درد رسیدہ کو فیض رساں بنا دیا:- بہاول پور کے نزدیک روہی ریگستان (موجودہ نام) میں سیاحت کے لئے گئے دیکھا کہ ایک آدمی مویشی چرا رہا تھا۔ اور دانت کے درد نے بیتاب کیا ہوا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کو کیا ہوا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ داڑھ میں سخت درد ہے آپ نے کلام بتائی اور فرمایا کہ اسے پڑھ کر شہادت کی اُنگلی داڑھ پر رکھ۔ چناں چہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ داڑھ بغیر درد کے نکل آئی۔ جتنا عرصہ وہ شخص زندہ رہا۔ اسی طرح سے

لوگوں کی داڑھیں بلا تکلیف کے نکالتا تھا۔

پیر ہو تو ایسا:۔

ریگستان میں شکار کھیلنے گیا۔ اور پانی کا مشکیزہ درخت کے ساتھ باندھ کر ہرن کی تلاش میں نکلا۔ بہت دُور نکل گیا جب ہرن شکار کر کے لایا تو مشکیزہ پانی سے خالی تھا اور پھٹا ہوا تھا۔ شاید کسی جانور نے پھاڑ دیا ہو۔ شاہ صاحب کو سخت پیاس تھی اور دُور دُور تک کہیں پانی کا نشان تک نہ تھا بہت پریشان تھا۔ کہ ایک شخص کو درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا۔ آپ کے پاس پانی کا آفتابہ (لوٹا) بھرا ہوا تھا۔ شاہ صاحب نے اجازت طلب کی اور آفتابہ سے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آفتابہ میں پانی جس سطح پر پہلے تھا۔ پھر بھی اُسی سطح پر موجود تھا۔

شاہ صاحب سمجھ گئے کہ یہ کوئی بزرگ ہے لہٰذا آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ہرن شکار کیا ہے اگر اجازت ہو تو حاضرِ خدمت کروں۔ آپ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ شاہ صاحب ہرن اور پھٹا ہوا مشکیزہ اُس بزرگ کے پاس لائے مشکیزہ کو سی لیا۔ آپ نے فرمایا کہ آفتابہ سے مشکیزہ بھر لو۔ شاہ صاحب نے آفتابہ سے مشکیزہ بھر لیا۔ مگر آفتابہ میں پانی پھر بھی اُسی سطح پر قائم رہا۔

شاہ صاحب نے ہرن بھون لیا۔ اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے چند لُقمے تناول فرمائے اور بتایا کہ فقیر کا نام محکم الدین ہے۔ شاہ صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آبادی بہت دُور ہے۔ لہٰذا آج رات یہاں رہا جائے لیکن حضرت صاحب نماز ظہر ادا کرنے کے بعد روانہ ہو پڑے۔ شاہ صاحب بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ چند گھنٹوں میں تقریباً ستّر یا اسّی میل کی مسافت طے کرنے کے بعد ایک شہر کے نزدیک پہنچے۔ جہاں ایک قافلہ پہلے موجود تھا۔ آپ نے شاہ صاحب کو فرمایا کہ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر سو جاؤ۔ اور آپ بھی آرام فرمانے لگے

تقریباً نصف شب کو شاہ صاحب کی جاگ ہوئی تو انھوں نے سنیاسیوں کو ایک عورت کے ساتھ باری باری ہم بستری کرتے دیکھا۔ شاہ صاحب کے دل میں بھی خیال ہوا کہ میں بھی اس سے ہم بستری کرتا۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔

صبح بیدار ہو کر حضرت صاحب نے شاہ صاحب کو اجازت دیدی کہ آپ جہاں جانا چاہیں چلے جائیں۔ چناں چہ شاہ صاحب روانہ ہو پڑے وہ سنیاسن بھی شاہ صاحب کے ہمراہ ہو پڑی اور ہر لمحہ شاہ صاحب سے چمٹ جاتی۔ شاہ صاحب جہاں جاتے وہ عورت ہمراہ چلی آتی۔

آخر کار شاہ صاحب بہت تنگ ہوئے اور اپنے ارادہ پر نادم ہوئے۔ اور واپس حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ اور وہ عورت ہمیشہ کے لئے آپ سے دُور ہو گئی۔

شیر کو مارا:۔

خلیفہ محمد وارث کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کیلئے روانہ ہوا۔ جب جنگل سے گزر رہا تھا تو ایک شیر میری جانب لپکا میں نے ڈر کر حضرت صاحب کو مدد کے لیے پکارا۔ وضو کرنے والا آفتابہ اچانک شیر کے ماتھے پر لگا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ شیر ڈر کر بھاگ کھڑا ہوا۔ خلیفہ نے آفتابہ کے ٹکڑے جمع کئے اور منزل مقصود پر پہنچ کر حضرت سیرانی کے خادم خاص جو آفتابہ برداری پر مقرر تھا۔ سارا ماجرا سنایا۔ اس خادم نے تصدیق کی۔ اچانک حضرت نے آفتابہ کر زمین پر دے مارا جو ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ لیکن تعجب ہے کہ تمہارے پاس بھی وہی ٹھیکریاں ہیں سچ فرمایا مولانا رومیؒ قدس سرہ نے

دست پیر از غائبان کوتاہ نیست ؛ قبضہ اش از قبضۂ اللہ نیست

کھیتی کا کام تمام ہے:

ضلع رحیم یار خاں کی طرف کا واقعہ ہے آپ ایک کنوئیں پر پانی پی کر باقی پانی کنوئیں کے اندر پھینک رہے تھے۔ حالاں کہ

کنوئیں کا مالک اسے چلا چلا کر تھک گیا۔ مگر کنواں نہ چلا۔ ادھر دوسری طرف بزرگ کو پانی پینے کے بعد کنوئیں کے اندر پھینکتے دیکھا تو ایک بھاری لٹھ اٹھا کر ان کی کمر مبارک پر زور سے دے ماری۔ آپ نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

دیہاتی نے آپ کی آنکھوں میں بھرپور جلال دیکھا تو سہم گیا۔ آپ اسی طرح اُٹھے اور چل پڑے۔ جس راستے پر وہ گئے تھے۔ اس راستے میں تقریباً ایک ایکڑ خطے پر جو چیز اگائی جائے تو نہیں اُگتی۔ کیوں کہ آپ اپنا غصہ دیہاتی پر نہیں اُتارا۔ بلکہ غصّے کے عالم میں چلتے رہے۔ جب تک چلتے رہے وہاں تک کھیتی پیدا نہ ہوئی۔

فائدہ:۔ جمال عجب تو جلال عجب۔ شیخ کے جلال نے کھیتی میں غیرت پیدا کر دی کہ وہ زمین سے باہر کبھی نہ آئی۔

جیسے فرمایا ویسے ہوا:۔ مولانا عبداللہ حنفی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے اور میرے بھائی کو زمانۂ طفلی میں میرے والد نے حضور سیرانی سائیں قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر کیا تو آپ نے میرے بھائی کے لئے فرمایا یہ کاروبار کا شیر ہوگا میرے لئے یہ فرمایا یہ عالم دین ہوگا چنانچہ جیسے فرمایا ویسے ہوا[۱]

مُصیبت میں کام آگیا:۔ جناب قاضی عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ جس وقت جہاں خاں افغان نے داجل کو تاخت و تاراج کیا تو میں ان کے ہاتھوں گرفتار ہوا تو انہوں نے رسّہ باندھ کر شہر داجل کی گلیوں میں مجھے ذلیل و خوار کیا جب اُن کا گذر ہندوؤں کے محلہ سے ہوا جو میرے گھر کے قریب ہے تو میں نے دیکھا کہ اچانک حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی نے تشریف لا کر اُن ظالموں کو اُن کی زبان میں اس قدر ملامت کی کہ عاجز ہو کر وہ دوڑ گئے۔ مدت بعد جب میری میاں فاضل محمد سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت سیرانی بادشہ کا سلام پہنچا کر قصہ مذکور بیان کیا[۲]

[۱] ضیائے نورانی صـ۷۸ [۲] لطائف سیریہ صـ۸۸

ٹھوکر سے تودہ مٹی کو سونا بنا دیا:۔ حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ سیر و سیاحت کرتے ایک مقام پر پہنچے۔ ایک سائل نے عرض کیا کہ حضور چند لڑکیاں میرے گھر بالغہ بیٹھی ہوئی ہیں اتنی فرصت نہیں کہ ان کے عقد نکاح کے لئے کچھ سامان تیار کرسکوں دعا فرمائیں کہ کہیں سے پانچسو ۵۰۰ روپے دستیاب ہو جائیں تو میرا کام ہو جائے گا۔ آپ نے سائل کی بات سُنکر اپنے خادم محمد وارث مرحوم سے عصا لیا اور عصا کی نوک سے زمین کو کُریدا تو اس کے نیچے سے ایک پانچ سو ۵۰۰ روپے کی تھیلی نکلی آپ نے وہی تھیلی سائل کے حوالے کی۔ لیکن زمانہ کے حرص و ہوا نے سائل کو مجبور کیا کہ شیخ کی روانگی کے بعد اسی مقام پر پہنچا۔ بایں خیال کہ شاید اس کے نیچے خزانہ ہے زمین کو کُریدنا شروع کیا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ پہلی تھیلی بھی ہاتھ سے نکل گئی۔ بڑا رویا گریاں و دواں شیخ کے پیچھے دوڑا۔ آپ نے اس کی آواز کو سُنکر ٹھہر گئے اور پوچھا کیا بات ہے۔ عرض کی حضور بدبختی سے حرص و ہوا سے مجھ سے وہی پہلی تھیلی بھی چھن گئی۔ خدارا میرے حال پر رحم فرمائیے۔ آپ کو اس کے حال پر رحم آیا۔ آپ نے پھر اسی زمین کو کُریدا تو وہی تھیلی نکل آئی اور سائل کے سپرد فرما دی۔

فیض کا در:۔ روایت ہے کہ ایک وقت حضرت صاحب السیرؒ درختوں کے نیچے سوئے ہوئے تھے کہ ایک مُلّا نے عرض کیا کہ یا حضرت اپنے فیض کے دروازے

کو ہم ناقصوں کے واسطے بھی کھولیں۔ فرمایا کہ کنجی اس کے ہاتھ میں ہے جس نے
قفل لگایا ہے۔ فقیر کو معذور سمجھیں۔ اس حالت میں ایک قلندر شخص اچانک آگیا اور سوال
کیا کہ مولی کے لئے کچھ دیں

حضرت قبلہ رخ انور سے پردہ دور کر کے حق موجود فرمایا۔ اور انگشت سبابہ اس
کی طرف اشارہ کیا کہ شعلے اسم ذات کے اس کے دل سے ظاہر ہوئے اور بلند ہو کر گرا۔
اور مست ہوا۔

ملا نے عرض کیا کہ یا حضرت مجھ کو وہ جواب دیا۔ اور اس شخص کے ساتھ یہ نوازش
کی۔ تبسم فرما کر فرمایا کہ روٹی کے واسطے کچھ حیلہ کرنا بھی ضروری تھا۔ گویا یہ جواب مولوی
کے سوال رد کرنے کیلئے تھا۔

منیٰ میں اویس قرنیؓ کے ساتھ:۔

حاجی محمد ذوقؒ سے روایت ہے کہ جب یہ فقیر
زیارت بیت اللہ شریف پہنچا تو دل میں خیال
گذرا کہ حضرت قبلہ صاحب السیرؒ یہاں بھی تشریف لائے ہوں گے۔ ابھی یہ خیال دل میں
تھا کہ ناگاہ خواجہ صاحب السیرؒ کو دیکھا کہ آپ ایک شخص برقع پوش کے ساتھ تمام
ادب کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اونٹ والے کو اونٹ دے کر دوڑا اور قدم بوس ہوا آپ نے
بہت نوازش فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ یہ صاحبان کون ہیں؟ فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب
بارگاہ رسول اللہ ہیں۔ میں نے زیارت کا عرض کیا۔

حضرت قبلہ نے حضرت اویس قرنیؓ کی خدمت عرض اس کا پہنچایا۔ پس برقع منہ مبارک
سے کھولا۔ میں نے دیکھا کہ چہرہ مثل سورج کے درخشاں اور ریش مبارک تمام سفید اور
دندان مبارک موجود نہ تھے۔ پس حضرت صاحبؒ نے مجھ کو فرمایا کہ زیارت حاصل ہو چکی
ہے۔ جائے خوف ناک ہے۔ رخصت ہو کر اور سوار ہو کر چلے جاؤ۔ قدم بوس ہو کر دوڑ کر
اونٹ پر سوار ہوا۔ وہ تاریخ دن اور وقت میں نے کاغذ پر لکھ لیا جس وقت میں

حج سے واپس آیا تو تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اس دن اور اس ٹائم آپ بھاڈیرہ میں موجود تھے

تابوت کی برکتیں:۔

بعض لوگ موسیٰ مبارک سے اپنی برادری کی طرف گئے جب پھر
گھر کو روانہ ہوئے راستہ میں جال کا درخت سبز دیکھا اس کے
نیچے بیٹھے اور ان کے اونٹ درخت کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ دیہاتی لوگ وہاں جال
کے ارد گرد ہل چلا رہے تھے کہا کہ جانوروں کو اس درخت کے نزدیک نہ جانے دو اس لیئے
کہ جب صندوق شریف از دہراجی لائے تھے یہ جال خشک تھی اس کے نیچے
رکھا۔ چند دنوں میں سرسبز و شاداب ہو گئی جیسا کہ دیکھ رہے ہو لیکن اب جو جانور کھاتا ہے
مر جاتا ہے۔ اسی لئے تمہیں اس سے بچنا چاہیئے۔

فائدہ:۔ جہاں اللہ والوں کا گذر رہتا ہے وہ جگہ باطناً یا ظاہراً اپنی برکات اُبھارتی
ہے۔ خوش قسمت لوگوں کو اس سے فوائد نصیب ہوتے ہیں۔ اس جگہ کی بے ادبی سے سزا
ملتی ہے اگر مسلسل بے ادبی سے اور گستاخی ہو تو اس کے برکات اٹھا لیئے جاتے ہیں
تفصیل کے لئے فقیر کی کتاب "باادب بانصیب بے ادب بے نصیب" کا مطالعہ فرما کر معلومات
میں اضافہ کیجئے!

کشف قبور:۔

حضرت صاحب السیرؒ ایک مسجد میں (جو کنارہ قبرستان پر واقع تھی تشریف
لے گئے) ظہر کی نماز کے لئے صحن پر بیٹھ گئے۔ دو تین آدمی (جو خاص خدمت
میں رہنے والے تھے موجود تھے) فقیر کی نظر اس وقت قبور پر پڑی۔ تمام احوال ان اہل قبور
کا منکشف ہو گیا۔ ہر ایک کو اپنی قبر میں خوش دیکھا۔ اور یہ حالت حضرت صاحب السیرؒ
کے وضو کرنے کے وقت تک جاری رہی اس کے بعد وہ حالت زائل ہو گئی۔
معلوم ہوا کہ اس ساعت میں بہ برکت حضرت خواجہ ہر ایک کشف طاری تھا۔

فائدہ:۔ یہ کشف نرالا ہے کہ آس پاس والے بھی فیضیاب ہوتے رہے انہیں
تجلیات سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوتے

تو پاس والوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ حیوانات بھی اس سے مستفید ہوتے جیسے سواری کے گدھے کو اہلِ قبور کے عذاب سے باخبر ہونا۔ (بخاری)

تعویذ کی تاثیر:۔ حضرت سلطان احمد الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سائیں سیرانی کے بھتیجے) زمانہ طالب علمی میں ایک تعویذ لکھ رہے تھے حضرت سیرانی بادشہ نے فرمایا۔ لو! میں بھی تمہیں ایک تعویذ سکھا دوں۔ آپکے لکھے ہوئے کی میں نے خوب مشق کی۔ ایک دفعہ میرے استاذ کو بستی والوں نے ستایا تو میں نے وہی تعویذ کوزہ پر لکھ کر بستی میں ڈال دیا اور میں اپنے استاذ کو لے کر بستی سے نکل آیا۔ ہمارے نکلنے پر بستی آگ کی لپیٹ میں آگئی۔ بستی والوں نے ہمارے استاذ کی منت سماجت کی اور اپنی گستاخی کی معافی چاہی اور استاذ صاحب کو باعزت واپس لے گئے اس کے بعد حضرت سلطان احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس تعویذ کو ایسا چھپایا کہ مزار میں ہی ساتھ لے گئے۔

فائدہ:۔ اگرچہ تعویذات کا عمل ہر خاص و عام بشرائطِ عمل میں لا سکتا ہے لیکن اللہ والوں کیلئے شرائط کی ضرورت نہیں۔ ان کی تدبیر تقدیر ہے۔ ان کی لسان و قلم سیفِ رحمان ہے۔

درد گردہ غائب:۔ مولوی محمد جمال فرماتے ہیں کہ میں درد گردہ میں مبتلا رہتا تھا ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے ہاں تشریف لائے

مجھے بٹھا کر کھانا کھلایا تو درد غائب ہوگیا۔ عرصہ دراز کے بعد پھر عود کر آیا۔ اس کے آرام کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ میں نے ایک دن رو کر دل میں خیال کیا کہ کاش! آج حضرت سیرانی بادشہ ہوتے میرے درد کا مداوا فرماتے۔

میرے تصور نے حقیقت کو پالیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ میرے پاس کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں محمد جمال! مجھے دُور خیال کرتا ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے میرا درد ختم ہوگیا تا دمِ زیست پھر کبھی نہ ہوا اور حضرت سیرانی بادشہ کو میرے ساتھیوں نے جاتے دیکھا سے نے بھاگ کر زیارت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ روپوش ہوگئے

فائدہ:۔ مرید کا مرشد سے تعلق قوی ہو تو پیر مُرید کے ہر وقت قریب ہوتا ہے یہ قاعدہ مخالفین کو بھی مسلم ہے چناں چہ مولوی حسین احمد مدنی سابق صدر دیوبند نے مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی سے نقل کیا ہے کہ "مرید اس بات کو یقین جانے کہ پیر کی روح صرف ایک مکان میں مقید نہیں۔ اس لئے نزدیک یا دُور جہاں بھی مرید ہو۔ اگرچہ وہ بظاہر پیر سے دور ہیں لیکن اس کی روحانیت سے دُور نہیں ہے" (الشہاب الثاقب صلا)

یہی مضمون مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب امداد السلوک میں بھی ہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "تسکین الخواطر فی تحقیق الحاضر والناظر" میں ہے۔

آنکھ جھپکتے ہی منازل طے ہوگئیں:۔ ایک سید صاحب حضرت سیرانی بادشہ کے ہاں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ کے فقراء کچھ سو رہے ہیں کچھ بیدار اور مصروف بہ عبادت عرض کی یہ حضرات سونے والے وقت گنوا رہے ہیں۔ سیرانی بادشہ نے فرمایا شاہ جی ان کو اپنی قسمت مل جائے گی۔ کیوں کہ ہمارے خواجہ کا طریقہ روحانی ہے یہ کہہ کر اپنی دونوں انگلیوں کے پُورے لعاب دہن سے تر کرکے شاہ صاحب کی آنکھوں پر رکھ دیئے تو شاہ صاحب کو منازل طے کرا دیئے۔

فائدہ:۔ صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیض رسانی کے اقسام میں سے ایک قسم یہی لکھی ہے کہ آنکھ جھپکنے میں منزل مقصود تک پہنچایا جا سکتا ہے اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل ساحرین کی بتائی ہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب ترجمہ تفسیر فیوض الرحمٰن" میں ہے۔

بحر عظیم کے پار:۔ بعض حجاج کے جہاز کو باد مخالف بحر عظیم کے جزائر مخفیہ میں لے گئی وہ فرماتے ہیں کہ وہاں کے لوگ کچھ خبر نہ رکھتے تھے۔ نہ ان کو مذہب وملت کی خبر نہ کچھ۔ لیکن حضرت سیرانی بادشہ کو اپنا پیشوا مانتے تھے [1]

فائدہ:۔ یہ حضرات سیرانی بادشہ قدس سرہ کی سیر و سیاحت کے کمال کی دلیل ہے کہ روئے زمین کوئی جگہ نہ چھوڑی۔ اور یہ سیاحت تفریحی نہیں۔ بلکہ اُمّت مصطفویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء پر فیض و کمال رسانی کے غرض سے تھی۔

شہر عظیم آباد تھا:۔ حضرت سیرانی بادشہ کے خدام نے سفر میں بھوک کی شکایت کی تو آپ نے انہیں کچھ رقم دی تاکہ سودا سلف لے کر گذارہ کریں عرض کی حضور! یہاں سے تو آبادی کوسوں دور ہے۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ فرمایا جو بہت گھنا تھا کہ اسمیں داخل ہو کر ہر طرح کا سودا لے لو۔ فقراء اسمیں داخل ہوئے تو ایک عظیم شہر آباد پایا اسکی کھانے پینے کی ہر طرح کی اشیاء خریدی واپس لوٹے تو وہی جنگل اور آپ وہاں کھڑے ہیں

فائدہ:۔ یہ طی مکان وطی زمان کے قبیل کا کمال ہے

بیداری اور خواب برابر:۔ حضرت خواجہ سیرانی بادشہ اور آپکے مُریدین صبح کی نماز کیلئے وقت پر بیدار ہو کر نماز کی تیاری میں تھے۔ ایک صاحب

---

[1] مصباح نورانی ص ۱۴۵

ابھی نیند سے بیدار نہ ہوئے اسے جگانے کے لئے کوئی صاحب بڑھے تو آپ نے فرمایا ایسے نہ جگاؤ یہ میٹھی نیند میں ہے

فائدہ:۔ نہ جگایا جاتا تو اس کی نماز جاتی رہتی۔ اور گناہ کے فعل کی تائید ایک کامل ولی سے ناممکن ہے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ کسی نیک خواب سے سرشار ہو رہے ہوں جیسے کسی بزرگ کا مقولہ ہے ؎

شبے کرشمہ طلعتش بخواب بدیدم ؛ نہ ہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداری ست

اور اسی کو حضرت سیرانی بادشہ نے آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا ہو۔ یہ ایسے ہوگا جیسے حضرت علی جو کچھ خواب میں دیکھ رہے اور ایسے بیداری میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ملاحظہ فرما رہے تھے۔

منٹوں میں تمام کتاب یاد ہو گئی:۔ حضرت سیرانی بادشہ کسی مسجد میں تشریف لے گئے۔ ایک طالب علم خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا آپ کو اس کا پڑھنا پسند آگیا۔ اپنے پاس بلا کر فرمایا اب پڑھو۔ آپ کی نگاہ کریمانہ سے اس کو وہ کتاب مع شرح ازبر (یاد) ہو گئی۔

فائدہ:۔ اولیاء اللہ کے لئے تو یہ معمولی بات ہے کہ ایک بزرگ نے صبح کی نماز پڑھانے پر دائیں طرف سلام پھیر کر قرآن کے حافظ اور بائیں طرف والوں کو ناظرہ خواں بنا دیا یہ کرامت حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے۔

جسم مبارک کا گھٹنا بڑھنا:۔ ایک مرید آپ کو رات کے وقت دبا رہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ آپ کا جسم بڑھتا گیا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ وہاں تک نہ پہنچ سکتا۔ تھوڑی دیر بعد گھٹنا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ صرف پوست اور ہڈیاں رہ گئیں:۔

فائدہ:۔ جسم بہت بڑا ہو اگرچہ بظاہر چھوٹا محسوس ہوتا ہو۔ مثلاً حضرت جبریل

علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں۔ ایک پر کا طول مشرق و مغرب تک پھیلا ہوا (بخاری و شرح الصدور) لیکن دربار رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں حاضری دیتے۔ اسی سے ہم اہل سنت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کے لئے دُور کی خبریں دیتے اور دستگیری کرنے والے مانتے ہیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب المعراج میں ہے

فرشتے خدام: ایک حضرت سیرانی نے ماڑیں میں اپنے مرید سے کپڑے دھونے کا فرمایا۔ اسنے ایک جوہڑ سے دھو کر درخت پر لٹکا دیا۔ لیکن وہ کپڑے خود بخود آسمان کو اڑ گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نیچے حضرت سیرانی بادشہ کے آگے آ پڑے آپ نے فرمایا کہ کپڑوں کو فرشتے دھو کر لائے ہیں اس لئے کہ مرید غریب نے اچھے نہیں دھوئے

فائدہ: فرشتوں کی ایسی خدمت اولیاء کرام کے لئے عام ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ" یعنی ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے دوست (خدمت گذار ہیں) وغیرہ وغیرہ تفصیل فقیر کی کتاب "فرشتے ہی فرشتے ہیں" میں ملاحظہ کیجئے۔

دُور سے سلام: ایک مرید و خلیفہ دین محمد داجلی زیارت کے لئے روانہ ہوئے تو سمینہ والے سید عبد اللہ شاہ نے کہا کہ حضرت سیرانی بادشہ کو عرض کرنا کہ میری حاضری ناممکن ہے اگر یہاں مجھے زیارت نصیب ہو تو زہے نصیب" خلیفہ صاحب نے سلام و پیام پہنچایا۔ تو آپ نے فوراً سمینہ (بستی) کی طرف منہ کر کے فرمایا "وعلیکم السلام" گویا بالمشافہ ہی شاہ صاحب کو سلام کا جواب دیا۔ اور اللہ والوں کے لئے درمیانی حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ اس کے متعلق فقیر کی کتاب "حاضر و ناظر" میں تفصیل اور دلائل پڑھیئے

گامن شاہ کو دعاء: حضور سیرانی بادشہ سفر کرتے کرتے علاقہ داجل پہنچے گامن شاہ نے عرض کی ماحضر لاؤں فرمایا کیوں نہیں۔ چونکہ شاہ

صاحب تنگ دستی کا شکار تھے۔ بڑی مشکل سے بھنے چنے لائے۔ آپ نے کھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے جمعیت بخشے۔ گامن شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ اس کے بعد میرا حال یہ ہوا کہ جانور، مال متاع اور نقد جنس شمار سے باہر ہو گیا۔

فائدہ: اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہر فقیر کی خدمت کی جائے تاکہ اسکے منہ سے کلمہ خیر نکلے تو بیڑا پار ہو۔ دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی۔

چراغ شاہ: یہ لنڈی کے باشی تھے انہیں حضرت سیرانی بادشہ سے بیعت کا شوق ہوا تو آپ نے اسے خواب میں تلقین محمدی سے نوازا یہاں سے کوئی صاحب سیرانی بادشہ کو ملنے گئے تو شاہ صاحب نے اپنی ظاہری بیعت کا عرض کہلوا بھیجا اور عرض کیا میں عقیدۃً تو پہلے سے ہی غلام ہوں آپ بھی اس فقیر کو قبول فرمالیں۔ پیام پہنچانے والے نے پیام پہنچا کر پوچھا کہ آپ انہیں فرمایا یا نہ۔ آپ نے فرمایا قبول ہوا۔ وہی جو خواب میں پہلے بتا چکے تھے۔

فرستادہ نے والپس آکر شاہ صاحب کو وظیفہ سنایا تو کہا یہی تو آپ مجھے خواب میں تلقین فرما چکے ہیں۔

فائدہ: ولایت و نبوت کے لیے خواب اور بیداری کا کوئی فرق نہیں۔

وصال شریف کی کرامات: حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ کا وصال کا ایک ایک واقعہ کرامت بن گیا۔ مثلاً خراسان سے ارادہ ترک کر کے دہراجی کا رُخ کرنا (۲) اپنی بقایا زندگی خبر دیکر سر تسلیم خم کر کے جام شہادت نوش فرمایا۔ (۳) استغراغ زہر کا پیالہ درویش پی گیا۔ اسے بجائے نقصان کے انوار ربانی سے سرفراز ہو جانا (۴) وصال سے پہلے صاحب خانہ کا گھر انوار سے روشن اور منور ہو جانا (۵) اپنے اجل قریب کی خبر دینا۔ (۶) شب وصال چاند گرہن ہو جانا۔ (۷) وصال کے بعد اپنی نعش مبارک کی قلب مکانی میں مشورے دینا۔ (۸) راستہ میں بے ادب کی بے ادبی پر سزا دینا پھر اُسے بخش دینا (۹) نعش مبارک

؎ تین دفعہ ایسے فرمایا اس کے بعد وظیفہ تلقین فرمایا۔

ہ دفنانے کے بعد نکالنا اور اُس کا تاہنوز تروتازہ ہونا۔ (۲) مزار کیلئے بمقام خانقاہ شریف موجودہ مقام کو پسند کرنا وغیرہ وغیرہ ان ہر ایک کو سُنتے ہی مادہ پرست اور منکرین کرامت سیخ پا ہو جاتے ہیں۔

فقیر نے ہر دونوں[2] کے جوابات کچھ باب ہٰذا کی ابتداء میں دیئے ہیں۔ کچھ کتاب ہٰذا کے اختتام پر اور وہ بھی ان کے لئے نہیں بلکہ پیر بھائیوں اور اہلِ سنت عوام کی تسلی کے لئے کیوں کہ منکرین کی بدقسمتی مقدر ہو چکی ہے اور وہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ کے حکم کے مطابق انکاری ہی رہیں گے۔

اِنتباہ: فقیر نے عمداً باب الکرامات کو مختصراً پیش کیا ہے کیوں کہ لطائف سیریہ میں آپ کی کرامات کو پُر کر دیا گیا ہے صرف کرامات کا شوقین اس کا مطالعہ کرے۔ فقیر کا مقصد حضرت سیرانی بادشہ کی ذاتِ اقدس کے متعلق عرض کرنا تھا کہ یہ ذات والاصفات وہی ہے۔ جس پر سلسلۂ اُویسیہ کے جملہ اولیاء کو ناز ہے آپ کو ہی اس سلسلہ کا آفتاب کہا جائے تو موزونیت رکھتا ہے۔

حالاتِ وفات: انتقال سے کچھ عرصہ پیشتر خراسان کی طرف روئے سفر تھا اس سلسلۂ سفر میں مقام تلیری[1] تک پہنچ گئے تھے کچھ باطنی مکاشفات کیوجہ سے خراسان کا ارادہ تبدیل فرما کر اسی مقام سے واپس جانب جنوب روانہ ہوئے اور کچھی[2] میں پہنچکر کسی بستی میں ایک شیشم کے درخت کے نیچے قیام فرما کر قیلولہ بھی وہیں فرمایا۔ اور اسی مقام پر حضرت دیوان محمد غوث صاحب (خلیفہ حضرت

[1] تلیری: ایک بستی ہے جو ملتان سے ڈیرہ اسمٰعیلخاں کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں دریائے چناب کے کنارے پر واقع ہے

[2] سندھ کے اس حصہ کو جو ریاست بہاولپور کے مقامات اُوچشریف وغیرہ پر مشتمل ہے پہلے کچھی کے نام سے مشہور تھا۔

آ کر مشرف ہوئے۔ اور یہیں ایک مجلس سماع منعقد ہوئی۔ پھر یہاں سے تنہا روانہ ہو کر ملک کاٹھیاواڑ کی طرف چلے گئے اور دہراچی بندر پہنچے۔

اس خطہ میں بھی حضرت کے مرید خدام اور معتقدین کی تعداد بہت وافر تھی۔ کچھ دن تک اس علاقہ میں سیاحت کرتے ہوئے ابتدائے ربیع الآخر ۱۱۹۶ھ میں واپسی کا ارادہ فرمایا۔ سندھ کے لوگوں کی نسبت جو روایات مشہور ہیں اُن کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ وہاں کے معتقدین[1] نے اس خیال سے کہ آپ بعد از وفات کاٹھیاواڑ ہی کے علاقہ میں دفن ہوں اور ہم لوگ دور دراز مسافت طے کرنے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہیں، حضرت کے وہیں ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اور حافظ محمد کوکی نے حضرت کو واپسی کے ارادہ سے یہ عرض کر کے باز رکھا کہ ایک شب تو میرے ہاں قیام فرما کر دعوت قبول کی جائے۔ اس کے مخلصانہ اصرار اور درخواست دعوت پر حضرت نے ایک شب کا قیام مزید منظور فرما لیا۔

حافظ مذکور نے رات کے کھانے میں حضرت کو زہر دیدیا۔ زہر نے حلق سے اترتے ہی اپنا عمل شروع کر دیا۔ بے تابی۔ قلق کے آثار نمایاں ہوئے۔ اسی حالت کرب میں نماز عشاء ادا فرمائی۔ تشنگی نے غلبہ کیا تو حضرت نے حافظ محمد کوکی سے پانی مانگا۔ وہ جانتا تھا کہ پانی دینے سے زہر کا اثر بدن میں سُرعت سے پھیل جائے گا۔ اور زہر دینے کے بعد کچھ اپنے دل میں پشیمان بھی ہو گیا۔ اس لیے اس نے پانی دینے میں کچھ تامل کیا۔ حضرت نے اُس کو پس و پیش کرتا ہوا دیکھ کر فرمایا اے

[1] گزیٹر بہاولپور سٹیٹ ص ۱۹۲ حصہ اوّل۔

[2] یہ جملہ حالات انتقال پُر ملال لطائف سیریہ ص ۲۳۶ لغایت ص ۲۶۳ سے ماخوذ ہیں۔

احمق! جو کچھ کرنا تھا وہ تو کر گزرا ۔ لوگوں کو گڑھے میں ڈال کر اب پشیماں ہونے سے کیا بنتا ہے ۔ لاؤ پانی لاؤ ۔ حافظ مذکور نے پانی لا دیا ۔ پانی پیتے ہی استفراغ ہو گیا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر قے کے ذریعہ نکلنے لگ گیا ۔

فقیر ابوطالب جس کے حجرے میں حضرت کا قیام تھا ۔ اسنے مادہ استفراغ کو ایک برتن میں لیا دوبارہ پھر استفراغ ہوا ۔ متواتر استفراغ سے طبیعت بہت نڈھال ہو گئی ۔ فرمایا میری عمر کے ابھی چار سال باقی تھے ۔ لیکن سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے ۔ اس ناگہانی تکلیف کی شہرت پھیل گئی اور فوراً شہر کے بے شمار معتقد حضرات جمع ہو گئے ۔ حضرت نے اپنی بیتابی کی حالت کو مدنظر فرما کر لوگوں کو رخصت فرما دیا ۔ فقیر ابوطالب حضرت کے قریب رہا ۔ کچھ دیر بعد حالت غنودگی کو دم اخیر میں سمجھ کر میاں ابوطالب نے مسنون طور پر آنکھوں پہ ہاتھ رکھے ۔ حضرت کو کچھ افاقہ تھا ۔ ارشاد فرمایا ابوطالب ابھی وقت نہیں آیا ۔

حضرت جذبہ کی اس حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور چھت کی کڑیوں کو پکڑ کر کھڑے رہے ۔ ابوطالب نے اس موقعہ پر بعض سوالات عرض کئے وہ یہ ہیں ۔ وصایا بھی حضرت نے کیں جن کا ذکر آگے آتا ہے ۔ ابوطالب نے جب پوچھا کہ حضرت صاحبزادگان والا مقام کو کس طرح اطلاع دیجائے ۔ اس پر حضرت کو اپنے متعلقین کے خیالات سے رقت طاری ہو گئی اور فوراً شفقت کے باعث گریہ فرمایا ۔ اور مندرجہ ذیل وصیتیں فرمائیں ۔ اوّل حافظ محمد کوکی کی نسبت ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اس کو کسی قسم کا آزار نہ پہنچائے ۔ دوم ۔ حافظ محمد کوکی مذکور کو مبلغ دس روپے نقد اپنی گرہ سے دیکر وصیت کی کہ پانچ روپے میرے کفن پہ صرف کرنا اور باقی پانچ روپیہ کی خیرات کر دینا ۔ سوم ۔ قبر کے متعلق فرمایا کہ کسی جگہ ایک گڑھا کھود کر میری نعش کو دفن کر دینا ۔ چوتھا ۔ ایک درویش نے جس کا نام شیخ نتھو تھا ۔

حضرت کے مادہ استفراغ کو پی لیا تھا ۔ اس کی نسبت فرمایا اس کو شہر میں نہ رہنے دینا چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ وہ بے ساختہ اور بے خودی کی حالت میں شہر سے نکل گیا ۔ اسکے بعد حضرت نے مراقبہ کی صورت میں بیٹھ کر ذکر ارّہ[1] کرنا شروع کیا ۔ اور کچھ دیر تک نہایت پُرجوش آواز میں یہ ذکر فرما کر لیٹ گئے اور ابوطالب کو یاد فرمایا ۔ اُس کو مخاطب ہو کر فرمایا ۔ ابوطالب! اب وقت آگیا ہے ۔ یہ سُن کر ابوطالب آب دیدہ ہوا ۔ اور قریب آیا تو حضرت کے سینے اور زبان سے آخری الفاظ ھُو ھُو دوستی[2] ۔ اور آواز کے ساتھ مرغ روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا ۔ عَاشَ وَحِيْدًا وَمَاتَ شَهِيْدًا فَرِيْدًا

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥

شہر میں چوں کہ حضرت کی اس حالت کا شُہرہ ہو چکا تھا ۔ اسلیئے عام طور پر مُسلمانان خوش عقیدت اور مریدانِ باارادت جمع ہو گئے اس وقت غسل کی تیاری کی گئی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی ۔ اگرچہ بے گاہ رات کو جنازہ پڑھا گیا تھا ۔ مگر ہجوم خلق اس وقت بھی حیرت انگیز تھا[3] ۔ نماز جنازہ کے بعد آدھی رات کے قریب شب ۶ ربیع الآخر ۱۹۷ھ کو آپ کے جنازہ مطہر کو سپرد خاک کر دیا گیا ۔

لکھا ہے کہ اسی شب اتفاق سے چاند گرہن بھی تھا معتقدین کے لیئے اس شہید علیہ الرحمۃ کے واقعہ جانکاہ پر چاند کا بھی متاثر ہونا نہایت ہی چسپاں واقعہ تاریخی بیان کیا گیا ہے ۔ اگرچہ حافظ محمد کوکی نہ چاہتا تھا ۔ مگر میاں ابوطالب اور شیخ نتھو نے حضرت کی وفات حسرت آیات کی اطلاع بذریعہ ایک مراسلہ کے بہاول پور کے

---

[1] ذکر ارّہ ایک خاص قسم کا ذکر الٰہی ہے جس میں سانس میں اس طرح آواز کو جذب کر کے نکالا جاتا ہے کہ آواز   کی طرح چیرتی ہوئی حلقوم سے گزرتی ہے یہ ایک مشکل مرحلہ ریاضت کا ہے ۔ [2] اور یہ آواز بھی سُنی کہ دوست دوست سے مل گیا ۔ [3] نماز جنازہ میں ہزاروں سفید پوش شامل ہوئے ۔

کی طرف روانہ کیا۔ یہ مراسلہ منزل بہ منزل بہت ہی توقف کے ساتھ چھ ماہ گذر جانے
کے بعد ماہ شوال میں بہاول پور پہنچا۔ بہاول پور میں حضرت کا قیام مبارک میاں محمد
حسن صاحب مرحوم والی مسجد میں ہوتا تھا۔ یہ مراسلہ بھی اسی مسجد شریف میں پہنچا
شام و عشاء کا درمیانی وقت تھا۔

جس وقت یہ مراسلہ بہاول پور پہنچا۔ اسی وقت تمام شہر میں شور قیامت برپا
ہوگیا۔ بہاول پور کا تمام شہر حضرت کا مخلص اور معتقد تھا۔ اور ہر شخص کو حضرت خواجہ
صاحب کی ذات بابرکات سے خاص اُنس تھا۔ اور آپ چونکہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ
کا دیدار کئے ہوئے اُن لوگوں کو بہت عرصہ گذر گیا تھا۔ یہ لوگ منتظر زیارت تھے کہ ناگہاں
یہ وحشت خیز خبر پہنچی تمام شہر میں تہلکہ برپا ہوگیا۔

صاحب زادہ حضرت میاں اویس بخش صاحب اور حاجی محمد اعظم صاحب
اُٹھ شوال تو اس اطلاع کے بعد بہت جلد ڈاہراچی بندر کی طرف روانہ ہو گئے اور جب
یہ اطلاع حضرت خواجہ صاحب کے اعزاء کو بہڈی شریف میں پہنچی تو وہاں سے
حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی معہ خدام بہاول پور پہنچے
اور خلیفہ محمد حسن صاحب بہاول پوری۔ میاں محمد گدڑ و خدا بخش مٹریچہ کی معیت
میں سامانِ سفر مہیا کر کے ڈہراچی روانہ ہوئے۔ جب یہ جماعت بزرگاں ڈہراچی
بندر کو پہنچی تو ان سے پہلے صاحب
زادہ میاں اویس بخش صاحب و حاجی محمد اعظم صاحب پہنچ چکے تھے۔

بیس دن متواتر رہ کر حضرت کے تابوت منتقل کر کے بہاول پور لانے کے متعلق
مشورہ ہوتا رہا۔ حافظ محمد جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس تجویز کی ہمیشہ مخالفت کرتا
رہا۔ کبھی شرعاً عدم جواز ظاہر کرتا کبھی دُور دراز سفر کے مشکلات بتاتا کبھی اپنے حقوق
جتلا کر جنازہ لے جانے سے منع کرتا۔ اور کبھی دھمکی دے کر بھی کام نکالنا چاہتا۔ آخر کار

یہاں تک بھی آمادگی ظاہر کی کہ خانقاہ اسی جگہ رہنے دی جائے۔ میں تین ہزار روپیہ سالانہ
ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ اُس کی یہ باتیں آخری حیلہ لالچ زر کا پیش کیا تو اُس وقت حضرت
صاحب زادہ صاحب کو بھی جوش آگیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں حضرت صاحب
کے ارشاد کی تعمیل کر رہے ہیں حضرت خواجہ کا تابوت لینے کے لئے گھر سے آئے ہیں اور
لے کر جائیں گے۔ تم بے فائدہ رکاوٹیں پیدا کر رہے ہو۔

اور حافظ محمد کہتا تھا کہ وہ کسی صورت میں بھی آپ کی میت کو یہاں سے نہ جانے دے گا۔ الغرض یہ
گتھی کسی صورت بھی سلجھتی نظر نہ آتی تھی۔ آخر کار حافظ نجم الدین کو اس بات پر سخت غصہ آگیا اور
وہ حضرت محکم الدین کے مزار پر آگیا اور غصہ میں کہا اگر آپ نے ہمارے ساتھ نہ چلنا تھا تو پھر ہم کو
کیوں بلوایا تھا اور ہم کو یہاں بلا کر بے عزت کروایا ہے اُدھر ہمیں یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ حافظ محمد کے
ساتھ نرمی سے بات کرنا۔ ہم لوگ آج چلے جائیں گے اور آپ کے پاس پھر کبھی واپس نہ آئیں گے آپ
نے حافظ نجم الدین کو خواب میں فرمایا کہ حافظ محمد کوکی کے سامنے قرعہ اندازی کی شرط پیش کرو۔
وہ مان لے گا۔ چنانچہ صاحب زادگان نے حافظ محمد کو کہا کہ ہم حضرت صاحب کو لے جانا چاہتے ہیں
لیکن تم حضرت صاحب کو یہاں رکھنا چاہتے ہو۔ اس طرح فیصلہ ناممکن ہے اور ہمارا وقت ضائع
ہو رہا ہے۔ فیصلہ اس طرح ہونا چاہیئے کہ حضرت صاحب کی میت کو نکالا جائے اور ایک صندوق
میں رکھ دیا جائے ویسی ہی ایک دوسری خالی صندوق بھی ساتھ رکھ دی جائے۔ ان دونوں
صندوقوں میں سے ایک صندوق تم چن لو۔ یہ ہمارا مقدر جس کی قسمت ہوگی اُسے حضرت صاحب
مل جائیں گے۔ اس بات پر حافظ محمد کوکی راضی ہوگیا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب حافظ محمد نے
صندوق چن لی اور اسے کھول کر دیکھا تو حضرت کی میت موجود تھی چنانچہ حافظ محمد کوکی خوش ہوگیا
اور صاحب زادگان کو اپنی قسمت پر رنج ہوا۔ حافظ نجم الدین کو اسی وقت غشی آگئی۔ آپ نے فرمایا
حافظ صاحب اُداس نہ ہو۔ فقیر باطنی طور پر تمہاری صندوق میں ہے اور ظاہری حافظ محمد کی صندوق

ہیں۔ تم اٹھو اور صندوق کھول کر دیکھو چنانچہ حافظ صاحب اٹھ بیٹھے اور اپنی صندوق کو کھول کر دیکھا
تو حضرت صاحب موجود تھے۔ حافظ محمد نے آپ کی ظاہری میت کو دراجی میں دفن کر دیا اور بعد
میں شاندار مقبرہ تعمیر ہوا۔ جہاں اب بھی ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں
اور ہر سال آپ کا عرس جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ تمام خلفاء نے فیصلہ کیا کہ آپ کو
صندوق میں لے جایا جائے لیکن آپ نے ابو طالب کو نیم خواب کی حالت میں فرمایا کہ میں صندوق میں
نہیں جاؤں گا۔ مجھے چارپائی پر لے جاؤ اور چارپائی کے ساتھ بانس باندھو۔ صندوق کی تجویز رہ گئی
اور ایک چارپائی کو لمبے لمبے بانس باندھ کر جنازہ اٹھایا گیا اور جنازہ نکالنے کے تین دن
بعد روانگی ہوئی۔ نعش مبارک جس وقت قبر سے نکالی گئی۔ ایسی ہی سالم اور محفوظ
تھی۔ جیسا کہ بالکل تازہ دفن شدہ ہو۔ بدن نہایت ہی نرم تھا۔ پیشانی مبارک پر پسینہ
کے آثار نمایاں تھے اور اسی طرح اعضاء میں بھی حرارت کا گمان ہوتا تھا۔ خوشبو کی مہک
تھی۔ سریر مبارک اسی طرح دوش بدوش رواں ہوا۔ شہر کے لوگوں نے پانچ چھ کوس
تک ساتھ دیا۔ مگر آخر وہ واپس ہوئے۔ راستے میں جو شخص ملا آپ کی میت کو کاندھا دینے
کی گذارش کرتا اور یہی کہتا کہ چارپائی بالکل بے وزن ہے وفات کے بعد بھی آپ اسی طرح باکرامت تھے
حافظ نجم الدین صاحب جو آپ کی میت کے ہمراہ تھے کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حضرت صاحب کی میت
کو لیکر ماڑی (ہندوستان) سے گزر رہے تھے ہم لوگ آرام کے لیے رکے۔ ایک شخص جو آپ کا امتحان
لینا چاہتا تھا کہ دیکھوں آیا آپ کا جسم عام مردوں کی طرح سخت یا نرم۔ آپ کے نزدیک آیا اور
آپ کا پاؤں مروڑنا چاہتا تھا کہ آپ نے پاؤں اوپر کی طرف کھینچ لیا۔ وہ شخص دہشت کھا کر گر پڑا اور
پیٹ کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا۔ جس قدر علاج کیا مرض لاعلاج بتایا گیا آخر حضرت کے مزار پر
حاضر ہوا اور معافی مانگی۔ دریائے رحمت جوش میں آیا۔ آرام آ گیا۔ خیر کافی عرصہ کی مسافت طے کرنے
کے بعد یہ قافلہ آپ کی میت کو لے کر گوٹھ بختا (خانقاہ شریف) پہنچا تو قافلہ نے ایک رات
یہاں آرام کرنے کا ارادہ کیا۔ گوٹھ بختا میں ایک عورت رہتی تھی جسے حضرت صاحب بہن کہتے

تھے۔ جب اسے معلوم ہوا تو دوڑی ہوئی آئی اور حضرت صاحب کے لیے عطر کی شیشی بھی ہمراہ
لائی۔ مائی صاحبہ نے آپ کے منہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر زیارت کی اور آپ کے بدن پر عطر چھڑکنا
چاہتی تھی کہ حضرت صاحب نے شیشی خود لے لی اور اپنے آپ اپنے اوپر چھڑک دی۔ روایت ہے کہ
حضرت صاحب اس عورت سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ فقیر جہاں
ہوگا بہن کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے حضرت کو یہیں دفن کرنے کی گذارش کی۔ لیکن آپ کے
صاحبزادگان آپ کی میت کو اپنے وطن فتح پور گریو (ضلع اوکاڑہ) لیجانا چاہتے تھے۔ لیکن جب
انہوں نے آپ کی چارپائی اٹھانا چاہی تو چارپائی نہ آگے جاتی نہ پیچھے۔ مگر بہت کچھ گفت و
شنید کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب

اور دوسرے اصحاب کا اسی پر اتفاق ہوا کہ مرقد مبارک یہیں تیار کی جائے۔ چنانچہ ایسا
ہی ہوا اور اسی دن سے بستی گوٹھ بختا پوستی کا نام خانقاہ مبارک ہو گیا۔ اور اب تک
اسی دل کش نام سے موسوم ہے۔

حضرت صاحب کی برکت سے ہر سال پاک و ہند کے ہزاروں لوگ یہاں آ کر اپنے
مطالب حاصل کرتے ہیں۔ حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ کا مزار خانقاہ ڈرائی شریف
(ہندوستان) میں بھی ہے۔ جہاں ہر سال نہایت تزک و احتشام سے آپ کا عرس منعقد
ہوتا ہے اور ہزاروں ہندو مسلم آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال
۵ ربیع الثانی کو منعقد ہوتا ہے۔

---

[1] اس بستی میں حضرت اپنی زندگی میں بھی تشریف لایا کرتے تھے یہاں ایک
بوڑھی کو جس کا نام حلیمہ تھا ہمشیرہ کہتے تھے اور اسکی وجہ سے اکثر سفر کے دوران میں ضرور
یہاں قیام ہوا کرتا تھا۔ اسی مائی حلیمہ نے حضرت کے ارشاد کو یاد دلا کر اصرار کیا کہ مرقد مبارک یہیں بنائی جائے
(لطائف سیریہ صفحہ ۲۶۳)

کرامت اندر قبر شریف: یاد رہے کہ جب آپ کو دراجی ہندوستان میں آپ کو مزار شریف میں رکھا گیا تو بعض لوگوں نے ابوطالب کو کہا کہ حضرت صاحب کا منہ مبارک قبلہ رخ کر دیں ابوطالب کے ہاتھ لے جانے سے پہلے آپ کا منہ خود بخود قبلہ رخ ہو گیا۔

سن وصال:- حضرت سیرانی بادشہ کے سن وصال میں اختلاف ہے۔ خزینۃ الاصفیاء، حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار۔ گزیٹر ریاست بہاولپور اور لطائف سیریہ۔ پہلی تین کتابوں میں سن وفات حضرت خواجہ صاحب ۱۱۹۷ھ درج ہے۔ اور لطائف سیریہ میں ۱۱۹۸ھ درج ہے۔ یہ لطائف سیریہ کا سہو کتابت ہے کیونکہ پہلی کتابیں زیادہ قدیم اور زیادہ قابل اعتماد معلوم ہوتی ہیں ہم نے انہی پر اعتماد کر کے تاریخ لکھی ہے۔

تاریخہائے وصال:- مولوی غلام سرور صاحب لاہوری مرحوم و مغفور نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء میں حضرت کی چند تاریخہائے وصال لکھی ہیں جو سے یہاں بھی نقل کی جاتی ہیں

پیر محکم الدین رفت افسوس شد ⁂ روح پاکش طائر فردوس شد
از وصالش ہاتفم تاریخ گفت ⁂ لحد آں گل گلشن فردوس شد

ولہٗ

جناب محکم الدین صاحب سیریہ کہ ذات پاک او منظور عشق است۔
وصلش شاہ فیاض است تاریخ ⁂ دگر فرما کہ عاشق نور عشق است۔ ۱۱۹۷

دربار حضرت سیرانی قدس سرہٗ:- سیرانی بادشہ کا دربار (مزار مبارک) ریلوے اسٹیشن سمہ سٹہ (ضلع بہاولپور صوبہ پنجاب پاکستان) سے بجانب جنوب تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسٹیشن سمہ سٹہ لاہور سے کراچی جاتے ہوئے ۲۵۲ میل پر واقع ہے۔ یہاں حضرت سیرانی بادشاہ

کے عرس کی تقریب مثالی ہوتی ہے جس کی تفصیل آتی ہے۔

خانقاہ مبارک کی تعمیر:- مائی حلیمہ کی وہ جھونپڑی جس میں حضرت کا قیام ہمیشہ ہوا کرتا تھا۔ اسی میں حضرت کو دفن کیا گیا۔ نواب مظفر خاں گورنر ملتان نے ایک چبوترہ اور دہ در دہ حوض بھی تیار کرایا۔ اور مسجد شریف بھی بنوائی اور خانقاہ کی ابتدائی تعمیر اس کے عہد میں ہوئی۔ پھر ریاست بہاولپور کے والی نواب محمد بہاول خاں صاحب رابع و نواب فتح صاحب عباسی کے عہد میں دوبارہ مرمت خانقاہ عمل میں آئی ازاں بعد نواب صادق محمد خاں عباسی رابع کے عہد میں یعنی محرم شریف ۱۳۱۵ھ میں اس کی مکمل مرمت اندرونی و بیرونی ہوئی اور رنگ سازی کا نفیس کام اور چوبی رنگین کٹہرے اور چوبی رنگین چھت کا کام اس زمانہ میں مکمل ہوا۔

مزار کا بڑا کٹہرا خلیفہ مولوی غلام محمد نے تیار کرایا تھا۔ اس کے متعلق بھی حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی ایک کرامت مشہور ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ کٹہرا تیار ہوا تھا تو اس کے آہنی رکل میخوں کی ضرورت پیش آئی۔ اس زمانہ قلعی شدہ رکل میخوں خاص خاص لوہار ملتان اور بہاول پور کے بنایا کرتے تھے۔ ان کا عام رواج نہ تھا۔ خلیفہ صاحب نے بہاول پور میں آکر دریافت کرایا تو کوئی پتہ نہ چلا نہایت ہی متفکر ہو کر وہ ایک بگلی میں سے گذر رہے تھے کہ ایک بزرگ سفید ریش نے رستہ میں ان کو ایک بنڈل رکل میخوں کا حوالہ کر دیا اور یہ کہہ کر کہ خانقاہ شریف کے کٹہرے کیلئے جو رکل و میخیں مطلوب تھیں یہ وہ ہی ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ میخیں تعداد میں بھی اسی قدر تھیں جس قدر مطلوب تھیں یہ وہ ہی ہیں۔ خانقاہ مبارک کے (سامنے کا حصہ) ایک سنگین پیل پایوں کا نہایت ہی خوب صورت، عالی شان تیار ہوا۔ جسے حضرت خواجہ امام بخش صاحب دستار خلیفہ پنجم نے ۱۹۲۵ء میں بنوایا۔ مسجد شریف میں سنگ مرمر کا کام بھی صاحب دستار نے

کرایا۔ خلیفۂ ہفتم حضرت خواجہ محمد دین صاحبؒ نے مزارات کے تعویذ چونے ملی مٹی سے از سر نو بنوائے۔ کٹہرا لکڑی کا اکھڑوا کر اس جگہ چپس کا کٹہرا لگوایا۔ روضے کے اندر نیا رنگ کرایا۔ دروازے اور کھڑکیاں نئی اور خوب صورت لگوائیں۔ دالان میں لوہے کی جالی لگے دروازے بنوائے۔

مسجد شریف کی مغربی سمت کی دیوار گرا کر مسجد میں توسیع کی۔ اس وقت بازار کی طرف جو بڑا اور خوب صورت دروازہ ہے یہ بھی حضرت خواجہ محمد الدین صاحب نے تیار کروایا۔

حضرت خواجہ محمد الدین سیرانیؒ کو حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ سے بے حد عقیدت اور محبت تھی۔ انھوں نے اپنی تمام عمر کا زیادہ حصہ دربار شریف کی خدمت اور مسجد کی توسیع کی جدوجہد میں گذارا۔ ابھی آپ کا ارادہ دربار مبارک اور مسجد شریف میں سونے اور چاندی کا خوب صورت مرصّع کام کروانے کا تھا۔ لیکن افسوس کہ زندگی نے وفا نہ کی۔ اور آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ کراچی جا رہے تھے تو خانقاہ شریف سے روانہ ہونے سے پہلے آپ نے اپنے عزیز کو کہا کہ دربار پر جا کر سیرانی صاحب سے عرض کرو کہ "مجھے زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے ایک خواہش ہے کہ مسجد کو مکمل کرالوں اگرچہ خدا تعالیٰ صرف ایک سال کی مہلت دے دے تو میں یہ حسرت پوری کرلوں۔

لیکن خداوند بزرگ و برتر کے حضور آپ کی نیکی اور محبت قبول ہو چکی تھی۔ آپ کا فرض پورا ہو چکا تھا۔ خدا کو اپنے بندے کی مزید خدمت اور محبت کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ خدا اپنے بندے کو اپنے پاس بلانا چاہتا تھا۔ چناں چہ دوست دوست سے مل گیا اور مسجد کا کام نامکمل رہ گیا۔ اور آج جب ہم مسجد میں داخل ہو کر دیکھتے ہیں تو بے اختیار ہمیں وہ محبوبِ خدا یاد آجاتا ہے۔ جس نے ہزارہا روپیہ خرچ کر کے غربت کے

دور میں اتنی خوب صورت مسجد بنوائی اور اس بات پر رونا آتا ہے کہ آج کے اس امیرانہ دور میں کوئی بھی ایسا مجاہد نظر نہیں آتا جو اس تھوڑے سے نامکمل کام کو مکمل کرا دے میں نے وہ وقت بھی دیکھا جب ساری خانقاہ مبارک میں بجلی نہ ہونے کی وجہ سے اندھیرا ہوتا تھا۔ اور دربار شریف پر حضرت خواجہ محمد الدین صاحبؒ نے جنریٹر لگوایا تھا روشنی ہوتی تھی اور پھر راقم الحروف نے وہ وقت بھی دیکھا کہ ساری خانقاہ شریف میں بجلی تھی۔ اور دربار اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہ محکمہ اوقاف کی بے نیازی کا پروگرام تھا خدا بھلا کرے۔

دھوراجی والوں کا جذبۂ محبت نے ایسا جوش مارا کہ نہ صرف دربار پر روشنی کا خوب صورت انتظام ہو گیا۔ بلکہ دربار کے اندر پنکھوں، فانوس اور پینے کے پانی کا انتظام ہو گیا۔

درسِ عبرت:۔ دربار شریف کی لاکھوں روپے کی سالانہ آمدنی ہے لیکن افسوس کہ محکمہ اوقاف دربار کی طرف ذرا سی بھی توجہ نہیں دیتا دربار مسجد شریف مرمت طلب ہے کئی مزارات گر چکی ہیں۔ چھت کی خستگی اور نکاسیٔ آب کا صحیح انتظام نہ ہونے کی بدولت مزارات کے اندر پانی چلا جاتا ہے۔ دربار شریف کے اوقاف میں آنے سے پہلے یہاں بہت بڑا درس تھا۔ جہاں کئی طلباء کو نہ صرف تعلیم دی جاتی تھی۔ بلکہ اُن کی خوراک اور رہائش کا انتظام تھا۔

کتابوں کی دو الماریاں بھری پڑی ہیں لیکن لائبریری کا کوئی انتظام نہیں جب کہ ایک دینی لائبریری کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اربابِ اوقاف کو اگر ان تمام باتوں کا یقین نہیں تو وہ دربار شریف کی ماہانہ آمدنی کا تخمینہ لگائیں۔ اور اوقاف کی زیرِ نگرانی عرصہ میں جو دربار پر خرچ ہوا ہے اس کا حساب چیک کرلیں تو حقیقت خود بخود اُن کے سامنے آجائے گی۔ یا پھر دربار کے اندر مزارات کی خستہ حالت دیکھ کر ہی اندازہ

کریں:-

میرا یقین ہے کہ انشاء اللہ وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہے گا۔ اور کبھی تو ایسا صاحب دل انسان۔ دوسرا میرے مرشد محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسا پیدا ہوگا جس کی محبت اور عقیدت اور خدا سے لگاؤ کی یاد تازہ کردیگی۔

(لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا)

مزار کا اندرونی حصہ:- سیرانی بادشہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے اندر ایک بہت ہی خوب صورت اور قیمتی جھاڑ لگا ہوا ہے دیواروں پر قرآنی آیات، فارسی اور عربی عبارات بہت ہی خوب صورت سُنہری لفظوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر روح کو ایک خاص قسم کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے مزار مبارک پر ایک عجیب روح پرور منظر نظر آتا ہے۔

عطر اور لوبان کی خوشبو میں درود و سلام کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی خوش الحانی آواز سُنائی دیتی ہے۔ ایسے ماحول میں انسان پر خود بخود ہی ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وُہ اپنے آپ کو بھُول جاتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہے اور اپنے گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگ رہا ہے اور اپنے خدا کے حضور اللہ کے پیارے ولی حضرت خواجہ محکم الدین کو گواہ بنا کر صراط مستقیم پر چلنے کا عہد کر رہا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے۔ اپنے ربّ اکبر سے حضرت خواجہؒ کی معرفت شفاعت کا طلبگار ہے۔

پھر جب وہ اس ساحرائی کیفیت سے باہر آتا ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے سر سے کوئی بوجھ اُتر گیا ہے۔ اس کا دل ایک حیران کُن فرحت محسوس کرتا ہے۔ بیمار کو شفا اور بے مراد کو بامراد فیض کی جھولیاں بھر کر لوٹ جاتا ہے۔

تعمیر مسجد:- مزار مبارک کے متصل ایک بہت بڑی اور عالی شان سنگ مرمر

سے آراستہ جامع مسجد ہے۔ جس کو طرزِ تعمیر اور خوب صورتی کی بدولت ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ اُس کی خوب صورتی کو دوبالا کرنے میں زیادہ حضرت خواجہ محمد الدین اویسیؒ کی کاوش کا دخل ہے آپکے وصال کے بعد دربار اوقاف کے پنجہ میں آگئی جس کی تمام آمدنی ہڑپ کر جانے کے باوجود دربار کی حالت خستہ حالی میں تبدیل ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ میمن حضرات کو شاد و آباد رکھے جنھوں نے دربار شریف کی رونق کو سنبھالا اور زرکثیر خرچ کر کے آستان سیرانی بادشہ پر عقیدت کے حقوق ادا کئے تفصیل آتی ہے۔

درگاہ کی حاضری:- بازار سے گزر کر جب شمال کی طرف رُخ کریں گے تو آپ کی نظروں کے سامنے ایک قدیم دروازہ آئے گا۔ بلند دروازے کو عبور کرنے کے بعد بائیں ہاتھ پر پانی کا حوض ہے جس کا پانی وضو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور اکثر زائرین بطور تبرک دُور دراز کے علاقوں میں بیماروں کی شفا کیلئے لے جاتے ہیں۔ بعض مریض حوض کے پانی سے نہا کر حضرت خواجہ سیرانیؒ بادشاہ کی برکت سے شفا پاتے ہیں۔

اور لوگ یہاں بکثرت جمع ہوتے ہیں۔ اور کئی دن تک بڑی چہل پہل رہتی ہے عُرس کے ایام میں خصوصیات کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں۔ اس سالانہ عُرس کے علاوہ روزانہ بالخصوص ہر جمعرات کو بہت بڑا ہجوم رہتا ہے۔ خانقاہ شریف کے اندر سجادہ نشین اور حضرت خواجہ کے قریبی متعلقین کے مزارات موجود ہیں۔ جن کا علیحدہ نقشہ دیا گیا ہے نقشہ کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا مزار چند دیگر مزارات کے ایک کٹہرے کے اندر محدود ہے۔

اس بڑے کٹہرے کے علاوہ دو تین اور بھی چھوٹے چھوٹے کٹہرے ہیں جن میں وہ مزارات ہیں جو حضرت سیرانی بادشہ کے اپنے اعزہ و اقارب ہیں۔ نقشہ ملاحظہ ہو

مسجد شریف

فہرست مقابر

عُرس کی تقریب:۔ دورِ سابق میں عرس کی تقریب دربار کے سجادہ نشین منعقد فرماتے۔ لنگر کے اخراجات محض توکل علی اللہ پر چلتے حضرت مرشدی خواجہ محمد الدین رحمتہ اللہ علیہ کے زمانۂ اقدس تک لنگر کا رنگ قابل دید تھا۔ ان کے وصال کے بعد اوقاف نے سرد مہری دکھائی تو اللہ تعالیٰ میمن برادری کو کراچی سے بُلوالیا۔

سابق دور کا مسند پر متمکن سجادہ نشین کو والیٔ ریاست کی طرف سے اعزازی طور پر کئی مراعات حاصل تھیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

درباری کرسی:۔ ریاست بہاول پور کے اندر منعقدہ ہر تقریب میں صاحب زادگان کے لئے کرسیاں ہوتیں حضرت محکم الدین سیرانیؒ کی اولاد عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ تھی اگر کوئی بیان ہوتا تو مجسٹریٹ یا افسر خود خانقاہ مبارک آکر بیان لیتا تھا۔ اسلحہ میں ایک بندوق اور ایک تلوار کی بلا لائسنس اجازت تھی۔ اور شکار کھیلنے کی اجازت عام تھی۔

صاحب زادگان سیرانی بادشاہ اگر کوئی درخواست دینا چاہیں تو اُس درخواست پر ٹکٹ کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ درخواست پر درخواست کی بجائے مراسلہ تحریر کیا جاتا تھا۔ جو کہ ایک مکتوب کی صورت میں ہوتا تھا۔

شادی، مرگ یا شادی کے سلسلہ میں والیٔ ریاست کی طرف سے ضروری بُلاوا ہوتا تھا۔ خلفاء اور حاضرین کے لئے ایک وقت میں ڈیڑھ سو آدمیوں کا کھانا شاہی مہمان خانے سے بھجوانا ضروری ہوتا تھا۔ اگر اس سے کم کھانا منگوایا جاتا تو باقی

ماندہ آدمیوں کے کھانے کی سرکاری خزانے سے رقم کی صورت میں ادائیگی کی جاتی سجادہ نشین کے ہاں اگر شادی یا غمی ہو تو والیٔ ریاست بہ نفسِ نفیس خود تشریف لے جاتے۔ اور پانچ سو (۵۰۰) روپے بطور نذرانہ پیش کرتے۔

اگر والیٔ ریاست بہ امرِ مجبوری تشریف نہ لا سکتے تو ان کی بجائے کوئی نمائندہ یہ فرائض سرانجام دیتا تھا۔ باقی سامان مثلاً شامیانے، قنات، خوانچے اور پلیٹوں کے علاوہ ایک کار اور ایک بس بمعہ پٹرول والیٔ ریاست کی طرف سے معاوضے (نتنیمہ) طور پر دی جاتی تھی۔

دربار شریف کے لئے چھ سو (۶۰۰) روپے سالانہ مملکت خداداد کی طرف سے عُرس مقرر تھا۔ اور عرس مبارک کے موقعہ پہ والیٔ ریاست خود تشریف لاکر ۳۰۰/ (تین سو روپے) نذر پیش کرتے۔

تعطیل: سیرانی بادشہ کے عُرس کی تقریب پہ سرکاری طور ریاست بہاول پور کے تمام محکموں میں تعطیل ہوتی تھی۔[1]

چراغ مقبلان: اگرچہ محکمہ اوقاف سب کچھ کھا کے سب کچھ کھو دیا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ جب بھی ہر سال یکم ربیع الثانی سے عرس مبارک شروع ہوتا ہے تو ہر ملک کے کونے کونے سے ہزاروں عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر اکٹھا ہوتا ہے۔

بازار میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ کراچی سے ہزاروں کی تعداد میں میمن عُرس کی تقریبات میں حصہ لیتے ہیں۔ میمن عقیدت مندان کی ایک انجمن ہے جس کا

---

[1] مگر ریاست ملحق ہونے کے بعد حکومت پاکستان نے یہ تعطیل ختم کردی۔ خدا ان کو ہدایت دے۔ محمد صالح اُرسی

نام دُہراجی انجمن ہے

انجمن دہراجی والوں نے اپنی رہائش کیلئے دو (۲) بہت بڑے مسافر خانے بنوائے ہوئے ہیں جس میں کم از کم پانچ (۵) سات ہزار زائرین رہ سکتے ہیں۔ لیکن عُرس کے موقعہ پہ زائرین کی تعداد ان دو (۲) مسافر خانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ پرائیویٹ لوگوں سے لئے ہوئے مکانات بھی ناکافی ہو جاتے ہیں۔ جس کے بعد کراچی کے سیٹھ میمن آپ کو باہر کھلے فرش پہ سوئے ہوئے نظر آتے ہیں جن کی عقیدت مندی دیکھ کر انسان پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے

میمن حضرات دربار پہ بہت ہی خوب صورت برقی قمقموں کا اہتمام کرتے ہیں اور دربار مبارک کو دُلہن کی طرح سجاتے ہیں۔ انجمن دہراجی ان دنوں لنگر کا تمام خرچ خود کرتی ہے۔ ہزاروں عقیدت مندوں کے علاوہ محکمہ اوقاف کے ملازمین اور اُن کے بلائے ہوئے مہمان کو بھی جی بھر کر کھانا کھلاتے ہیں۔

دربار شریف میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ پر عقیدت مندان اور میمن حضرات حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ کی مزار مبارک پر کئی خوب صورت قیمتی اور قرآنی آیات سے وضع غلاف چڑھائے جاتے ہیں۔ مزار مبارک پہ غلاف سنہری کے بعد مزار شریف پہ بہت بڑا کیرٹوں کا سہرا سجایا جاتا ہے۔ لوگان اگربتی عطر اور سینٹ وغیرہ سے تمام دربار کو معطر کیا جاتا ہے۔ ہر ایک کی زبان پر کلمہ طیبہ اور درود و سلام کے الفاظ ہوتے ہیں۔ سارا دربار درود و سلام اور کلمہ طیبہ کی آواز سے گونج رہا ہوتا ہے ایمان افروز مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔

آخر شب گیارہ (۱۱) بجے کے قریب تمام تقریبات اختتام پذیر ہوتی ہیں اور لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔

مُریدین اور عوام کی عقیدت :- خوش اعتقاد لوگ منت کی چیزوں اور دودھ در دودھ حوض کے پانی کو بطور تبرک محفوظ کرکے بیماریوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ بہت سے لاعلاج بیمار حوض کے پانی سے غسل کرکے شفا پاتے ہیں۔

حضرت خواجہ کے تبرکات میں سے بطور یادگار دستار، بالاپوشش، پاپوش اور شلوار بھی موجود ہیں جو اہل عقیدت کے لئے قابلِ زیارت ہیں۔ اور بالاپوشش برنگ سفید قے آلودہ ہے۔ دستار سفید پارچہ کی ہے کاٹھیاواڑی طرز کی ہے جس کے پلے طلائی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت میں یہی بالاپوشش حضرت نے پہنا ہوا تھا۔ زہر خورانی کے بعد جو قے آئی اُس بالاپوشش پر بھی نشانات موجود ہیں پاپوش پشاوری طرز کی لمبی نوک والی مستعملہ ہے۔ شلوار (پاجامہ) سیاہ سفید دھاری دار کی ہے جو اُس مُلک کا خاص لباس ہے۔

عقیدت ہو تو ایسی ہو :- صاحب زادہ حضرت مولانا غلام رسول اُویسی صاحب (مدظلہٗ) علی پوری اس سال فقیر کے ہاں تشریف لائے فرمایا کہ اس سال میں اپنے پیرِ پیران حضرت خواجہ محمد عبدالخالق اُویسی قدس سرہٗ کے عُرس شریف کے لئے حاضری دی۔ فراغت کے بعد بس پر سوار ہوا۔ ایک بڑھیا بس میں سوار ہوئی۔ جگہ کی گنجائش کی وجہ سے میں اسے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بٹھانا چاہا۔ ستر سالہ بڑھیا بیٹھ تو گئی لیکن گٹھڑی کو سینہ سے چمٹائے بیٹھی تھی۔ میں نے کہا۔ بی بی گٹھڑی کو سیٹ کے نیچے رکھ دو تاکہ سفر آسانی سے بسر ہو۔ بوڑھی بی بی نے کہا۔ نہیں بیٹا! اس گٹھڑی میں میرے شیخ کے لنگر کے ٹکڑے ہیں۔ اسی لیے نیچے رکھنا بے ادبی ہے۔ میں سُنکر بہت حیران ہوگیا کہ اس صدی میں بھی ایسے بندگان خداوند زندہ ہیں۔ جن کے دِل میں بزرگوں کا ادب سمایا

ہوا ہے۔

دربار سیرانی کی درس گاہ :- ایک مدرسہ بھی ابتداء سے تھا۔ اس مدرسہ میں ایک نہایت ہی بزرگ صاحب معرفت علامہ مولانا عبدالرشید صاحب درس دیتے تھے۔ ان کے بعد یہ سلسلہ حضرت خواجہ پیرو مرشد الحاج میاں محمدالدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اقدس تک درس قرآن چلتا رہا۔ اب محکمہ اوقاف کی برکت ہے کہ نہ مدرسہ رہا نہ طلبہ رہے نہ کچھ اور۔ حالانکہ شرعی اوقاف کے قوانین میں سے ہے کہ اوقاف کی جائداد موقوف علیہ پر صرف کرنا ضروری ہے۔ لیکن ہمارے محکمہ اوقاف کی الٹی منطق کہ اوقاف کی جائداد ایسے مصارف میں صرف کی جارہی ہے۔ جہاں سے بُرائیاں جنم لیتی ہیں۔ اِسلام کے خلاف زہر اگلا جاتا ہے۔ اس کی سزا انشاء اللہ تعالیٰ آج نہ سہی تو کل ضرور بھگتنی پڑے گی۔

ہماری دُعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سیرانی بادشہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گلستانِ رحمت اور آستانِ کرم کو تاقیامت اِسلامی بہار اور قرآنی گُل گلزار سے آباد رکھے۔ (آمین)

نوٹ :- صرف دربار سیرانی کی ماہانہ آمدنی ہی دربار پر خرچ کرنے کا پروگرام بنا لیا جائے تو یہاں پر بہت بڑی اسلامی یونیورسٹی چلائی جاسکتی ہے لیکن جو حضرات اسی آستان سے اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں۔ اور کوٹھیاں بنگلے تیار کر رہے ہیں وہ اس تخیل کو کب جامۂ عمل پہنا سکتے ہیں۔

اِعتراضات اور ان کے جوابات :- آخر میں چند اعتراضات لکھ کر اس کے جوابات لکھوں تاکہ بحث تشنہ طلب نہ رہے۔

سوال : حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ خود کو اُویسی قادری بتاتے تو پھر سماع کے عاشق کیوں۔ حالاں کہ سلسلۂ قادریہ میں سماع نہ صرف ممنوع بلکہ مُضر بھی ہے؟

جواب اور بحث سماع:- یہ مسئلہ خاصہ اختلافی ہے لیکن مطلقاً حرام کسی نے نہیں کہا بشرائط معلوم اہل دل کے لئے جواز کا فتویٰ فقہاء کرام نے بھی دیا ہے۔ اور حضرت سیرانی بادشاہ انھی حضرات سے ہیں جن کے لئے جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ دراصل وجہ یہ ہے۔

کہ اہل اللہ کو مستی اور وجد کے لئے ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ مل جاتا ہے۔ اور وہ اس سے متاثر ہو کر فوراً اپنی حالت سکر میں بے خود ہو جایا کرتے ہیں جوش و خروش طبیعت میں موجزن ہو جاتا ہے۔ دل بے قرار اور طبیعت بے تاب ہو جایا کرتی ہے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپ اُٹھتے ہیں۔ صبر و تحمل جواب دے دیتا ہے۔ فرشتۂ فطرت کانوں میں کچھ ایسا منتر پھونک دیتا ہے کہ معمولی سی بات ان کے لئے تازیانۂ عبرت کا کام دے جاتی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب اپنی حقیقت آشنا جس کی وجہ سے ہمیشہ حالت وجد میں رہتے تھے۔ خزینۃ الاصفیاء میں راٹھی کے ایک تالاب میں بحالت وجد عرصہ تک پڑے رہنے کا واقعہ حیرت انگیز درج ہے۔ اصحاب باطن بزرگ ہمیشہ شاعروں کے پُر معنی سخن دانی گانے والوں کی خوش الحانی باجوں کے باقاعدہ آواز موسیقی کی جان افروز ساز۔ حسن صورت اور حسن معانی کے ہمیشہ دلدادہ رہتے ہیں۔ مگر اس فرقے کے بعض معانی آفرین طبیعتیں معمولی باتوں پر آسفتہ ہو جاتی ہیں۔ کبھی کبھی کنوئیں کے چلنے کی آواز ان کے جگر پر آرہ کا کام ہے۔ کبھی گلی میں گذرنے والے فقیر کی آواز۔ سبزی فروش کی آواز اُن کے زخموں پر نمک پاشی کا باعث بن جاتی ہے۔ اور گھنٹوں تک ان کی طبیعت کو وارفتہ رکھتی ہے۔

حضرت سیرانی بادشہ رحمۃ اللہ علیہ کا سماع ان کے حال و حقیقت کیوجہ سے جواز کی صورت پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ چند واقعات بطور شہادت پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ اتفاقاً گلی میں ایک سبزی فروش نے سبزی کی فروخت پر آواز دیا اس کے

پاس سوئے۔ پالک۔ اور چوکا کا ساگ تھا۔ جسے وہ فروخت کرتا پھرتا تھا۔ آواز اُس کی یہ تھی:۔ (سویا پالک چوکا)

آپ اُس آواز پر اُچھل پڑے اور بے تابہ وجد میں آکر فرمانے لگے کہ پلک (لمحہ) سونے والا۔ چوکا۔ ناکام رہا۔ یعنی (پلک سویا چوکا) فرمایا ہمارا کیا انجام ہوگا۔ کہ رات اور دن کو دیر دیر تک سوتے رہتے ہیں۔ اور ذکر خدا سے غافل رہتے ہیں۔ بلکہ حضرت کے مریدوں کی بھی یہی حالت تھی۔ منقول ہے کہ دودھ کے دوہنے کی آواز سے بے قرار ہو جاتے۔ اور گھنٹوں بے تاب اور بے خود رہتے تھے۔ آپ کے کئی مُرید درزی کے کپڑے سینے کی آواز پر مست اور ہتھوڑے کی آواز پر حق حق کرنے لگ جاتے تھے۔

دیوانہ مستانہ:- حضرت سیرانیؒ ایک دفعہ موضع ماہی ٹبہ کی مسجد میں شب باش تھے۔ صبح جبکہ آپ مسجد کا دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک کُتا دیوانہ نہایت بدخو حملہ آور ہوا چاہتا ہے۔ آپ نے اسی پر ایسی تیز نظر ڈالی کہ وہ بدمست ہو کر رقص کرنے لگا۔ اور غلبہ برداشت کی تاب نہ لا کر گر پڑا اور مر گیا

سوار مست تو سواریاں مست:- حضرت سیرانی بادشہ رحمۃ اللہ علیہ کی سواریاں بھی سماع سے وجد میں آکر آجاتی تھیں۔ خود اپنی حالت یہ تھی کہ سماع سے گھنٹوں تک نہیں۔ ہفتوں مہینوں تک مدہوش رہتے تھے بلکہ اکثر روکنے والوں پر مستی کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔

حضرت مولانا مولوی جمال محمد صاحب جلالپوری علیہ الرحمۃ ایک دفعہ سخت جوش اور جذبہ امر معروف و نہی منکر میں حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کو سماع سے منع کرنے کے لئے تہیہ کر کے آئے۔ راستہ میں پھر کچھ خیال ادب مانع ہوا۔ واپس چلے آئے مگر گھر میں بھی چین نہ آیا۔ دوبارہ کسی مخفی کشش کی وجہ سے مجلس سماع پر پہنچ کر زور سے آواز دی۔ حاضرین مجلس ڈر گئے کہ حضرت مولانا صاحب احتساب کرنے کو تشریف لائے ہیں

مگر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب کے لیے دروازہ کھول دو۔ اور اُن کو اندر آنے دو۔ چناں چہ دروازہ کُھلا تو حضرت مولانا صاحب نہایت ہی وجد میں سرشار اور بے خودی میں غلطاں و پیچاں تھے۔ کپڑے پھاڑ ڈالے تھے۔ اور مستی ذوق کی وجہ سے بے تحاشا مجلس میں پہنچکر ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کا نعرہ لگاتے ہوئے ایسے مست و محو ہوئے کہ اخیر وقت تک مجلس میں وجد کرتے رہے۔

گھوڑا اونٹ مست:۔ حضرت سیرانی بادشہ کی سواری کے گھوڑے کا نام توکل اور اونٹ کا نام درگاہی تھا۔ دونوں کو سماع کے وقت وجد اور مستی طاری ہوجاتی تھی۔

محفلوں کا رنگ:۔ لطائف سیریہ میں ہے کہ ایسی محفلیں (سماع) بارہا مختلف مقامات پر منعقد ہوئیں۔ ایک بار بانس بریلی میں محفل سماع منعقد ہوئی تو عشق الٰہی کے شعلے ویسے ظاہر ہوئے کہ لوگ گرمی سے تڑپتے تھے۔ کئی شہید محبت ہوگئے[1]

ہر ایک کے نصیب کہاں:۔ بانس بریلی (انڈیا) میں ایک محفل سماع میں حضرت سیرانی بادشہ نے فرمایا کہ عشق کی لذت بھی عجیب شی ہے لیکن ہر کسی کے نصیب میں کہاں؟ ۔ یہ واقعہ بانس بریلی کے نواح میں پیش آیا کہ آپ مجلس سماع میں تھے۔ آپ کی توجہ باطنی سے اہل مجلس پر ایسا اثر ہوا کہ ایک سو چالیس (۱۴۰) عورتیں اور اسی سے کئی گنا مرد عشق کی گرمی سے خاکستر ہوگئے۔

آپ نے فرمایا کہ یہ سب شہید ہوئے۔ لیکن عشق کا مزہ نہ چکھ سکے۔ یعنی اگر اس گرمی کو حاصل کر کے زندہ رہجاتے تو لذتِ عشق کو بوجہ کمال پاتے۔

سب کے سب سرمست:۔ ایک دفعہ قوالوں نے قوالی شروع کی تو سیرانی بادشہ کی

لہ لطائف سیریہ ص لہ ایضاً

برکت سے تمام اہل مجلس کو ذوق و وجد ہوگیا۔ اور خود بھی مستغرق تھے۔ آپ سے جو آتش عشق کے شُعلے نکلتے تھے وہ حاضرین مجلس اہل ذوق پر پڑتے جس سے یہ اثر ہوا کہ بعض فقراء و جذبات اُولیسیہ سے ہوا میں اُڑتے نظر آتے تھے۔

سماع سے الحیاۃ بعد الممات:۔ حضرت مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ حضرت صاحب السیر ایک ایک ماہ و چہار چہار ماہ بے ہوش ماندے بدیں حالت ہیچ خبر از عالم ظاہر نداشتے۔ یعنی جب آپ کو وجد اور سکر طاری ہوتا تو آپ ایک ایک ماہ اور کبھی چار چار ماہ تک ایسے بے ہوش ہوتے کہ عالم دنیا میں سے کسی شی کی خبر نہ ہوتی۔

چناں چہ شہر راٹھی کے متصل ایک قصبہ میں ایک بہت بڑا حوض تھا کہ جس کے پانی کی گہرائی بڑی لمبی تھی۔ آپ موسم گرما کی وجہ سے اس کے کنارے سماع میں مصروف تھے کہ آپ کو ایسا وجد طاری ہوا کہ اُٹھ کر حوض میں جا گرے اور حوض کی تہہ میں چلے گئے جب بہت دیر گذری۔ اور آپ حوض سے باہر نہ نکلے تو خدام کو تشویش ہوئی۔ تجسس میں لگ گئے حوض کے ذرہ ذرہ کو چھان مارا۔ لیکن حضرت صاحب کا کہیں نشان نہ ملا۔ خدام نے سمجھا کہ آپ شاید اپنے ایک عزیز خواجہ قطب الدین ابن شیخ حافظ عبد الخالق حنفی اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ظاہر بینوں سے غائب ہوکر ابدال سے جا ملے۔ مایوس ہوگئے۔

لیکن چار ماہ کے بعد وہ حوض خشک ہوا تو زمینداروں نے ہل چلائے اور قدرت الٰہی دیکھیے کہ ہل کے جوتنے سے شیخ کا ایک ہاتھ زمین سے نمودار ہوا۔ اُنہوں نے سمجھا کہ یہ انسانی ہاتھ کیسے۔ تھوڑا اور آپ کا جسم مبارک نکلا لیکن بدستور سابق حالت وجد اور سکر میں ہیں۔ قوالوں کو بُلایا گیا۔ قوالی کے آواز سے وجد کی کیفیت بدلی اور کہیں چار ماہ کے بعد عالم دنیا کی طرف متوجہ ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیاء، صفحہ ۳۸۹ ج ۲)

سیرانی بادشاہ نے ایک شخص کو ایک آن جلوہ حق میں ملا دیا۔ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی

قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک روز بچپن میں میں حضرت خواجہ شیخ المشائخ پیر محکم الدین اُویسی قدس سرہٗ کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ تونسہ میں ظہر کی نماز کے بعد ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو گئے اسی اثناء میں ایک افغان کابلی نے حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور میں نے تمام کابل چھان ڈالا ہے مجھے کوئی اللہ والا نہیں ملا۔ اب پنجاب میں حاضر ہوا ہوں۔ لیکن عرصہ سے مقصد سے محروم ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ والے تو ہر جگہ موجود ہیں لیکن تیری آنکھ نہیں دیکھنے والی۔ اس نے عرض کی۔ گذشتہ معاملہ جیسے ہوا۔ اب آپ کے دَر سے کچھ نصیب ہو جائے تو زہے عزّ و شرف۔ آپ نے فرمایا تیری قسمت۔ لیکن یہ بتا کہ کیا یکبارگی لینا چاہتا ہے یا آہستہ آہستہ چوں کہ وہ عرصہ سے معرفتِ حق کا پیاسہ تھا۔ عرض کی یک بارگی۔ آپ نے فرمایا اس بارِ گراں کا تحمل تجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اگر تجھے یکبار دیدوں تو تُو مر جائے گا۔ عرض کی میں پہلے سے ہی تیار ہوں۔

آپ نے فرمایا کہو لا الٰہ الا اللہ، جب اس نے کلمہ پڑھا تو کلمہ کے انوار و تجلیات سے بے تاب ہو کر وہ شخص فوراً بے ہوش ہو گیا۔ اور نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگا پھر اسی آن ہی میں جاں بحق ہو گیا۔ اور ایک حوض میں جا گرا۔ حوض کی یہ کیفیت تھی کہ اس کا پانی کھولنے لگا۔ بلکہ اگر اس پر کوئی چیز رکھ دی جاتی تو وہ شے بھی گرمی میں آجاتی پھر لاشے حوض سے باہر نکال کر سپردِ خاک کر دیا گیا۔ (خزینۃ الاصفیاء صفحہ $\frac{۳۸۰}{۲۶}$)

مست چڑیا: حضرت شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جس وقت وہ افغان جذب میں آکر حوض میں پڑا تو اس حوض سے ایک چڑیا نے پانی کا قطرہ پیا تو وہ چڑیا بھی مست ہو گئی۔ اسی مستی میں مسجد کے مینار پر جا بیٹھی جب عصر کی نماز کا وقت آیا اور امام نے اللہُ اکبر کہا تو چڑیا وجد کرتی ہوئی نیچے گری اور نیم بسمل کی طرح لوٹ رہی تھی پھر مینار پر اُڑ گئی۔ لیکن جب امام نے اللہ اکبر کہا پھر مستی میں آکر نیچے گری اور وجد کرنے لگی۔ اسی طرح ہر بار اس کی یہی کیفیت رہی۔ (خزینہ صفحہ $\frac{۳۸۱}{۲۶}$)

فائدہ:۔ اولیاءِ کرام کے لئے پرندوں اور جانوروں کی مستی و وجد معمولی بات ہے دراصل حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزہ قرآن پڑھنے کے بعد انکار کسی معتزلی بد مذہب کو ہو سکتا ہے۔ ورنہ اہلِ اسلام کو تو انکار نہ ہوگا۔

سماع جائز:۔ جیساکہ پہلے عرض کیا گیا ہے۔ عوام کو سماع نہ صرف نا جائز ہے بلکہ ان کے لئے ضرر رساں ہے اور مخصوص اولیاء کے لئے نہ صرف جائز۔ بلکہ ان کی روحانی ترقی اسی میں ہے لیکن ہر ولی اللہ مُراد نہیں۔ بلکہ ان کے بھی مخصوص حضرات ہیں

خرقانی کا ارشاد:۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کے خلیفۂ اعظم حضرت ابو الحسن خرقانی قدس سرہ نے فرمایا کہ سماع اس شخص کے لئے جائز ہے جو اوپر عرش تک اور نیچے تحت الثریٰ تک سب کچھ دیکھے[1]

لطیفہ:۔ ہمارے دَور میں سماع کے عُشاق صرف عاشق ہی ہیں ورنہ اللہ اللہ اور خیر سلاّ! ان کو میرا مشورہ یہ ہے کہ سماع اس وقت مفید ہوگا جب پابندیٔ شریعت کے بعد دیگر اوراد و وظائف پر مداومت پر جب چشم گریاں سینہ بریاں نصیب ہو۔ پھر سماع یوں ہوگا جیسے سونے پر سہاگہ۔ اگر نفس پروری عروج پر ہو اور شہرت سرکش گھوڑے کی طرح رواں دواں اور شریعت مطہرہ پر عمل تو در کنار نماز با جماعت تک نصیب نہیں۔ تو پھر سمجھنا جیسے دوسرے لہو و لعب پر قیامت میں پُرسش ہوگی یہ سماع بھی اس باز پرس میں جلتی پر تیل کا کام دے گا۔ (و الاختیار بید المختار) واللہ اعلم بحقیقۃ الحال:۔

تحقیق مسئلہ سماع:۔ دورِ حاضرہ میں گانا بجانا اور اس کا سُننا اتنا بدنام ہو چکا ہے کہ جوں ہی یہ لفظ سُنائی دیتا ہے فوراً اس کی بُرائی کا خیال

---

[1] مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۱۶۳

سامنے آجاتا ہے تو قاعدہ اسلامیہ ہے کہ جو فعل اتنا بدنام ہو چکا ہو اسے جائز صورت میں لانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اگرچہ وہ کسی زمانہ میں جائز بھی متصوّر ہوتا ہو کیونکہ تبدل الاحکام تبدل الزمان فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے۔ دورِ حاضرہ میں سماع کی کیسی کیفیت ہے یہ وہ جانتے ہیں جو اسمیں شامل ہوتے ہیں۔ میرے معلومات میں جہاں تک رسائی ہے کہ اکثر اہلِ سماع شرائطِ سماع سے کوسوں دُور ہو کر ایسی مجالس کی زینت ہوتے ہیں۔ اگر واقعی ایسی صورت ہے تو پھر ایسا سماع ناجائز ہے۔ اگر کوئی صاحبِ وجدان اور اہلِ عرفان ہے تو اس کیلئے بشرائطِ معلومہ سماع جائز ہے۔ ایسے سماع کے لئے ہمارے صوفیہ کرام نے مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال فرمایا ہے۔

مشکوٰۃ میں بروایت نسائی مذکور ہے:۔

عن عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ
عنہ قال دخلت علی قرظۃ بن کعب
وابی مسعود الانصاری فی عرس واذا
جوار یغنین فقلت ای صاحبی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واھل بدر یفعل
ذلک عندکم فقالا اجلس ان شئت
فاسمع معنا وان شئت فاذھب
فانہ قد رخص لنا فی اللھو عند
العرس (رواہ النسائی)

(فائدہ ۱۰)۔ اس حدیث سے بیاہ شادی کے موقعہ پر کھیل و کود جائز ثابت ہوا تیر اندازی۔ گھوڑ دوڑ، پانی میں تیرنا، کشتی لڑنا۔ غنا کرنا باجا وغیرہ بجانا یہ سب لہو و لعب میں داخل ہیں گانے بجانے کی اباحت کے دلائل میں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ بھی ایک لہو

ہے اور مطلق لہو کے جواز میں کسی کو بھی کلام نہیں۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں اور بھی کئی حدیثیں جواز لہو پر موجود ہیں۔

عن عائشۃ رضہ قالت زفت امرأۃ الی رجل
من الانصار فقال نبی اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ما کان معکم لھو فان الانصار
یعجبھم اللھو۔

(رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۲۷۱)

۱۲۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں سات سال کی تھی جب سرکار نے میرے ساتھ نکاح کیا۔ اور میں نو سال کی تھی جب میری رخصتی ہوئی۔ اس وقت میری گڑیوں کا کھیل میرے ساتھ تھا۔ اور میں اٹھارہ سال کی تھی جب سرکار کا وصال ہوا۔ اس حدیث میں حضرت عائشہ رض کے گڑیوں کا کھیل ہے اس سے مطلق لہو و لعب کا جواز ثابت ہوا۔

۱۳۔ مشکوٰۃ باب فضائل عمر ص۵۵۸ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے کہ ہم نے اچانک شور و غُل اور بچوں کی آوازیں سُنیں۔ پس نبی اللہ کھڑے ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچتی گاتی ہے۔ اور اس کے ارد گرد بہت سے بچے تھے۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ رضہ آؤ اور دیکھو میں نے اپنا مُنہ سرکار کے دوش پر رکھ لیا۔ اور اس عورت کو حضور کے شانہ مبارک اور سر اقدس کے درمیان دیکھنے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ کیا ابھی تیرا پیٹ نہیں بھرا۔ میں عرض کرتی تھی۔ حضور ابھی نہیں۔ تاکہ میں دیکھوں کہ حضور کو میری کتنی محبت ہے۔ اسی اثناء میں حضرت عمر آگئے تو لوگ اس حبشی عورت کے پاس سے

بھاگ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں جنوں شیطانوں اور انسانوں کے شیطانوں کو دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ سے بھاگ گئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ پھر کیں لوٹ آئی۔

۱۵:- احادیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو انصار کی لڑکیاں انتہائی فرحت و مسرت سے غنا کرتی تھیں اور یہ شعر کہتی اور گاتی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع ÷ وجب الشکر علینا ما دعا للہ داعی

رخصت کی گھاٹیوں سے ہم پہ چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا۔ اور اس نعمت کا شکر یہ ہم پر اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی پکار کرنے والا پکارتا رہے۔

فائدہ :- ان احادیث و روایات سے جائز لہو ولعب کی رخصت اور خوش الحانی کے ساتھ شعر پڑھنے اور سننے کا جواز روز روشن کی طرح ثابت ہے پس جب لہو جائز ہوا تو آلہ لہو کیوں کر حرام ہو سکتا ہے۔ لہو سبب ہے، اور آلہ اس کا مسبّب ہے معازف آلات لہو ہیں اور لہو جائز ہوا تو معازف کا حرام ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔ ذیل میں عبارات فقہاء ملاحظہ ہوں :- عبارات فقہاء۔

۱:- نہایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ التغنی للھو معصیۃ یعنی گانا اگر صرف لہو کے لئے ہو تو گناہ ہے۔

۲:- اور شرح متفق میں لکھا ہے کہ مزامیر اور دف وطبل کا بجانا اگر محض کھیل اور ہوائے نفسانی اور غیر غرض شرعی کے لیئے ہو تو حرام ہے۔

۳:- بزدوی کے حاشیہ میں لکھا ہے والقید فی الروایات نفی ای نفی ما عداہ یعنی روایات میں جو غیر غرض شرعی کی قید لگائی گئی ہے۔ تو اس سے نفی کر رہی ہے۔

۴:- کتاب کافی کے باب صفۃ الصلوٰۃ میں لکھا ہے۔

تخصیص فی الروایات یدل علی نفی ما عداہ ای نفی الحکم فیما عداہ یعنی روایات میں جو تخصیص کی گئی ہے۔ نفی ماسوائے پر دلالت کرتی ہے یعنی ماسوائے حکم کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔

۵:- شرح الوقایہ فی اواخر باب المھر ولا خلاف فی ان التخصیص بالذکر فی الروایات یدل علی نفی الحکم فیما عداہ۔ یعنی شرح وقایہ کے آخر باب المہر میں لکھا ہے کہ اس میں خلاف نہیں کہ روایات میں تخصیص ذکر نفی حکم پر دلالت کرتا ہے اس کے ماسوا میں۔

فائدہ :- ان روایتوں کی بناء پر سرود کا حرام ہونا لہو ولعب سے مقید ہے پس جو لہو ولعب میں مقید نہ ہو یعنی اسمیں غیر شرعی کوئی غرض نہ پائی جاوے۔ بلکہ کوئی غرض جائز ہو جیسا کہ شادی اور ولیمہ اور غازیوں کے جمع کرنے اور قافلہ کی تیاری یا بندگانِ خدا کی نرمیٔ دل کے لئے ہو تو حرام نہ ہوگا۔

۶:- امتاع میں ہے کہ سماع میں شوقِ الہی اور خوفِ عذاب اور نرمی دل پیدا ہوتی ہے اور حق پرستوں کو مراتبِ عبادت میں ترقی۔ اور عزم بالجزم اور استواری حاصل ہوتی ہے۔

۷:- عوارف میں لکھا ہے کہ سماع حق تعالیٰ کی رحمت کو کھینچ لاتا ہے۔

۸:- خزانۃ الروایۃ کے فصل لواحق الضیافۃ۔

۹:- (خزانۃ العلماء) کے باب الرقص والغناء۔

۱۰:- رسالہ امام العصر فخر الدین رازی میں منقول ہے کہ مزامیر میں علت حرمت مئے نوشوں کی صحبت اور رنڈی بازی اور یاد الہی سے سستی اور تضییع اوقات ہے قاعدہ ہے علت نہ ہو تو معلول کچھ بھی نہیں۔ دوسرا قاعدہ ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط، یعنی جہاں شرط نہ ہو مشروط بھی نہ ہوگا۔ جب سماع میں علت

صحبت نہ پائی جائے تو حرام کیسے ہو جائے گا۔

۱۱:۔ مولانا سعد الدین کے رسالہ اور فتاوی غیاثیہ میں لکھا ہے کہ کسی نے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سرود کی نسبت سوال کیا کہ جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا اگر اس کے ساتھ کوئی آلہ مطربہ نہ ہو تو جائز ہے۔

۱۲:۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

۱۳:۔ مسند امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ میں مروی ہے کہ حبشی لوگ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں دف بجاتے تھے اور رقص کرتے تھے۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں ظاہراً دف کی آواز اور سماع کے سننے اور رقص کی مجلس میں حاضر ہونے کا ثبوت ہے جو اس کو حرام کہے تو گویا وہ اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ معاذ اللہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس حرام میں حاضر تھے معاذ اللہ (کذا فی الحقائق)

۱۴:۔ خزانۃ العلماء میں صحابہ سے اور حضرت عمر بن خطاب و عثمان بن عفان و ابو عبیدہ و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف اور حمزہ بن عبدالمطلب اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے سعید بن مسیب اور سالم بن عبداللہ اور قاضی شریح اور مجتہدین سے امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک و احمد رحمہم اللہ کا سننا منقول ہے۔

۱۵:۔ امام ابو حامد محمد غزالی سماع بے غرض لہو پر اتفاق بیان کرتے ہیں۔ اور جو اس کے حرام و بدعت ہونے کا زعم کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیوں کہ صاحب شرع پر بھی فسق کے حکم کرنے کا الزام لگاتا ہے۔ اور اسے اس کو یہ نہیں معلوم کہ ایسا سماع تو مستحب ہے بلکہ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء ہے اور آپ کی اقتداء بحکم آیہ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا واجب ہے۔ اور جو شخص آپ کے افعال کو (معاذ اللہ) بُرا جانے۔ بتائیے وہ کون ہوا۔

ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے لکھا ہے کہ بعض فقہائے متاخرین نے اپنے مدعا کے ثبوت میں جن حدیثوں سے حرمت سماع کی دلیل لی ہے وہ احادیث ثابت و صحیح نہیں اگر وہ حدیثیں صحیح ہوتیں تو مجتہدین اور متقدمین اُن سے تمسک کرتے حالاں کہ ائمہ اربعہ و دیگر ثقہ و نقاد نے اُن حدیثوں سے تمسک نہیں کیا۔ اور وہ حدیثیں متاخرین اور مقتدایان مذاہب اربعہ (جن کو صحیح و سقیم کی پہچان کی نہیں ہے) کی معتمد علیہ ہیں۔ حالاں کہ حرمت غنا میں کوئی حدیث صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے۔ اور ابن العربی فرماتے ہیں کہ حرمت سماع میں متاخرین نے جن حدیثوں سے دلیل لی ہے وہ سب موضوع ہیں۔ اور ابن طاہر نے کہا ہے کہ حرمت غنا کی حدیثیں صرف منکروں کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں اور فقیہ محدث علامہ مجد الدین محمد یعقوب۔ شیرازی فیروز آبادی صاحب قاموس اپنی کتاب سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ کوئی حدیث صحیح حرمت غنا میں ثابت نہیں ہے۔

کون سا سماع حرام اور کون سا مباح:

حمیدی کی شرح کافی میں ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک سماع مکروہ وہ ہے بطریق لہو و لعب اور بزم اہل فسق و فجور۔ اور لغو و شرور ہو۔ اور ایسی مجلس میں خلاف شریعت مثلاً ترکِ نماز۔ بے حیائی اور فسق و فجور کے لئے آمادگی پیدا ہوتی ہو۔ لیکن جہاں اہل صدق و صفا اور صاحبان صلاح و وفا کی مجلس ہو۔ اور خدا کا خوف اور شوقِ عبادت طبیعت میں اور استعداد اطاعت شریعت پیدا ہو تو وہ بے شبہ اور بلا خلاف حلال ہے۔

شمائل الاتقیاء میں لکھا ہے کہ مزامیر اور تار گی ممانعت لذت و لہو و نیت کے سبب سے نہیں۔ بلکہ لواحقات ممنوعہ کے سبب سے ہے۔ مثلاً شرابیوں کی مجلس جہاں دور شراب چل رہا ہو جہاں ناچ و دیگر حرام کام ہو رہے ہوں تو ایسی مجلس کی تاریں اور مزامیر اور ساز وغیرہ سب حرام ہیں اور ایسی مجلس میں بیٹھنا ایسی مجلس کا راگ رنگ سننا دیکھنا بالکل حرام ہے

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ عشرہ کاملہ کی مجلس نہم میں کیا خوب لکھا۔
کہ سماع منتہی (جو طالب غیر ستنا ہی ہے) کے لئے ممنوع نہیں یعنی طالب خدا (جس کے
دل پر تجلی الٰہی ہو) کیلئے جائز ہے۔ اور کیمیائے سعادت میں امام غزالی لکھتے ہیں کہ جناب
رسالت مآب نبی اللہ علیہ و آلہٖ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے
فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ وہ سُنکر خوشی سے رقص کرنے لگے جیسا
کہ اہل عرب کا دستور ہے کہ جب وُہ نہایت خوشی میں آتے ہیں۔ تو زمین پر پاؤں مارتے
ہیں۔ اور لطائف المنن الکبرٰے میں امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حرمت سماع
کے دلائل پر حافظانِ حدیث سے جرح نقل کرتے ہوئے دف وغیرہ کو سنت لکھتے ہیں۔
اور شیخ عبدالغفار فرماتے ہیں کہ دف و مزامیر کی آواز اور پرندوں کی آواز میں
کچھ فرق نہیں ہے۔ اور امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جب حُرمت و اباحت اپنی اپنی جگہ
ثبوت پاکر ایک دوسرے کے متعارض ہوں اور قوت وضعف روایات میں بھی برابر ہوں
تو پھر غرض صحیح کے اعتبار پر ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائیگی۔
مثلاً بندگانِ خدا کے نرمئ دل اور طالبانِ راہ کی ترقیٔ منزل۔ یا اعلان نکاح و ولیمہ
و دیگر اغراض صحیحہ کے لئے گانا یا بجانا ہو تو مباح ہے ورنہ حرام۔

خلاصۃ البحث:۔ اس طویل بحث کے بعد نتیجہ نکالنا آسان ہوگیا۔ کہ حضرت سیرانی
بادشاہ قدس سرہٗ العزیز کو سماع مباح تھا۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق
میں ہم نے آپکے سماع کے کوائف تفصیل سے عرض کر دیئے۔

سوال:۔ تمہارے دلائل سے ثابت ہوا کہ سماع رُخصت کے قبیل سے ہے اور اولیاءؒ
تو عزیمت کو ترجیح دیتے ہیں۔ خود سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ بھی ہر کام میں عزیمت پر
چلتے تھے۔

جواب: صاحبانِ عزیمت جب کسی مجبوری میں ہوں تو ان کے لئے رخصت بحالت

معذوری عزیمت ہے چناں چہ واقفانِ فقہ، وحدیث پر پوشیدہ نہیں۔ کہ اگر کوئی بحالت
معذوری بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا یہ فعل عزیمت ہے۔ اور سیرانی بادشاہ قدس سرہٗ
غنا میں معذور تھے۔ چناں چہ آپنے مولوی اہل اللہ کو (جب کہ وہ آپکے پاس چند روایات
حرمتِ سماع لے کر آئے تھے) فرمایا تھا کہ فقیر سماع کے بارہ میں معذور ہے۔ اگر سر کٹ
جاوے تو بھی باز نہیں آؤں گا۔

سؤال:۔ الغنا بالفارسیۃ سرود گفتن یعنی گانا (کما فی اجارۃ الکرمانی) اور عرف میں غنا وہ
آواز ہے جو الحان یعنی سُر کے ساتھ پھیر پھیر کر نکالی جائے اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر تال بجائی
جاوے۔ بحسب معنی لغوی و عرفی قیود ثلاثہ کے گم ہونے سے غنا ثابت ہوا اور غنا انواع
لعب (بازی) سے ہے اور وُہ تمام ادیان و مذاہب میں گناہ کبیرہ ہے یہاں تک کہ
مشرک یعنی بے دین بھی اسکو منع ہی کرتے ہیں۔ (کذا فی اختیار العلماء و خزانۃ العلماءؒ)
۔ غنا حرام وہ ہے کہ جسمیں قیود ثلاثہ پائی جائیں اور جب نہ پائی جائیں
تو حرام نہیں۔ چنانچہ ایسے غنا کے حرام نہ ہونے پر روایات صحیحہ وارد ہیں۔ پس جب سماع
کا ذکر ہم کر رہے ہیں وہ بے شُبہ حلال ہے۔

داتا گنج قدس سرہٗ:۔ حضور داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ نے اپنی کتاب
کشف المحجوب میں حقیقتِ سماع اور آداب سماع پر گیارہ
مستقل باب باندھے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص داؤد علیہ السلام کی خوش
الحانی سننا چاہتا ہے۔ وہ ابوموسٰی اشعریؓ کی آواز سُنے۔ نیز روایات میں
آیا ہے کہ بہشت میں بھی اہل بہشت کے لئے سماع ہوگا اور اس طرح ہوگا
کہ ہر درخت سے مختلف نغمات اور مختلف سرود جاری ہوں گے جس سے
سُننے والوں پر محویت طاری ہو جائے گی۔ ابراہیم خواص لکھتے ہیں کہ ایک

دفعہ غلہ اٹھاتے وقت دُواونٹوں کا بوجھ ایک اونٹ پر لادا گیا اور حدی خوان کی آواز سے مست ہو کر اونٹ جلدی منزلِ مقصود پر پہنچ گیا لیکن جاتے ہی مر گیا۔ ایک دفعہ ایک آدمی اونٹوں کو پانی پلاتے وقت گا رہا تھا۔ حدی کی آواز سے اونٹ اس قدر مست ہوئے کہ پانی پینا ترک کر دیا۔ حالاں کہ وہ تین دن کے پیاسے تھے۔ عراق میں لوگ ہرن پکڑنے کے لئے ایک خاص قسم کا گیت گاتے ہیں۔ جسے سُن کر ہرن اس قدر مست اور بے خود ہو جاتا ہے کہ لوگ جا کر پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی لوگ گیت گا کر ہرن پکڑ لیتے ہیں۔ یہ بات تو عام ہے کہ جب چھوٹے بچے روتے ہیں۔ تو ماں ان کو گہوارے میں ڈال کر لوری دیتی ہے جس سے ان کو لذت محسوس ہوتی ہے اور سو جاتے ہیں۔"

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

"جو شخص آواز سُن کر کہتا ہے کہ مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تو وہ یا تو جھوٹ بولتا ہے یا منافق ہے یا بے حس ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت داؤد کو حق تعالیٰ نے خوش آواز دی تھی جب آپ نغمات الاپتے تھے تو جنگلی جانور، پرندے، انسان سب جمع ہو جاتے تھے اور جو لوگ نغمات سُن لیتے تھے ایک ماہ تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ بچے رونا اور دودھ پینا بند کر دیتے تھے۔ جب مجلس برخاست ہوتی تھی تو کئی آدمی مُردہ پائے جاتے تھے ایک دفعہ ایک مجلس میں سات سو عورتیں مردہ پائی گئیں اور دو ہزار پرندے مردہ نکلے

کتاب مذکور میں حضرت داتا صاحبؒ نے سماع کے متعلق اولیائے کرام کے بے شمار اقوال نقل کیے ہیں جو طوالت کے خوف سے یہاں درج نہیں کئے جاتے۔ مختصراً یہ کہ:۔

"سماع علامت مہجوری ہے اور اس میں مشاہدہ محال ہے۔ لیکن بعض حضرات نے سماع کو علامت حضوری اور وصال تصور کیا ہے کیوں کہ سماع میں سالک دوست میں مستغرق ہو جاتا ہے اور جب تک محویت کامل نہ ہو محبت کامل نہیں ہوتی۔"

کتاب مذکور میں حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ نے آداب سماع بیان فرمائے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) جب تک شوق زیادہ نہ ہو سماع نہ سُنے۔ (۲) سماع کو عادت نہ بنائے اور کافی وقفوں کے بعد سُنے تاکہ سماع کی تعظیم دل سے نہ جاتی رہے۔ (۳) محفل سماع میں کسی بزرگ کا ہونا ضروری ہے۔ (۴) مجلس سماع میں عوام کا داخلہ نہ ہو۔ (۵) قوال باادب ہوں (۶) دل تمام اشغال سے خالی ہوں اور طبیعت جمع ہو۔ (۷) تکلیف نہ ہو (۸) جب تک کیفیت طاری نہ ہو بناوٹی طور پر کیفیت نہیں لانی چاہیئے (۹) جب کیفیت پیدا ہو اُسے تکلف سے روکنا نہیں چاہیئے۔ (۱۰) طبیعت قابو میں رکھنی چاہیئے۔ اگر قابو سے نکل جائے تو معذور ہے (۱۱) قوالوں کو نہ ٹوکے نہ فرمائش کرے۔ (۱۲) جب کسی پر حال طاری ہو تو تکلف سے خود حال میں نہ آئے۔ بلکہ ضبط اور استقلال سے کام لے (۱۳) سلطان وقت (واردات سماع) کی قدر کرے تاکہ برکات حاصل ہوں۔ اور میں علی بن عثمان الجلابی یہ پسند کرتا ہوں کہ مبتدیوں کو سماع سے پرہیز لازم ہے تاکہ ان کی طبیعت پراگندہ نہ ہو۔"

حضرت امام غزالیؒ اور سماع:۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ نے حقیقت سماع، جواز سماع، برکات سماع اور آداب سماع پر اپنی کتاب احیاء العلوم میں مفصل بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے سماع پر ایک علیحدہ رسالہ بھی لکھا ہے حقیقتِ

سماع کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

"اے عزیز! اس بات کو جان اور اس حال کو پہچان کہ آدمی کے دل میں حق تعالیٰ کا ایک بھید پوشیدہ ہے۔ جیسے آگ لوہے اور پتھر کے درمیان ہو جس طرح لوہا پتھر پر مارنے سے وہ آگ نکلتی ہے اور صحرا میں لگ جاتی ہے اسی طرح اچھی اور موزوں آواز سننے سے آدمی کے دل کو جنبش ہوتی ہے اور بے اختیار اسکی دل میں ایک چیز پیدا ہوتی ہے۔ جس سے اُسے عالم علوی اور عالم ملکوت کے ساتھ ایک مناسبت پیدا ہوتی ہے عالم علوی کیا ہے عالم حُسن و جمال ہے۔ جس شخص کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت ہو اس کے لئے سماع ضروری ہے تاکہ آتش عشق زیادہ تیز ہو"

امام غزالیؒ حلت و حُرمتِ سماع کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اسمیں علماء کا اختلاف ہے کہ سماع حرام ہے یا حلال۔ جس عالم نے حرام کہا ہے۔ وہ فقط اہل ظاہر ہے کیوں کہ اُس پر یہ بات منکشف ہی نہیں ہوئی کہ خدا کی محبت اسکی دل میں نزول کرتی ہے۔ جواز سماع کے متعلق امام غزالیؒ نے وہ تمام احادیث نقل کی ہیں جو پہلے اس کتاب میں درج ہو چکی ہیں"

اسکے علاوہ آپنے لکھا ہے کہ:۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ کے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔ اور دف بجا بجا کر خوشی میں یہ گایا ؎

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعی للہ داع

(طلوع کیا ہم پر چودھویں کے چاند (آں حضرتؐ) نے اور واجب ہوا ہم پر شکر اور قبول ہوئی ہماری دُعا)

اسی طرح عید کے دن خوشی کرنا اور سماع سُننا بھی درست ہے"

شرائطِ سماع:۔ امام غزالی نے سماع کے لئے جو شرائط مقرر کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں (۱) عورت یا اَمرد (بے ریش لڑکا) سے سماع نہ سُنے (۲) سرود کے ساتھ رباب و چنگ بربط اور نائے عراقی نہ ہو کیوں کہ ان کی ممانعت آئی ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ شراب نوشوں کی عادت ہے۔ اور یہ چیزیں شراب کی یاد دلاتی ہیں۔ لیکن طبل، شاہین اور دف اگرچہ اس میں جلاجل (جھانجھ) بھی ہوں جائز ہیں۔ کیوں کہ ان کا بجانا شراب خوروں کی عادت نہیں۔ بلکہ دَف آنحضرتؐ کے سامنے بجایا گیا ہے۔ شاہین کے حلال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابنِ عمر سے فرمایا کہ سُنتے رہو۔ جب آواز بند ہو جائے تو مجھے بتانا۔ لیکن آں حضرتؐ کے کانوں میں اُنگلی دینا اِس بات کی دلیل ہے کہ آپ پر اس وقت کوئی بہت بزرگ حال طاری ہو جو شاہین کی آواز سے موقوف ہو جائے (۳) سماع میں کلام فحش اور غیر شرع نہ ہو۔ (۴) سُننے والے ہم مشرب اور اہل اللہ ہوں (۵) سماع ایسی جگہ ہونا چاہیئے۔ جہاں عوام کا گذر نہ ہو۔ (۶) وقت ایسا ہونا چاہیئے کہ جس میں کوئی شرعی مجبوری نہ ہو مثلاً نماز کا وقت نہ ہو بلکہ ہر طرف سے فارغ ہو کر اطمینان سے سماع سُنے اور متوجہ الی اللہ ہو"

مقاماتِ سماع:۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ سماع میں تین مقام ہیں۔ پہلا مقام فہم ہے یعنی کلام کا سمجھنا۔ دوسرا مقام وجد ہے یعنی حال کا طاری ہونا۔ تیسرا مقام حرکت ہے۔ یعنی رقص کرنا۔ امام غزالی رقص کو مباح کہتے ہیں کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حبشیوں کا رقص کرنا دیکھا۔ اور دَف کے ساتھ گانا سُنا۔

نیز امام موصوف فرماتے ہیں کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تجھ سے تو حضرت علیؓ نے خوشی میں آکر رقص کیا۔ اسی طرح جب آں حضرت نے حضرت امام حسینؓ سے فرمایا کہ صورت اور سیرت میں تم میری مانند ہو تو اُنہوں نے بھی خوشی میں آکر رقص کیا۔ جب آں حضرت نے حضرت زید بن حارث سے فرمایا تو میرا

مولا (غلام) اور بھائی ہے تو انھوں نے خوشی میں رقص کیا۔

حضرت غوث الاعظم اور سماع :-

عام لوگوں کا خیال ہے کہ قادریہ سلسلہ میں سماع ناجائز ہے ان کو معلوم نہیں کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے سرتاج حضرت غوث الاعظم قدس سرہ نے سماع کو جائز قرار دیا ہے۔ قادری بزرگوں کی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت غوث الثقلین نے خود بھی سماع سنا ہے اور اپنے سلسلہ کے لوگوں کے لئے اپنی مشہور معروف کتاب غنیۃ الطالبین میں آدابِ سماع پر ایک مستقل باب تحریر فرمایا ہے اگر آپ کے نزدیک سماع حرام ہوتا تو آپ آدابِ سماع کیوں تحریر فرماتے۔ کتابِ مذکور میں آپ لکھتے ہیں کہ:-

"فقیر کو چاہیئے کہ گانا سننے کے لئے اپنے آپ کو عمداً آمادہ نہ کرے۔ اگر مجلس سماع پر گذر ہو تو ادب سے بیٹھے اور اپنے دل کو پروردگار کی یاد میں مشغول کرکے اور دل کو غفلت اور فراموشی (ذکر اللہ کو بھولنا) سے محفوظ رکھے...... جب مشائخ مجلس سماع میں موجود ہوں تو فقیر کو حتی الامکان سکون سے شیخ کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اگر اس پر حال کا غلبہ ہو تو باندازۂ غلبہ وہ حرکت کرسکتا ہے۔ لیکن حال فرد ہونے پر سکون اور شیخ کا ادب لازم رکھے۔ اور فقیر کو لازم ہے کہ کلام کی فرمائش نہ کرے...... اگر کسی فقیر پر وجد طاری ہو اور وہ رقص کرے تو سب فقیر اس کی موافقت میں کھڑے ہو جائیں۔ جس شخص کا حال بناوٹی ہو اسے چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ اگر اس کو آگاہ کرنا ضروری سمجھے تو قوتِ قلب سے (یعنی باطنی توجہ سے) اس کو آگاہ کرے نہ کہ زبان سے۔"

اس کے بعد حضرت غوث الاعظم نے اس خرقہ کے آداب بیان فرمائے ہیں جو حالت وجد میں فقرا قوالوں کی طرف پھینکتے ہیں:-

حضرت غوث الاعظم کا خود سماع سننا :-

حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری کا شمار سلسلۂ عالیہ قادریہ کے جلیل القدر مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ اپنی کتاب تحفہ قادریہ میں لکھتے ہیں:-

"حضرت شیخ عمر بزاز، شیخ علی، شیخ بقا، شیخ ابوسعید قناوی اور دیگر مشائخ اکٹھے ہوکر بقصدِ زیارت حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں آئے اور حضرت غوث الثقلین نے قوالوں کو بلاکر سماع کی فرمائش کی۔ سماع سنتے ہی حضرت غوث الاعظم جوش میں آگئے اور رقص کرنے لگے مشائخ مذکور بھی شیخ کی تعظیم میں کھڑے ہوگئے۔ حضرت غوث الاعظم وجد کی حالت میں ہوا میں اڑکر نظروں سے گم ہوگئے۔ اسکے بعد لوگوں نے آپ کو اس مدرسہ میں پایا جو آپ نے تعمیر کرایا تھا۔ اس وقت علماء نے آپ سے سوال کیا کہ سماع میں تو حالتِ ذوق پیدا ہوا اور تلاوت قرآن میں نہ ہوا اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ حالت دو چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک سخن خوش، دیگر ذکرِ عشق سے۔ اگر خوش الحان اور صاحبِ دل قاری معنیٰ سمجھ کر سورۂ یوسف پڑھے تو سامعین کو ذوق ہوتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں پند و نصائح اور قصص پڑھنے سے خوف طاری ہوتا ہے"

اس کے بعد کتاب مذکور میں حضرت شاہ ابوالمعالی فرماتے ہیں کہ:-

"میں نے حضرت امام عبداللہ یافعی[1] قدس سرہ کی تصانیف میں دیکھا ہے

---

[1] حضرت امام عبداللہ یافعی کا شمار اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ قطب مکہ تھے اور مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین اوچی کو ایک

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

[2] نعت خواں مراد ہیں۔

حضرت غوث الاعظم کے پوتے شیخ جمال اللہ اس وقت زندہ تھے، میں نے علماء بغداد سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ یہ اپنے دادا کے ہمشکل ہیں۔ ان کا نام شیخ عبدالرزاق ہے۔ ہم نے اکثر ان کو بسطام کے جنگل میں اور کبھی کبھی بسطام کے شہروں میں دیکھا ہے۔ ہم نے ان کی عمر دریافت کی تو فرمایا کہ انسان کامل کی حیات و ممات یکساں ہے۔ معلوم نہیں کس قدر باقی ہے۔ البتہ ایک دفعہ میرے جدِ امجد سید عبدالقادر جیلانی نے موقعہ سماع حالتِ وجد میں فرطِ عنایت میں مجھ کو بغل گیر کر کے فرمایا، کہ اے جمال اللہ! سیدنا عیسٰی علیہ السلام کو میرا سلام کہنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں عیسٰی علیہ السلام کو دیکھوں گا۔"

خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور سماع :-

عام طور پر یہ بھی مشہور ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں سماع ممنوع ہے۔ حالاں کہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے سربراہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ نے اپنی معرکۃ الاراء کتاب عوارف المعارف میں سماع، آداب سماع اور جواز سماع پر چار مستقل باب باندھے ہیں۔ تفصیل کے خواہاں حضرات اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ یہاں کتاب مذکور سے چند اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ :- خرقہ خلافت حضرت امام عبداللہ یافعیؒ سے بھی ملا تھا۔ حضرت خواجہ نصیر الدین محمودؒ چراغ دہلویؒ کو "چراغ دہلی" کا خطاب حضرت امام عبداللہ یافعیؒ کا دیا ہوا ہے۔ آپ نے مخدوم جہانیاں سے فرمایا کہ اس وقت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی ہیں۔ چنانچہ جب حضرت مخدوم جہانیاں حج سے واپس آئے تو دہلی جاکر سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے مُرید ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ امام عبداللہ یافعیؒ متعدد کتب کے مصنف ہیں "تاریخ امام عبداللہ یافعی" تصوف کی مشہور کتاب ہے۔

حضرت شیخ کا قرآن سے اخذِ جوازِ سماع :-

عوارف المعارف کے بائیسویں باب میں آپ نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات نقل کی ہیں جن میں سماع کی تعریف اور تاکید آئی ہے۔ حضرت شیخ لکھتے ہیں کہ آیہ فَبَشِّرْ عِبَادِی الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ (پس خوش خبری دو میرے ان بندوں کو جو قول سنتے ہیں اور اس میں جو چیز احسن ہے اس کی پیروی کرتے ہیں) اسی آیت میں آگے لکھا ہے کہ اولٰئک الذین ھدٰھم اللہ (وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہِ راست دکھایا ہے) نیز حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ آیہ واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تریٰ اعینھم تفیض من الدمع (جب وہ لوگ اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو ابل پڑتے ہیں) ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم (حق تعالیٰ کے ڈر سے ان کی کھال کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں)

خلاصہ یہی ہوا کہ سماع کے متعلق حرمت مطلق کا کسی نے بھی فتویٰ نہیں دیا۔ حضرت شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا۔ ہر چاروں بلکہ جمیع سلاسل کے مشائخ سماع مباح کے قائل ہیں عوارض پر۔ "یجوز لاھلہ ولا یجوز لغیرہ" کا فتویٰ مرتب ہو گا۔ اور حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ کے حالات میں فقیر نے تفصیل سے لکھ دیا ہے کہ آپ کی اور آپ کے شیخ اور پیر و مرشد کی کیفیت ان حضرات سے ہے۔ جنہیں سماع سے روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے اسی لئے ان کے لئے جائز ہوا۔

چند اعتراضات اور ان کے جوابات :-

حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہٗ کے وصال اور اس کے بعد آپ کے مزار کی قلب مکانی و دیگر شبہات و وساوس پیدا ہوں گے۔ اسی لئے آخر میں فقیر ان کے متعلق چند شرعی قواعد قائم کرتا ہے۔

دفن کے بعد لاش نکالنا:

دفن کے بعد میت کو نکال کر کسی دوسری جگہ لے جانے میں اختلاف ہے۔ اکثر کتابوں میں اس کا عدمِ جواز پایا جاتا ہے۔ اور بعض میں جواز۔ لیکن زمانِ سابقہ و لاحقہ کا تعامل جواز کو قوت دیتا ہے چنانچہ چند تصریحات ملاحظہ ہوں

(۱) مختار الفتاوٰی میں لکھا ہے نقل المیت بعد الدفن من بلد الی بلد لیس بحرام لورود الآثار والناقل والحافر لا یکون اثما ایضا ھو المختار (یعنی میت کو بعد از دفن ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں لے جانا حرام نہیں ہے کیوں کہ (اس کے جواز میں) آثار وارد ہیں۔ اور میت کو لے جانے والا اور قبر سے نکالنے والا گنہگار نہیں ہوتے اور یہی مختار ہے)

(۲) کتاب خزانۃ العلماء کی کتاب القضاء کے باب مما یجوز للقاضی والمفتی ان یختار قول بعض العلماء دون وغیرہ میں مرقوم ہے۔

(۳) رسالہ شہابیہ میں لکھا ہے کہ جب کوئی ایسی روایت تعامل واقعہ ہو جو عمل قضاۃ کے مطابق ہو یعنی کوئی ایسی روایت ہے کہ امور شریعت کے فیصلہ کرنیوالوں کے فیصلے کے مطابق واقع ہوتے ہیں تو پھر اگرچہ یہ روایت اس کے خلاف روایت کے مقابلے میں کسی قدر کمزور بھی ہو تب بھی شہادت تعامل کے سبب وہ قوی ہے یعنی عملِ اُمت کے سبب اب وہ قابلِ تمسک ہے اور اسی سبب سے اگر اس کے مخالف روایت کو متروک کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

مثلاً اگر فقہاء فرماتے ہیں کہ کوئی عبادت خانہ غیر اسلامیوں کا منہدم نہ کیا جائے لیکن حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ سب مسمار کر دیئے جائیں۔ اسلامی ممالک کے قاضیوں اور والیوں نے روایتِ حسن پر عمل کیا ہے۔ اکثر فقہاء کی روایت بمقابل اس کے متروک ہے اور امام حسن کی روایت قوی ٹھہر گئی۔

لہ اصطلاح میں ظاہر الروایۃ ہے۔ میں نے اسے اکثر فقہاء سے لکھ دیا ہے تاکہ عوام کو مسئلہ ذہن نشین ہو ۱۲۔ اُویسی غفرلہٗ

(۴) الاشباہ والنظائر کے فن اوّل فصل فی تعارض العرف مع الشرع میں درج ہے کہ فاذا تعارضا قدم عرف الاستعمال (یعنی جب عرف اور شرع باہم متعارض یعنی ایک دوسرے کے مخالف ہوں تو عرف کو تعامل کے سبب سے مقدم کیا جائے گا۔

فائدہ: قوانین فقہ سمجھنے کے بعد واقعات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ابوالحسین کا واقعہ:۔ حضرت عبدالرحمٰن جامی کی کتاب نفحات الانس میں ہے کہ ابوالحسین بن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کا ۳۸۶ھ تین سو چھیاسی میں انتقال ہوا اور وہ بغداد میں اپنے گھر دفن کیے گئے۔ تیس ۳۰ سال کے بعد جب ان کو قبر سے نکال کر عام قبرستان میں دفن کیا گیا تو ان کا کفن ویسے ہی تازہ تھا۔

۲۔ خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی کہ امام عارف و عالمِ ربانی اور صاحبِ مقامات ہے ۵۳۵ھ میں مرو کو جاتے ہوئے راہ میں فوت ہوئے۔ اور اس وقت وہاں ہی دفن کیے گئے۔ پھر عرصہ کے بعد وہاں سے نکال کر مرو میں لائے گئے۔ چنانچہ مرو میں اُن کی قبر مشہور ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

۳۔ شیخ مجد الدین بغدادی قدس سرہٗ ۶۰۷ھ سات سو سات ہجری میں شہید ہوئے اور جہاں شہید ہوئے وہاں ہی دفن کیے گئے۔ چناں چہ آپ کی خاتون نیشاپور سے تھی۔ وہ کچھ عرصہ کے بعد اُن کو نیشاپور میں لے گئی۔ پھر ۸۳۳ھ آٹھ سو تینتیس میں وہاں سے اسفرائن میں لے جا کر مدفون کیے گئے۔

حضرت مجد الدین کا تعارف:

آپ اولیائے کاملین سے ہیں۔ اور اصل میں بغداد کے تھے اُن کا والد طبیب تھا۔ جب خوارزم شاہ نے خلیفہ بغداد کو دربارہ طلبی کسی طبیب کے لکھا تھا۔ تو اُس نے انہیں کے والد کو بھیجا تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ دراصل بغداد کے ہیں جو مواضعات خوارزم سے ایک موضع ہے اور سلطان اُن کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔ اور شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ فرماتے ہیں کہ

شیخ مجدالدین کی نسبت یہ جو مشہور ہے کہ جب وہ شیخ نجم الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابھی اُن کو داڑھی نہیں اُتری تھی یہ غلط ہے۔ بلکہ داڑھی والے تھے لیکن جمیل و خوبصورت تھے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ سلطان بایزید کے مریدوں سے ایک لائق مُرید نے مجھے سوال کیا۔ کہ تمہارا سلطان بایزید کو چھوڑ کر شیخ مجدالدین کی بیعت کرنے کی وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا اور تو مجھے کچھ معلوم نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ ایک دفعہ میں وضو کر رہا تھا دیکھتا ہوں کہ دیوار قبلہ پھٹ گئی ہے اور اس کے پیچھے ایک فضائے وسیع نظر آتا ہے۔ اور اُسی شگاف سے آسمان اور ستارہ مشتری دکھائی دیتا ہے۔ میں نے کسی سے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ نور سلطان بایزید کا ہے۔ پھر تھوڑے وقفہ کے بعد میں نے دوسرے آسمان کو دیکھا کہ تمام نورانی ہے اور مثل آفتاب کے ظاہر ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا یہ نور مجدالدین بغدادی کا نور ہے سُنکر وہ دُرویش متعجب ہوا۔ میں نے کہا یہ بات ترجیح مراتب کیلئے نہیں۔ بلکہ ظہور کیفیت اسباب مقدر کے لئے۔ اور شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ شیخ مجدالدین صاحب حضوری تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن پر نہایت لطف و نوازش رکھتے تھے اور اُن کے ہر سوال کا جواب دیتے تھے۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں:۔

کہ ایک دفعہ میں نے جناب پاک مصطفوی میں التماس کی کہ ابو علی سینا کے بارہ میں آپ کا کیا حکم ہے تو حضور نے فرمایا کہ ابو علی سینا ایک ایسا شخص ہے کہ جس نے بلا واسطہ میرے خدا کو ملنا چاہا تو میں نے اس پر اپنے ہاتھ سے پردہ ڈال دیا۔ اور وہ دوزخ میں گر پڑا۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بغداد سے شام کو جا رہا تھا جب موصل میں پہنچا تو رات ایک مسجد میں سو رہا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی کہتا ہے تو وہاں (اشارہ کرکے) کیوں نہیں جاتا کہ کچھ فائدہ حاصل کرے۔ میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند آدمی حلقہ کئے بیٹھے ہیں۔ اور ایک محبوب و مقبول خدا ان میں بیٹھا ہے۔ اور اس کا نور آسمان تک

پھیل رہا ہے۔ میں آگے ہُوا اور دریافت کیا کہ اس وجود پاک کا نام کیا ہے۔ معلوم ہُوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں نے آگے ہو کر سلام کیا آپ نے جواب دیا اور بیٹھنے کا فرمایا۔ جب میں بیٹھ گیا تو عرض کی کہ آپ ابی سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا وہ ایک شخص ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم پر گمراہ کیا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ شہاب الدین مقتول کیسا ہے فرمایا وہ بھی اسی کے تابعداروں سے ہے

پھر میں نے فخر الدین رازی کی نسبت عرض کی فرمایا وہ بھی ایک عتاب شدہ آدمی ہے۔ پھر عرض کی کہ محمد غزالی کا کیا حال ہے۔ فرمایا۔ اس نے اپنا مقصود حاصل کیا۔ پھر عرض کی کہ امام الحرمین کیسا ہے فرمایا وہ میرے دین کا مددگار ہے پھر عرض کی کہ ابو الحسن اشعری کے حق میں آپ کا کیا حکم ہے فرمایا کہ جو میں نے کہدیا ہوا ہے اور میرا کہنا صحیح ہے کہ ایمان و معرفت الٰہی اہل یمن میں ہے۔ میں اسی قسم کے سوال کر رہا تھا کہ کسی نے مجھے کہا۔ ایسے سوالوں کا فائدہ کیا ہے۔ اپنے لئے حضور سے دعائے خیر کی درخواست کر۔ میں نے دعا کا عرض کیا فرمایا حضور الٰہی میں اس طرح عرض کیا کہ۔ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيَّ حَتّٰى اَتُوْبَ وَاعْصِمْنِيْ حَتّٰى لَا اَعُوْدَ وَحَبِّبْ اِلَيَّ الطَّاعَاتِ وَكَرِّهْ اِلَيَّ الْخَطِيْئَاتِ۔ پھر فرمایا تو کہاں جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ روم کو فرمایا الروم ما دخلہ المعصوم یہاں تک کہ میری آنکھ کھل گئی اور وہاں سے روانہ ہو کر مولانا موفق الدین کی خدمت میں پہنچا۔ انہوں نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ میں نے کہا میں بغداد سے آیا ہوں اور روم کو جاتا ہوں فرمایا الروم ما دخلہ المعصوم میں متعجب ہو کر ان کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ شاید آپ بھی آج رات کی مجلس میں موجود تھے۔ مولانا نے کہا مجھے چھوڑ دے چھوڑ دے یہ کہہ کر اپنا آپ مجھ سے چھڑا لیا۔ اور میں نے جدھر جانا تھا چلا گیا۔

۴:۔ خواجہ محمد یار قدس سرہٗ اپنے ملفوظات میں شیخ رکن الدین ابوبکر الخوافی کی بہت ہی

بڑی تعریف کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ ان کے مُرید حضرت درویش احمد سمرقندی جوان کے خلیفہ اعظم تھے اپنی قلم سے فصوص الحکم مصنفہ ابن عربی کے پیچھے لکھتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے درس فصوص کا ارشاد فرمایا۔

اسی حالت میں میں ایک دفعہ دُرویش آباد میں گوشہ گزیں تھا کہ پھر زیارت حضور حاصل ہوئی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرعون کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا انت قل کما کتب یعنی جیسے لکھا گیا ہے تو بھی ویسے ہی کہا کر[۱]

یہ حضرت شوال ۸۲۹ھ کے دوسرے ہفتہ کی رات فوت ہوئے اور ایک گاؤں میں جس کا نام مالین ہے۔ مدفون ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد درویش آباد میں منتقل کئے گئے پھر کسی وقت وہاں سے نکال کر ہرات کی عیدگاہ کے پاس لاکر دفن کئے گئے اسوقت اُن کا روضہ عالی شان وہاں موجود ہے اور لوگ بغرض تبارک وہاں جاتے ہیں اور اس قدر جمع ہوتے ہیں کہ نماز جمعہ وہاں ہی اداء کرتے ہیں۔

۵۔ سبحۃ المرجان میں حضرت سید غلام علی بلگرامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محدث محقق مولانا حسن صغانی مصنف مشارق الانوار کتاب حدیث بغداد میں جہاں فوت ہوتے تھے وہاں ہی دفن کئے گئے۔ اور پھر حسب وصیت اُن کے مکہ معظمہ میں مقبور کئے گئے۔

فائدہ: کتاب اعلام الاخیار میں مبارق الازہار شرح مشارق الانوار سے منقول ہے کہ مولانا حسن صغانی مذکور بن محمد بن حسن بن حیدر صغانی الاصل۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے عالم ربانی نورانی تھے۔ ان کے اسلاف سے کوئی ایک لاہور میں آکر مقیم

---

[۱] فصوص الحکم کی عبارت ہٰذا کے جوابات فقیر کی مترجم تفسیر فیوض الرحمٰن پارہ ۱۱ تحت آیۃ فالیوم ننجیک" کا مطالعہ کیجئے۔ اُویسی غفرلہٗ۔

ہوا۔ اور یہ ۵۷۷ھ پانزدہم ماہ صفر لاہور میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۱۵ھ میں لاہور سے رحلت کرکے بغداد شریف میں قیام کیا۔ اور وہاں مختلف علوم میں اچھی اچھی کتابیں تصنیف کیں علم حدیث میں کتاب مشارق الانوار اور مصباح الدجی اور شرح بخاری لکھی ہے۔ بڑے عالم فقیہہ و محدث و امام وقت تھے۔ مکہ معظمہ اور عدن و ہندوستان میں بڑے بڑے محدثوں سے حدیث سُنی ۶۵۵ھ میں فوت ہوئے اور انھوں نے وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے مکہ معظمہ میں لے جاکر دفن کیا جائے۔ اور انہوں نے دیباچہ مشارق میں اپنی مدفون ہونے کی دعا حرم مکہ مکرمہ میں کی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

ازالہ وہم: یاد رہے کہ نقل مرتے جائز ہے گو غرض صحیح کے لئے اور غرض صحیح کے تفصیل کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ حدیث کی کتابوں میں اس کے باب مقرر ہیں۔ ۱۔ منتقی الاخبار شیخ ابن القیم حنبلی نے ایک باب لکھا ہے باب ما ینبش لغرض صحیح اور اسمیں بروایت ثقات وہ ایک حدیث لاتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر پہلے (فلاں جگہ) میں دفن کئے گئے تھے پھر کچھ عرصہ کے بعد (فلاں جگہ) میں لاکر دفن کئے سوائے اس کے اور بھی بہت روائتیں ہیں۔ علاوہ ازیں اتنا بہت بڑے محدثین کا نقل میت کے لئے وصیت کرنا۔ اور بغداد جیسے علماء و فضلاء محدثین کا اس وصیت کو جائز رکھنا جواز کی دلیل کافی ہے۔

صاحب دلائل کی نقل قبر اور ان کے کمالات:-

علامہ محمد بن احمد بن علی یوسف الفاسی شرح صغیر دلائل الخیرات میں لکھتے ہیں کہ امام اجل و عارف کامل حضرت ابو عبداللہ محمد بن سلیمان جزولی سملالی حسنی رضی اللہ عنہ ۸۷۰ھ میں فوت ہوتے اور یہاں ہی دفن کئے گئے۔ بعد ازاں مراکش میں منتقل کئے گئے۔ اور اب ان کا مزار مراکش میں موجود ہے۔ آپ بڑے عارف کامل اور عالم اکمل ولی اللہ تعالیٰ تھے۔ شہر فاس میں علم حاصل کیا۔ اور کتاب دلائل الخیرات وہاں ہی لکھی۔ پھر شہر فاس سے

ساحل کو آئے۔ اور یگانۂ وقت شیخ ابو عبداللہ محمد اہل رباط سے ملاقات کی اور اُن سے بھی علم حاصل کیا۔ پھر چودہ[۱۴] سال خلوت میں رہے۔

صاحب خوارق عظیمہ و کرامات جسیمہ تھے اُن کے مناقب کثیر ہیں۔ طریقت کو از سرِ نو تازہ کیا۔ اور بہت سے مشائخ کو اُن سے فیض حاصل ہوا۔ اُن کے مُریدوں سے جو مقرب الٰہی ہوئے اُن کی تعداد بارہ ہزار[۱۲۰۰۰] چھ سو پینسٹھ[۶۶۵] بیان کی گئی ہے آپ کی شہادت زہر سے ہوئی۔ صبح کی نماز پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ یا دوسری رکعت کے پہلے سجدہ میں بتاریخ ۱۲ ماہ ربیع الاول ۸۷۰ھ کو جاں بحق ہوئے اور اسی دن ظہر کی نماز کے وقت اپنی بنائی ہوئی مسجد میں دفن کئے گئے۔ آپ کا کوئی صُلبی بیٹا نہیں تھا۔ ستتر[۷۷] سال بعد از وفات سوس سے مراکش میں لے جا کر دفن کئے گئے۔ اور جب آپ کو نکالا گیا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک دن بھی خاک کے نیچے نہیں آئے اور ان کی حالت و ہیئت میں کچھ فرق نہیں آیا تھا یہاں تک کہ اُن کے خط بنوانے کا نشان چہرہ پر واضح طور پر نظر آ رہا تھا (حالاں کہ وصال سے ایک یا دو[۲] دن پہلے انہوں نے خط بنوایا تھا) حاضرین سے کسی نے آپ کے چہرہ پر انگلی رکھ کر دبایا تو جیسا زندہ کا خون ہٹ جاتا ہے۔ پیچھے ہٹ گیا۔ اور اُٹھانے سے پھر واپس آجاتا۔ تاحال لوگ آپ کی زیارت کرتے ہیں اور اُن کے مزار پر دلائل الخیرات بہت پڑھی جاتی ہے۔ اور آپ کی قبر مبارک سے مُشک خالص کی خُوشبو آتی ہے (رکن عالم مُلتانی)

مراۃ المناقب وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ رکن عالم قدس سرہٗ بتاریخ ہفتم ماہ جمادی الاولی ۷۳۶ھ میں فوت ہوئے۔ اور اپنے دادا شیخ بہاؤ الدین بہاؤالحق کے بائیں طرف مدفون کیے گئے۔ پھر سلطان محمد شاہ بن تغلق کے عہد میں یہاں سے نکال کر تھوڑے سے فاصلے پر دادا کی خانقاہ سے جانب مغرب) دفن کئے گئے جو تاحال ہمارے مدعا کو صحیح ثابت فرما رہے ہیں :۔

صحابہ کے دَور میں :۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح صدور میں لکھتے ہیں کہ بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر زیرِ کمان حضرت علاء بن حضرمی کسی طرف کو روانہ کیا۔ اور میں بھی غازیوں میں اُن کے ساتھ تھا۔ مشیتِ الٰہی سے حضرت علاء راہ میں فوت ہو گئے اور وہاں ہی مدفون کئے گئے۔ جب دفن کر چکے تو ایک شخص کہیں سے وہاں آ نکلا اور پوچھا کہ یہ کون تھا۔ ہم نے کہا کہ یہ ہم سب کا سردار اور پاک باز اور نیک مرد تھا۔ بولا کہ تم نے اس کو اس زمین میں کیوں دفن کیا۔ کیونکہ یہ زمین مردہ کو باہر پھینک دیا کرتی ہے۔ اسے دو ایک کوس کے فاصلہ پر اچھی زمین میں دفنا دو تو بہتر ہے ہم نے قبر کو کھودنا شروع کر دیا۔ جب لحد کو کھولا تو دیکھا کہ لحد میں وہ نہیں ہیں اور منتہائے نظر تک نُور سے بھری ہوئی ہے۔ ہم نے پھر اس پر مٹی ڈال دی۔

اِس روائت کو حافظ ابو نعیم محدث نے بھی دلائل میں درج کیا ہے۔ بیان میں فرا اختلاف ہے لیکن مقصود ایک ہے۔

قبر بولتی ہے :۔ (۱) شرح صدور میں لکھا ہے کہ امام یافعی نے محب طبری سے روایت کی ہے کہ میں حضرت اسماعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبید میں تھا۔ مجھے کہنے لگے کہ محب تو مُردوں کے کلام کرنے پر یقین رکھتا ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا اس قبر والا (ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے) مجھے کہتا ہے کہ میں بہشتی ہوں۔ (۲) حضرت اسماعیل سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ یمن کے قبرستان پر گذرے اور سخت روئے۔ پھر بہت خوش ہوئے۔ اُن سے اس رونے اور خوش ہونے کا سبب دریافت کیا گیا۔ فرمایا میں نے ان اہل قبور کو دیکھا کہ عذاب میں گرفتار ہیں تو اُن کی رستگاری کیلئے رو کر جناب الٰہی میں عرض کیا۔ حق تعالیٰ نے میری سفارش اُن کے حق میں قبول فرمائی۔ میں جب ان کو بشارت سُنانے لگا ہوں تو اس قبر (ایک قبر کی

ی طرف اشارہ کر کے) والی عورت نے کہا کہ مغفرت و معافی میں میں بھی ان سب کے ساتھ ہوں اور میں فلاں عورت ہوں جو مشہور گانے والی تھی۔

زندہ مُردہ:- (۱) شیخ عبد الغفار نے رسالہ توحید میں بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ معین الدین حرملی قدس سرہٗ قاہرہ کو آتے ہوئے راستہ میں فوت ہوگئے۔ ہم اُن کو قاہرہ تک اُٹھا لائے۔ مگر چوں کہ قاہرہ کے لوگ مُردہ کو شہر میں نہیں آنے دیتے تھے۔ اسلیئے شیخ نے اپنا ہاتھ کھڑا کر دیا۔ تاکہ لوگ مردہ سمجھ کر نہ روکیں۔

(۲) فقیہ عبدالرحمٰن نوری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ فساد منصورہ میں جب بہت مُسلمان گرفتار ہوئے تو فقیہ مذکور اس آیت کو پڑھ رہے تھے وَلَا تَحْسَبَنَّ الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتًا بل اَحیآءٌ عند ربھم یرزقون۔ پھر جب وہ بھی قتل کئے گئے تو ایک فرنگی نے کہ جس کے ہاتھ میں ایک حربہ تھا۔ ان کی لاش کو پاؤں سے ٹھوکر لگا کر کہا کہ تو ہے جو کہتا تھا مقتول فی سبیل اللہ نہیں مرتے۔ بتا کیا؟ اب تو زندہ ہے فقیہ نے سر اُٹھا کر فرمایا کہ شہید زندہ ہے۔ یہ حق ہے حق ہے۔ یہ دیکھ کر فرنگی گھوڑے سے اُترا اور اُن کے چہرہ پہ بوسہ دیا۔ اور ان کو اپنے ساتھ اٹھا کر لے گیا۔

کون کہتا ہے ولی مر گئے:- رسالہ قشیریہ میں شیخ ابی سعید خراز سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ کو دیکھا۔ میں نے غور سے اُس کے چہرے کو تاکا تو اُس نے متبسم ہو کر مجھے کہا اے ابو سعید تو کیا کہتا ہے کہ دوستانِ خدا مر جاتے ہیں نہیں۔ بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں۔

کفن چور بہشتی:- ایک عورت ولیہ فوت ہو گئی۔ بہت لوگوں نے اُس کا جنازہ پڑھا میں بھی اُن میں تھا۔ اُس وقت میرے خیال میں آیا کہ اس بی بی کا کفن کیا اچھا ہے اور رات کو قبر تلاش کر کے کفن کو ہاتھ سے کھینچنے لگا تو اس عورت نے

کہا سبحان اللہ بہشتی بہشتی کا کفن کو چراتا ہے۔ میں نے کہا بھلا تو تو بہشتی ہے۔ لیکن میں ایسا بدعمل جو مُردوں کے کفن بھی اتار لیتا ہوں کیوں کر بہشتی ہوا۔ وہ بولی کیا تو کل روز میرے جنازہ پر موجود نہیں تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا تو بس تُو بہشتی ہوا کیوں کہ حق تعالےٰ نے میرا جنازہ پڑھنے والوں کو بھی بخش دیا ہے۔ یہ سُن کر میں تائب ہو گیا۔

مُردے نے زندے کو مسئلہ سمجھایا:- حضرت ابراہیم بن شیبان بیان کرتے ہیں کہ ایک پیر مرد صالح میرا ہم صحبت فوت ہوا۔ جب میں اس کو غسل دینے لگا تو غلطی سے پہلے اُس کے بائیں ہاتھ کو دھونے لگا۔ اُس نے فوراً وہ ہاتھ مجھ سے چھڑا لیا۔ اور داہنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

(۲) اور ابی یعقوب موسے سے منقول ہے کہ میں نے اپنے ایک مُرید کو غسل دیا تو اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا تو چھوڑ دے۔ میں جانتا ہوں کہ تو زندہ ہے اُس نے فوراً چھوڑ دیا۔

میں کل مر جاؤں گا:- حضرت موصوف نے فرمایا کہ میرا ایک مُرید میرے پاس آیا اور کہا کہ میں کل ضرور اس دُنیا سے انتقال کر جاؤں گا۔ یہ ایک درہم مجھ سے لے رکھیئے۔ آدھا درم قبر کن کو دیں اور آدھے درم سے میرا کفن تیار کریں دوسرے دن وہ نماز ظہر کے وقت فوت ہوا۔ جب میں نے اس کو لحد میں رکھا اور اُس کا منہ دیکھا تو اُس نے بھی دونوں آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا کہ تو زندہ ہے بولا ہاں زندہ ہوں اور خُدا کے ہاتھ میں سب کی زندگی ہے۔

موت کیا ہے:- درحقیقت بات یوں ہے کہ عوام نے موت نام مٹنے کو سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ عقیدہ کفارِ مکہ کا تھا کما قال: ءَاِذا متنا وکنا ترابًا (کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے) اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ روح کا جسم سے خروج کا نام ہے روح جہاں بھی ہو اُسے جسم سے رابطہ رہتا ہے اسی لئے اہلِ سنت کا مذہب ہے کہ قبر کا

عذاب ثواب روح وجسم ہر دونوں کو ہے تو پھر جس طرح یہاں روح سنتی دیکھتی ہے۔ ایسے ہی مرنے کے بعد بھی تو پھر ایسی حکایات سے انکار کیوں تفصیل فقیر کی کتاب "قبر کا سفر نامہ" میں ہے۔

اہل قبر کے ساتھ گفت گو:

امام یافعی رحمہ اللہ علیہ کفایۃ المعتقد میں لکھتے ہیں کہ ایک صالح بزرگ نے مجھے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کی (قبر کے) پاس آتا ہوں۔ اور اُس سے باتیں کرتا ہوں وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے۔

(۲) فقیہ کبیر ولی شہیر احمد بن موسیٰ عجیل کی قبر میں سے سورۂ نور پڑھنے کی آواز آیا کرتی تھی اور وہ اُس کو قبر میں ہر روز پڑھتے تھے۔

قبر سے سورہ ملک پڑھنے کی آواز:

ایک اصحابی نے کہیں خیمہ لگایا اور اُسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہاں کوئی قبر ہے جب وہ خیمہ میں اپنی چارپائی پر ہو بیٹھا تو نیچے سے آواز آئی کہ کوئی سورۂ ملک پڑھ رہا ہے یہ اصحابی سننے لگا یہاں تک کہ اُس نے پوری کی۔ پھر اُس نے وہاں سے خیمہ اُٹھا لیا۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کی آپنے فرمایا کہ یہ سورہ عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بولتا ہے:

ابن عساکر نے اعمش بن منہال بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب مخالفین سر اقدس امام حسین رضی اللہ عنہ کو نیزہ پر اُٹھائے شہر میں پھر رہے تھے تو اتفاقاً ایک دوکان کے پاس سے گذرے کہ جس میں کوئی شخص باآواز بلند سورہ کہف پڑھ رہا تھا اور اس وقت جبکہ سر مبارک اس مکان کے قریب پہنچا تو وہ سورہ کہف کی اس آیت اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ۰ پر تھا۔ اعمش کہتا ہے کہ سر مبارک نے اُسی قدر اُونچی آواز سے پکار کر فرمایا قَتْلِیْ وَ حَمْلِیْ اَعْجَبُ مِنْهُ ۰

حافظ ذہبی کی تاریخ میں ہے کہ واثق باللہ عباسی نے احمد بن نصر خزاعی (امام حدیث)

کو بلایا۔ اور قرآن کو مخلوق کہنے پر مجبور کیا۔ انہوں نے یہ کہنا نا منظور کیا۔ اور واثق نے انہیں قتل کروا کر اُن کے سر کو سولی کے سر پر لٹکا رکھا اور پہرہ بٹھا دیا کہ کوئی اس کو اُتار نہ لے جائے۔

پہرہ دار پروردگار کی قسم کھا کر بیان کرتا ہے کہ رات کو جب سب لوگ سو جاتے تو سر خود بخود قبلہ کی طرف پھر کر سیدھا ہو جاتا اور نہایت ہی پیاری آواز سے سورۂ یاسین کی تلاوت کیا کرتا۔ (فائدہ) نتیجہ نکلا ۔

کون کہتا ہے کہ ولی مر گئے۔ ؎ وہ قید سے چھوٹے اپنے گھر گئے

سیر و سیاحت:

حضرت سیرانی بادشہ قدس سرہ کو سیر و سیاحت کا حکم شیخ نے سنایا اور درحقیقت یہ ارشاد ربانی ہو گا جس کی ترجمانی شیخ کی زبان اقدس سے ہوئی۔ سیاحت کہاں سے کہاں تک ہوئی۔ خدا جانے یا مصطفیٰ یا وہی ذات جس نے اس کے مزے پائے۔ کتب ملفوظات و تواریخ سے جتنا علاقے ہمارے علم میں آ سکے بلا ترتیب یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

مدینہ طیبہ مکہ معظمہ (بارہا) (یمن) ایک مقام کے متعلق خود سیرانی بادشہ فرماتے ہیں کہ ایک ملک کے لوگ ایسے ہیں کہ روئی نہ ملنے کے سبب چمڑے پہنتے ہیں اور سال بھر میں ان کے لئے تین دن ایسے آتے ہیں جن میں پہاڑی کے اوپر جانور بولتا ہے۔ جس کی آواز جس کان میں پہنچتی ہے وہ نامرد ہو جاتا ہے۔ اسی لئے وہ لوگ ان دنوں زمین میں چھپ جاتے ہیں کسی نے پوچھا۔ جب کوئی ان میں نامرد ہوتا ہے تو پھر وہ عورت کو طلاق دیدیتا ہوگا۔ آپ نے فرمایا وہ کافر ہیں انہیں طلاق وغیرہ سے کیا تعلق وہ اپنی عورت کی خاطر کسی غیر کو اپنے گھر رکھ لیتا ہے۔ ؎

ذرہ برہ

ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے ذرہ برہ کی سیر کی ہے۔ خا ملک ۲۶۔ جغرافیہ دان اور مؤرخین کہتے ہیں آج تک ہمیں ذرہ برہ کا کوئی علم نہیں ہو سکا کہ یہ کونسا مقام ہے

؎ مصباح نورانی ص ۹۲۔

اصل بات تو وہی ہے کہ جب سے سیرانی بادشہ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے خلق خدا کی رہبری اور جن وانس کی ہدایت اور مشرق و مغرب کی سیر کر کے اپنے فیض عام کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے ملک کا چپہ چپہ سیاحت سے نہ چھوڑا۔ جن کا ہمیں علم ہے۔ ان کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ جن کا ہمیں علم نہیں۔ ان کے متعلق سرِ تسلیم خم کر دینے میں سعادت ہے۔

دُنیا کا بڑا سیّاح :- عوام میں ابن بطوطہ کو دُنیا کا بڑا سیاح مشہور ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیرانی بادشاہ سے بڑھ کر اور کوئی سیاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ آپ کی سیاحت کی تفصیل قلم بند نہ ہوئی۔ اگر ابن بطوطہ کی طرح آپ کی سیاحت بھی معرض تحریر میں آجاتی تو پھر معلوم ہوتا کہ سیرانی بادشاہ سے بڑھ کر اور سیّاح کون ہے۔

حرفِ آخر :- اولیاء کرام کے معاملات میں عقیدت و محبت بیڑا پار لگاتی ہے اُن سے بدظنی اور سوء عقیدت تباہ و برباد کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی کی بے ادبی و گستاخی پر اعلان جنگ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جنگ کا مطلب ہے کہ ولی اللہ کا گستاخ بے ایمان ہو کر مرتا ہے اور خاتمہ اُس کا خراب و برباد ہوتا ہے۔

اسی لئے فقیر کی گذارش ہے کہ جو بات سمجھ آجائے اسے نہ صرف سرِ تسلیم خم کرے بلکہ اسے اپنے ایمان کا سرمایہ عظیم سمجھ کر اس پر خوب ڈٹ جائے۔ اگر سمجھ نہ آئے تو اس پہ شرک و بدعت کی گن مشین نہ چلائے اور "نہ ہی میں نہ مانوں" کے مرض میں مبتلا ہو۔ بلکہ کہد ے

میاں عاشق و معشوق رمزیست ✿ کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

یہ فقیر کی نصیحت اپنے متعلقین اور اولاد و اقارب کو خصوصاً اور جملہ اہلِ اسلام کو عموماً ہے

گر قبول اُفتد زہے سعد و شرف ؛

اپیل ؛ آخر میں فقیر اپنے پیر بھائیوں سے گذارش کرتا ہے کہ ہر سلسلہ کے متعلقین و منسبین زر کثیر خرچ کر کے اپنے سلاسل طیبہ عوام تک پہنچانے کی سعادت حاصل کی ہے

ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سلسلہ کے متعلق عوام کو کافی معلومات ہیں۔

سلسلہ اویسیہ "ابوالسلاسل" (تمام سلسلوں کا سرتاج) ہے۔ اہل اسلام سے عموماً اہل سلسلہ سے خصوصاً اپیل ہے کہ فقیر کے ساتھ تعاون فرمائیں تاکہ سلسلہ اویسیہ کا تعارف عام کیا جائے اس وقت فقیر ضخیم کتاب "تاریخ مشائخ اویسیہ" لکھ رہا ہے اس کی اشاعت کے لئے نقد سرمایہ کم از کم دس لاکھ روپیہ درکار ہوگا۔ اسی لئے آپ سے اپیل ہے کہ عاشق اولیاء اور متعلق "سلسلہ اویسیہ" اپنی جیب خاص سے (حسب استطاعت) دستِ تعاون بڑھائیں۔ تاکہ کتاب منظر عام پر لائی جا سکے۔

نوٹ : کتاب ہٰذا کی اشاعت کا سہرا میرے بچوں "مفتی محمد صالح اویسی وحاجی محمد عطاء الرسول اویسی ومولوی محمد فیاض اویسی، حافظ محمد ریاض اویسی اور جملہ اراکین "بزم اویسیہ پاکستان" کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

آخری گذارش : فقیر نے اپنی دانست میں ذکرِ سیرانی کو مرغوب القلب بنانے کی کوشش کی ہے اگر کسی صاحب کو فقیر کے قلم سے ناگواری محسوس ہو تو معاف فرما کر فقیر کو مطلع کریں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح ہو سکے۔ ہمارے ہیں یہ بیماری عام ہے کہ کسی کی غلطی محسوس کر کے بجائے مطلع کرنے کے عام پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اس سے عوام میں غلط تأثرات اور سخت انتشار پھیلنے کے علاوہ گلہ وغیبت کے گناہ میں خود بھی اور دوسرے بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس سے کتاب سے استفادہ کا مادہ مرنے کے علاوہ آنے والے بھی اس کے فیوض و برکات سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اولیائے کرام کے فیوضات و برکات کے استفادہ و استفاضہ سے مالا مال فرمائے (آمین) بجاہ حبیب سید المرسلین الآمین۔

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ النبی الامی وعلیٰ آلہ واصحابہ وآلہ الزکی والصفی ہذا آخر مارقمہ قلم

الفقیر القادری ابی الصالح محمد فیض احمد الاویسی الرضوی غفرلہ ربہ القوی

بہاول پور۔ پاکستان

مزار شریف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

بہاولپور (خانقاہ شریف پاکستان)